دُرالمعارف

(ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ

مترجم: محمد نذیر رانجھا

دُرِّ المعارف

(ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات و احادیث

محمد نذیر رانجھا

الفتح پبلی کیشنز

راولپنڈی

اشاعت اوّل ۲۰۱۰ء

۲۹۷.۴۰۹۲

اح م احمد، رؤف

درالمعارف/ رؤف احمد؛ مترجم: محمد نذیر رانجھا۔

راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء

۴۸۰ ص

اشاریہ

۱. اسلام ۲. تصوف-ملفوظات

297.4092

AHM Ahmad, Rauf

Dur-rul Muarif/ by Rauf Ahmad; translated by Muhammad Nazir Ranjha.- Rawalpindi: Al-Fath Publications, 2010

480 p.

ISBN 978-969-9400-07-0

Includes Index

بہ تعاون:

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

الفتح پبلی کیشنز

- + 92 322 517 741 3
- alfathpublications@gmail.com

distributor

VPrint Book Productions

- + 92 51 581 479 6
- + 92 300 519 254 3
- vprint.vp@gmail.com
- www.vprint.com.pk

392-A, St. 5-A, Lane 5, Gulraiz Housing Scheme-2, Rawalpindi

انتساب

بہ نامِ نامی قطبِ عالم زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

تا جان دارم در غمت آویزم　　تا اشک بود برسرِ کویت ریزم

چون صبح قیامت بدمد با عشقت　　از خاکِ درت نعرہ زنان برخیزم

مرشد مہربان چنیں باید　　تا درِ فیض زود بکشاید

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین　　سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

اور

بہ نامِ نامی آفتابِ آسمانِ ولایت، ملجا و ماویٰ نیاز مندان، فیض مآب و عالی مراتب سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

اے دادہ رخِ تو ماہ زیبائی　　خاکِ قدم تو دیدہ را بینائی

در خدمتِ تو جان ودل ودیدہ وتن　　می در بازم اگر قبول بنمائی

اگرچہ طاقت یک گردش نگاہم نیست　　خدا کند ہمہ نازش بجان من باشد

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا

فہرست

اشارات

تقریظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ.

اَمَّا بَعْد، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہمارے اکابر حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کی ذاتِ گرامی سے پوری دنیا میں بہت کام لیا اور اُن کا فیض بہت عام ہوا۔

درالمعارف حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ، جو کہ دراصل ملفوظات ہیں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے، ان کا ترجمہ کرنے اور عام لوگوں کی آسانی کے لیے ازسرِ نو میرے محترم محمد نذیر رانجھا صاحب مدظلہ، نے کام کیا اور ترجمہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اُن کا یہ تحریری کام بڑا بابرکت ہے، اس میں مزید ترقی سے نوازے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ رانجھا صاحب کی تمام کتب پر تقریظ ہمیشہ والد گرامی شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اُن کی اتباع میں فقیر نے یہ چند جملے تحریر کر دیے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور آئندہ بھی رانجھا صاحب کو سلسلہ کی کتب پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسّلام

فقیر خلیل احمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

۲۷ر رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ زَیَّنَ السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلَهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیَاطِیْنَ، وَزَیَّنَ الْاَرْضَ بِالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَآءِ وَالْعُلَمَآءِ وَجَعَلَهُمْ حُجَجًا وَّبَرَاهِیْنَ، یَرْفَعُ بِهِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوْکَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسْلَافِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَصْحَابِنَا وَجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ:

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں دانند   نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن   کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روزِ اوّل کہ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے محبّ و مخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے (ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق و راہنمائی سے یہ ننگ جہاں کشاں کشاں خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت و شہنشاہ حقیقت، آفتابِ عالم تاب و مہتاب ضیاء بار خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کی زیارت و دست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روزِ دوّم کہ بعد از نمازِ فجر اور حلقہ و مراقبہ اس پُر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی

سلک تاجدار کے اس گوہر نامدار و درِّ شاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزائی ہوئی اور تلقین وارشاد کے سبقِ اوّل، مثلِ آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آون اوہ گھڑیاں جدوں سنگ سجناں دے رلیاں
درگور برم از سرِ گیسوئے تو تارے تا سایہ کند برسر من روزِ قیامت

مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وطباعت کے بعد اِس ناکارہ روزگار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آپ کے ملفوظات شریفہ **درالمعارف** مؤلفہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو ترجمہ بھی کیا جائے۔ اسی دوران محترم ومکرم جناب مولانا محمد سعید طاہر صاحب زادلطفہٗ نے **درالمعارف** کا ترجمہ کرنے کے لیے مزید شوق دلایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ احقر نے اللہ کا نام لے کر مورّخہ ۷/ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ/۲۲/فروری ۲۰۱۰ء کو اِس کے ترجمہ کا آغاز کر دیا، جو فضلِ الٰہی سے آج پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ.**

درالمعارف کا فارسی متن حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) کی حیاتِ طیبہ ہی میں مولوی ہدایت علی بریلوی کے اہتمام سے طبع ہوا تھا۔ بعدازاں ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں محبوب المطابع، دہلی سے شائع ہوا۔ شاید آخری بار ترکی سے مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول نے اسے ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء میں طبع کیا ہے۔

اس کا اُردو ترجمہ فقیر عبداللہ نے کیا جو مکتبہ اسدیہ، گجرات سے ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا۔ اور بعدازاں ایک اور ترجمہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری نے کیا، جو فضل نور اکیڈمی، چک سادہ، گجرات سے ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا، اور دوبارہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں نوری کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا تیسرا اُردو ترجمہ محمد فضل الرحمٰن نے کیا، جو خانقاہ عنایتیہ، رام پور، یوپی (ہندوستان) سے ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ چند سال پیشتر محترم ومکرم پروفیسر ڈاکٹر نجدت طوسون زادلطفہٗ (استنبول، ترکی) نے چند کتابیں احقر کے لیے ہدیۂ ارسال کی تھیں جن میں **درالمعارف** (مطبوعہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) بھی

شامل تھی۔ اس کا ترجمہ کرنے کا عزم کیا تو اپنے محترم ومکرم پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد زادلطفہٗ کے ذریعے پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور (حال بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) سے محبوب المطابع، دہلی کے مطبوعہ نسخے کی فوٹو کاپی منگوائی۔ اللہ کریم اس ناچیز کے ان دونوں گرامی قدر مہربانوں کو دارین کی بھلائیاں نصیب فرمائے، آمین۔ زیرِنظر ترجمہ مذکورہ بالا دونوں طباعتوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔ وَمِنَ اللّٰهِ التَّوفِيق.

آخر میں اپنے کریم رب کی درگاہ معلّٰی میں التجا ہے کہ میرے کریم! ہمیشہ اس نا کارہ روزگار اور پُرتقصیر کو اپنے فضل وکرم سے نواز۔ اس گندے اور نکمّے میں کوئی کمال اور خوبی ہرگز نہیں۔ کریم! یہ سلسلہ تو تیرے کرم کے صدقے چل رہا ہے۔ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقے مرتے دم تک خدمت لوح وقلم کی توفیق ارزانی فرمائے رکھ اور اس ناچیز کو اپنے پیرومرشد قطب الارشاد شیخ المشائخ خواجہ خواجگان سیّدنا و مرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيد کی نسبت پاک کا فیض اور آفتابِ آسمانِ ولایت، ملجاوماویٰ نیازمندان، فیض مآب وعالی مراتب سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی شفقتوں اور عنایتوں کے چھتر کا گھنا سایہ ہمیشہ نصیب فرمائے رکھ۔ اپنی اور اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت اور فرمانبرداری میں مستغرق فرما اور اپنے سبھی پیاروں کی محبت وعقیدت سے مالا مال فرما۔ جینا آسان فرما، مرنا بھی آسان بنانا اور آخرت بھی آسان ہی نصیب فرمانا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم. وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ. يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.

خاک پائے اولیاءِ عظام

محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ

مکان نمبر ۱۳۱، گلی نمبر ۲۱، غازی آباد،

کمال آباد، راولپنڈی کینٹ

بروز ہفتہ ۱۴؍جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ / ۲۹؍مئی ۲۰۱۰ء

مقدمہ

۞

صاحبِ ملفوظات

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے احوال و آثار

۞

جامع کتاب

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر احوال و آثار

خاک نشینی است سلیمانیم
ننگ بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
کہنہ نشد خلعت عریانیم

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شَیْئًا لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

وَفَدْتُّ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ کُلَّ شَیْءٍ
اِذَا کَانَ الْوَفُوْدُ عَلَی الْکَرِیْمِ

مصنفِ کتاب

حضرت غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے احوال و آثار

شاہِ خوباں

مظہر کمالات خفی و جلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حسب ونسب مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م۴۰ھ/ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض و مجاہدہ تھے۔ آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوئی اورانہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔

آپ حافظ قرآن تھے اور قرأت پر بھی خوب ملکہ تھا۔ وقت کے معروف اساتذہ سے کسب علوم ظاہری کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے حاصل کی۔ بائیس برس کی عمر میں قاصد غیبی نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی خدمت میں پہنچایا۔ بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ''جہاں ذوق وشوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک پتھر چاٹنا ہوگا۔'' عرض کیا: ''مجھے یہی منظور ہے۔'' حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''تو مبارک ہو۔'' اور بیعت فرمالیا۔ پندرہ برس تک پیر و مرشد کی خدمت مبارک میں رہ کر زہد و مجاہدہ اور ریاضت کی کٹھن منازل طے کیں اور بفضل الٰہی اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اُن کے جانشین معظم بنے اور طالبانِ حق اور جستگانِ راہ طریقت کے رہنما اور ملجا و ہادی ٹھہرے اور پھر آپ کی ذات فیض آیات سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض چار دانگ عالم میں ہر سُو پھیل گیا۔ روم، شام،

بغداد، مصر، چین اور حبش سے مستان الست خانقاہ مظہریہ شریف کے بقعۂ نور کی زیارت کو دوڑ پڑے۔ قریب کے ملکوں اور شہروں کا کیا کہنا؟ برصغیر پاکستان و ہندوستان، افغانستان اور بلخ و بخارا کے طالبین ٹڈی دل کی طرح اُمڈ آتے تھے۔ خانقاہ مظہریہ شریف پر آپ کے ہاں پانچ سو کے قریب طالبانِ حق کا مجمع ہوتا، جن کی رہائش، لباس اور خورونوش آپ کے ذمے تھی اور سب کام توکلِ الٰہی پر جاری تھا۔

آپ کو سلسلۂ مجددیہ کا مجدد، بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان کا مجدد کہا جاتا تھا۔ آپ پر عجم و عرب کے طالبانِ حق پروانوں کی مانند گرتے تھے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہیں تھا جس میں آپ کا خلیفہ مجاز نہ رہتا ہو۔ صرف ایک شہر انبالہ میں آپ کے پچاس خلفاء موجود تھے۔

سیکڑوں علماء و صلحاء دور و دراز کے ممالک سے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں آ پہنچے۔ جن میں بعض ایسے تھے جن کو رحمتِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا خواب میں حکم فرمایا تھا۔ آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت میں بہت محنت و ریاضت فرمائی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر فیض سلسلہ آپ کی زندگی مبارک میں آپ سے جاری ہوا، اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی اسی شہرت تامہ و عامہ کے ثبوت میں آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) نے اپنے قصیدہ میں کہا تھا:

خبر از من دہید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی

فصل اوّل

ولادت باسعادت تا اجازت مطلقہ وجانشینی

حسب ونسب شریف

آپ کا حسب ونسب شریف حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (م ۴۰ھ/ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض ومجاہدہ تھے۔ وہ اُبلے ہوئے کریلے کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے اور رات کو بہت کم کھاتے تھے اور مہینوں جنگل کے پتوں پر قناعت فرماتے تھے۔ غرور نفس (کے خطرہ) سے روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے۔ اور وہ حضرت پیر ناصرالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء) کے مرید تھے۔ حضرت شاہ عبداللطیفؒ اور اُن کے پیرومرشد کا مزار دہلی شریف میں جیش پورہ، عقب عیدگاہ محمد شاہی میں واقع ہے۔ (۱)

حضرت شاہ عبداللطیفؒ بٹالہ (پنجاب) کے باشندے تھے اور قادری، چشتی اور شطاری نسبتوں سے فیض یافتہ تھے۔ وہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی شریف میں مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالویؒ سے بھی ان کی رشتہ داری تھی۔ اس خاندان کے ایک صاحب سیّد حسن شاہؒ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کو ''خالِ محترم'' لکھا ہے۔ (۲)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مبارک ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء میں بٹالہ میں ہوئی۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) نے تاریخ

ولادت یوں کہی ہے:

چو نجم چرخ ھدی حضرت غلام علی شدہ ظہور فگن در جہان جہان بشگفت
سن ولادشریفش چو جست رافت دل مہ سپہر ہدایت شد طلوع بگفت

۱۱۵۶ھ

اور یہی آپ کی صحیح تاریخ ولادت ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے تاریخ ولادت ''مظہر جود'' سے ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء نقل کی ہے اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اسے نقل کیا ہے۔(۳)

آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ/ ۶۶۱ء) کی زیارت ہوئی کہ فرماتے ہیں: ''اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔'' چنانچہ انہوں نے آپ کی ولادت کے بعد آپ کا نام مبارک ''علی'' رکھا۔ جب آپ سنِ تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً ''غلام علی'' کہلوایا۔

آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا، جنہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ آپ کے چچا بزرگوار، جو ایک بزرگ شخصیت تھے اور انہوں نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا، نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے آپ کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ''فقیر عبداللہ عرف غلام علی'' لکھتے تھے۔ لیکن خاص و عام میں آپ کی شہرت ''حضرت شاہ غلام علی دہلوی'' کے نامِ گرامی سے ہے۔(۴)

درالمعارف میں خود آپ سے منقول ہے کہ ایک روز میں نے مشاہدہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تشریف فرما ہو کر مجھے فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ ہے اور عبدالمہیمن بھی ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ حافظِ قرآن تھے اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، قیاس ہے کہ بٹالہ میں ہوئی ہوگی، کیونکہ

آپ سولہ برس کی عمر تک یہیں رہے۔ آپ کے والد ماجد دہلی شریف میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو وہاں اپنے پیر و مرشد حضرت ناصر الدین قادریؒ، جو کہ حضرت خضر علیہ السّلام کے ہم صحبت تھے، سے بیعت کرانے کے لیے بلا بھیجا، لیکن وہاں سے فیض آپ کے مقدر میں نہ تھا، لہٰذا جب آپ بروز ہفتہ ۱۱رر جب ۱۱۷۴ھ/ ۱۶رفروری ۱۷۶۱ء کو دہلی شریف پہنچے تو اتفاق سے اسی شب حضرت شاہ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ (۵)

آپ کے والد ماجد نے فرمایا: ''میں نے تو تمہیں ان سے بیعت کے لیے طلب کیا تھا، لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی۔ اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو اور جس جگہ تمہیں قلبی اطمینان ہو، وہاں بیعت ہو جاؤ۔''(۶)

۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک آپ چار سال دہلی شریف ہی میں حصولِ علم میں مصروف رہے۔ اسی دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہؒ اور حضرت شاہ عبد العدلؒ، خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء)، خواجہ میر دردؒ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء)، حضرت شاہ فخر الدینؒ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء)، حضرت شاہ نانوؒ اور حضرت شاہ غلام سادات چشتیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ (۷)

آپ نے ان حضرات سے تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے لی اور انہی سے بخاری شریف پڑھی اور اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ (۸)

بیعت طریقت

آپ ۱۱رر جب المرجب ۱۱۷۴ھ/ ۱۶رفروری ۱۷۶۱ء میں اپنے وطن بٹالہ سے دہلی شریف میں اپنے والد بزرگوارؒ کے پاس آئے تو آپ کے والد بزرگوار بہت خوش ہوئے کہ آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت ناصر الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کریں گے، لیکن اتفاقاً چند ساعتوں کے بعد ان کے مرشد نے رحلت فرمائی۔

بعد ازاں ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۷ء میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال تھی، آپ حضرت مظہر

جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی وارد ہوئے اور بیعت کے لیے درخواست کی۔ اس پر حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''جہاں ذوق و شوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا۔'' آپ نے عرض کی: ''مجھے یہی منظور ہے۔'' حضرت نے فرمایا: ''تو مبارک ہو۔'' اور پھر آپ کو بیعت فرمالیا۔ بعدازاں آپ شب و روز ذکر و عبادت میں مصروف ہو گئے اور پندرہ سال تک پیر و مرشد کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت کرتے رہے۔ (۹)

ریاضت ومجاہدات

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے طریقت میں قدم رکھا تو ابتداء میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی، جو کچھ تھا وہ بھی چھوڑ کر توکّل اختیار کرلیا۔ ایک پرانا بوریا بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے ایک حجرہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی۔

اب پچاس سال سے میں اسی گوشۂ قناعت میں بیٹھا ہوں۔ (۱۰)

کثرت فتوحات

ایک دفعہ آپ نے دروازہ بند کرلیا کہ اگر میں مروں گا تو اِسی حجرہ میں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی۔ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ دروازہ کھولیں۔ آپ نے نہ کھولا تو اُس نے پھر کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے، (دروازہ) کھولیں۔ آپ نے پھر بھی دروازہ نہ کھولا۔ وہ کچھ روپے (بذریعہ) شگاف اندر پھینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ (۱۱)

اجازت مطلقہ وبشارت ضمنیت

بیعت طریقت کے بعد آپ پندرہ برس تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر زہد و مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ حلقہ ذکر اور مراقبہ میں شریک رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے اور بالآخر اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت کا شرف پایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ شروع میں مجھے تردّد ہوا کہ اگر میں طریقۂ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں تو کہیں حضرت

غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ناراض ہونے کا باعث نہ ہو۔اسی اثناء میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں اور اُس کے سامنے ایک اور مکان ہے، وہاں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''خدا کی مرضی یہی ہے، جاؤ، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''(۱۲)

جانشینی خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے بعد اُن کے جانشین ہوئے اور طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ آپ نے بیعت سلسلۂ قادریہ میں کی تھی، لیکن سب سلاسل کی اجازت سے مشرف ہوئے، لہٰذا آپ نے ذکر واذکار واشغال طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں جاری کیے اور اِسی طریقہ پاک کی اشاعت وترویج فرمائی۔ (۱۳)

اشاعت وترویج سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ

آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحبِ ارشاد بنے اور تلقین وارشاد کا سلسلہ اپنے پیرومرشد کے روبرو جاری فرمایا۔

آپ کا اپنے زمانے میں اتنا شہرہ تھا کہ عقیدتمند آپ کو تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ کا مجدد کہتے تھے۔ اور اگر اُس روحانی انقلاب کا اندازہ کریں جو خلیفہ راشد حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کی بدولت بلادِ تُرکی، شام، روم و عراق اور کردستان میں ہوا، تو یہ اظہارِ عقیدت بالکل سچ دکھائی دیتا ہے۔ ہندوستان میں بھی آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا اور دہلی شریف میں آپ کی خانقاہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے مدرسے کا مدّ مقابل سمجھی جاتی تھی۔ ایک میں ولی اللٰہی طریقے کی میانہ روی اور علم وعرفان تھا اور دوسرے میں مجددی مشرب کا احیائی ذوق وشوق اور متشرع تصوف تھا۔ (۱۴)

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت آپ کے لیے مقدر تھی۔ آپ کو سلسلۂ مجددیہ کا مجدد، بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان (جس کا معروف نام تصوف ہے) کا مجدد کہنا صحیح ہوگا، جن پر عجم و عرب کے طالبین نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو۔ صرف ایک انبالہ شہر میں آپ کے پچاس خلفائے عظام موجود تھے۔ سر سیّد احمد خان (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں:

> ''آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آ کر بیعت کی۔ آپ کی خانقاہ شریف میں روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش کے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے اور انہوں نے خانقاہ مظہریہ شریف کی خدمت کو سعادت ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دَل کی طرح امنڈتے تھے۔ آپ کی خانقاہ شریف میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ غیب سے کام چلاتا تھا۔''(۱۵)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) نے ایک روز کے طالبین میں سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، کشمیر، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رام پور، بریلی، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد اور پونا وغیرہ کے نام لکھے ہیں، جو ۲۸/ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۲۷/ اپریل ۱۸۱۶ء کو خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی میں آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر تھے۔(۱۶)

آپ کے اس فیضِ عام کو دیکھ کر آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کا یہ فارسی شعر بالکل واقعہ کی تصویر ہے:

خبر از من دہید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی (۱۷)

درویش ومرید نوازی

آپ کی فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں فرمایا، جو اُس نے مانگا وہی دیا۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی، اُس کو بیچ کر فقراء پر صَرف کرتے۔ اور جیسا گاڑھا موٹا کپڑا تمام فقیروں کو میسر ہوتا، ویسا ہی آپ بھی پہنتے، اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے۔ (۱۸)

فضلِ الٰہی کی یاری

آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) نے آپ کو ''عضد العرفاء'' (عارفوں کے مددگار) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ کا علمی وروحانی درجہ بہت بلند تھا۔ آپ حضرت خواجہ حسن مودود رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

> ''انہوں (حضرت خواجہ مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ناچیز کو ''عضد العرفاء'' (عارفوں کے مددگار) کا خطاب عنایت فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! عمر برباد کرنے والا یہ بوڑھا کب اس خطاب کے لائق ہے؟ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی عنایت کی برکت سے ایمان سلامت فرمائے۔ (حضرت) شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اوران کے برادران (گرامی) جوسب باعمل علمائے ربّانی اور نسبت نقشبندیہ بھی رکھتے ہیں، علوم کے درس و تدریس میں ممتاز ہیں۔ یہ فقیر حقیر جس نے جوانی مستی اور غفلت میں گزاری اور بڑھاپا کاہلی اور کمزوری میں گزار رہا ہے، کب اس لائق ہے کہ ان تین اکابر کا چوتھا ہو؟ لوگوں نے اس کمینہ کا نام غلط مشہور کر دیا ہے۔''

سیکڑوں علماء اور صلحاء دور دراز کے ممالک سے آپ کی خدمت میں حصولِ فیض واخذ طریقہ کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں سے بعض تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خواب میں

حکم فرمانے سے خدمت میں پہنچے، مثلاً حضرت مولانا خالد رومی، حضرت شیخ احمد کردی اور حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہم اور بعض نے بزرگوں کے شوق دلانے سے بیعت کی تھی، مثلاً حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ، اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھا تو حاضرِ خدمت ہو گئے۔ (۱۹)

آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت اور ترویج و ترقی میں بہت محنت و ریاضت فرمائی، اور آخر کار آپ سے اس قدر فیض آپ کی زندگی مبارک میں جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے جاری ہوا ہو۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) نے اپنی کتاب **ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلویؒ** میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز مَیں عصر کے بعد حاضر تھا، حضرت شاہ (غلام علی دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''الحمدللہ! ہمارا فیض دور دور پہنچ گیا ہے، مکہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، بغداد شریف، روم اور مراکش میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔'' اور (پھر) مسکرا کر فرمایا: ''بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔'' (۲۰)

فصل دوّم

عبادات وریاضات اور معمولاتِ مبارکہ

نمازِ تہجد وتلاوتِ قرآن مجید

آپ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خوابِ غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس پارے پڑھتے، مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔ (۲۱)

حلقہ ومراقبہ

صبح کی نماز اوّل وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ فرماتے۔ پہلے لوگ چلے جاتے اور اُن کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ (۲۲)

درس حدیث وتفسیر

اس کے بعد آپ طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے۔ (۲۳)

زائرین کے ساتھ حسنِ سلوک

جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا، اُسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر اِن دنوں فکر گور میں مصروف ہے۔ اور اسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔ (۲۴)

نواب محمد میر خان، جو کہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی اولاد امجاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے نواسے تھے اور آپ اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آ کر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ عذر فرما کر رخصت کر دیتے۔ غلبۂ محبت کی وجہ سے ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تو

آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لاکر نواب صاحب کی نذر کرو کہ یہ تو اُٹھتے نہیں، ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اُٹھ جاتے۔ (۲۵)

امراء کے گھروں کے کھانے اور نقدی کا استعمال

زوال کے قریب آپ تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ امراء کے گھروں کا مکلّف کھانا، جو آپ کے لیے اکثر آتا تھا، خود بھی نہ کھاتے، بلکہ اسے طالبوں کے لیے بھی مکروہ خیال فرماتے۔ مگر اپنے ہمسایوں اور اُس شہر میں اگر کوئی نو وارد ہوتا تو اُن میں تقسیم کر دیتے، اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اُس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے، جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیونکہ فرض کا صدقہ نفلی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (۲۶)

نیاز تقسیم فرمانا

پھر اپنے پیران عظام خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کی نیاز کے لیے حلوا وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقسیم فرماتے اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز بھی دیتے۔ (۲۷)

فقراء اور حاجتمندوں کی مدد

آپ وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ شریف کے فقراء پر خرچ ہوتا۔ جو کوئی بھی حاجتمند آتا، اُسے رقم دے دیتے۔ اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو اُسے لیتے ہوئے دیکھنے کے باوجود چشم پوشی فرماتے ہوئے اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف کر لیتے تھے۔ (۲۸)

کتاب چور پر ترحم وشفقت

بعض لوگ آپ کی کتابیں چرا کر لے جاتے اور وہی بیچنے کے لیے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اُس کتاب کی تعریف فرماتے اور اُس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارتاً کوئی کہتا کہ حضرت! یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اِس پر مہر علامت بھی موجود

ہےتو آپ ناراض ہوکرمنع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔ (۲۹)

قیلولہ

آپ دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ (۳۰)

مطالعۂ کتب ودرس وتدریس

پھر دینی کتب مثلاً **نفحات الانس** اور **آداب المریدین** وغیرہما کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہوجاتے۔نماز (ظہر) ادا کرنے کے بعد تفسیر وحدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے، مثلاً **مکتوبات امام ربانیؒ**، **عوارف المعارف** اور **رسالہ قشیریہ**۔ (۳۱)

حلقہ ذکر وتوجہ

اسی طرح شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کو توجہ دیتے۔ (۳۲)

رات کا کھانا اور معمولات

رات کا کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھتے۔رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار دیتے۔اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔کبھی چارپائی پر بھی سوتے تھے۔ (۳۳)

مراقبہ میں بیٹھنے کا انداز مبارک

آپ نے پاؤں مبارک کبھی دراز نہیں فرمائے۔اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں، جو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے اور اولیائے کرام مثلاً حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) سے ثابت ہے، مراقبہ میں بیٹھتے تھے اور بہت زیادہ حیا کی وجہ سے پاؤں مبارک بہت کم پھیلاتے تھے، یہاں تک کہ وفات بھی اسی حالت میں ہوئی۔ (۳۴)

فتوح

جو فتوح (نذرونیاز) آتی تھی، آپ اسے فقراء میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ (۳۵)

لباس مبارک

آپ خود موٹا لباس پہنتے تھے۔ اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اُسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے تھے اور اِسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے، تاکہ ایک کی بجائے زیادہ لوگ پہن لیں تو بہتر ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی اکثر یہی عادت مبارک تھی کہ آپ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ چنانچہ **بخاری** و **مسلم** میں ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ/ ۶۷۷ء) سے مروی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چادر مبارک موٹی اور تہبند شریف بوسیدہ تھا۔ نیز آپ فرماتی ہیں کہ اسی لباس مبارک میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال فرمایا۔ [۳۶]

سخاوت

آپ اعلیٰ درجے کے سخی تھے۔ سخاوت خفیہ طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے تھے۔ [۳۷]

حیاداری

آپ پر حیا اِس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو درکنار، کبھی اپنا چہرۂ مبارک بھی آئینہ میں نہیں دیکھا تھا۔ [۳۸]

مومنوں پر شفقت

آپ مومنوں پر اِس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو اُن کے حق میں دعا فرماتے تھے۔ [۳۹]

ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک

حکیم قدرت اللہ خان، جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں اپنا وقت صَرف کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لیے بے حد کوشش فرمائی۔ [۴۰]

آپ کی مجلس کا انداز مبارک

آپ کی مجلس شریف میں دنیا کا ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امراء یا فقراء کا ذکر ہوتا۔ گویا یہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ/ ۷۷۷ء) کی مجلس تھی۔ (۴۱)

غیبت اور آپ

اگر کوئی آپ کی غیبت کرتا تو فرماتے، واقعی برائی مجھ میں ہے۔ (۴۲)

غیبت سے نفرت

کسی نے شاہ عالم بادشاہ (م ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کی برائی (غیبت) بیان کی۔ آپ روزے سے تھے، فرمایا: ''افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔'' کسی نے عرض کی کہ حضرت! آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: ''صاحب! اگر چہ میں نے ایسا نہیں کیا، لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔'' (۴۳)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف و نہی عن المنکر آپ کا شیوہ تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اِس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ ثانی (۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کا احتساب کیا ہے، وہ آپ کے مکاتیب شریفہ (مرتّبہ شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) میں (ص ۴۴ پر) شامل ہے۔ (۴۴)

جامع مسجد، دہلی شریف سے تصاویر نکلوانا

حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ہی کے حکم سے جامع مسجد، دہلی شریف میں موجود آثارِ نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر چہ وہاں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصویروں کی موجودگی کا علم ہوا۔

آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکال دی گئیں۔ (۴۵)

اندازِ احتساب

بندیل کھنڈ کا رئیس نواب شمشیر بہادر ایک مرتبہ ہیٹ پہنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ غصے میں آ گئے اور اُسے منع فرمانے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ''خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔'' وہ غصے میں بھرا ہوا اُٹھا اور دالان کے چبوترہ کی سیڑھیوں تک جا کر اپنی ہیٹ خادم کو دے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیعت کی، اور بعدازاں آپ کے مخلصین میں شامل رہا۔ (۴۶)

اُسلوبِ اصلاح

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے داڑھی نہیں رکھی تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے۔ پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ اسلام میں جو کچھ ہے، وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے، ہم تو آپ کے گماشتے ہیں۔ آخر کار وہ چلے گئے اور پھر انہوں نے کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔ (۴۷)

ترک وتجرد

آپ کا ترک و تجرد اِس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہِ وقت اور دوسرے امراء یہ تمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ شریف کے خرچ کے لیے کچھ متعیّن کریں، لیکن آپ کی زبانِ مبارک پر اکثر یہی قطعہ رہتا:

خاک نشینی است سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نشد خلعت عریانیم

یعنی: خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے (اور) میرے لیے شاہی تاج باعثِ شرمندگی ہے۔

❁ چالیس سال سے میں نے اسے پہن رکھا ہے، (ابھی تک) میری خلعت عریاں بوسیدہ نہیں ہوئی ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ (جیسا کہ وہ

فرماتا ہے):وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ (سورۃ الذاریات،آیت۲۲)، یعنی:اورآسمانوں میں تمہارے لیے رزق ہے،جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مشکلات حل فرما دیتا تھا۔آپ فرماتے تھے کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں،اس کے لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے:''شکستہ ہاتھ،شکستہ پاؤں،صحیح دین اور درست یقین۔''(۴۸)

طبع نازک

آپ کی طبیعت مبارک اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمبا کو کا دُھواں چھوڑتا (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دُھونی دیتے۔فرماتے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو نسوار دانی بنا دیا ہے۔(۴۹)

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت وعقیدت وافرہ

آپ کو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا۔جب آپ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی لیتے تو بیتاب ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آپ پر سایہ ہو۔یہ بات سنتے ہی آپ بیتاب ہو گئے اور اُس خادم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔(اور) فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سایہ مبارک ہو؟اور (پھر) اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔(۵۰)

اتباعِ سنت کا ذوق وجذبہ عالی

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینۂ مبارک پر تھی۔اگر حدیث شریف سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی عمل کا پتہ چلتا تو اُس کے مطابق عمل کرتے۔بکری کے شانے کا گوشت منگواتے اور اُسے پکاتے،کیونکہ وہ مسنون ہے۔(۵۱)

قرآن مجید کا ذوق وشوق

آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔اوّابین اور تہجد کی نماز میں حضرت شاہ

ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے ختم قرآن مجید سنتے اور کبھی غلبہ شوق سے زیادہ سنتے اور بیتاب ہو کر فرماتے: ''بس کرو، مجھ میں بیتاب ہونے کی زیادہ طاقت نہیں ہے۔''(۵۲)

دردانگیز اشعار سننا

آپ اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے، جس سے آپ کو وجد آ جاتا۔ لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے، اس لیے ضبط کر لیتے تھے۔(۵۳)

حالتِ ضعف میں قوت توجہ

آخر عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن آپ حافظ شیرازیؒ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کا یہ شعر پڑھتے:

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

(دیوان حافظ، ص ۲۰۶)

یعنی: اگرچہ میں بوڑھا، شکستہ دل اور ناتواں ہو چکا ہوں، لیکن جب تیرے چہرے کی مجھے یاد آتی ہے تو جواں ہو جاتا ہوں۔

اور پھر شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے طالبوں پر توجہ فرماتے تھے۔(۵۴)

فصل سوم

سفر عالم بقا

شوقِ شہادت

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی، لیکن فرماتے تھے: ''حضرت پیر و مرشد (مظہر جان جاناں) قدس سرہٗ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا قحط مسلّط رہا، جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا، وہ حیطۂ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں، اس لیے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں۔''(۵۵)

مرض وصال شریف

آپ کو آخری عمر مبارک میں بواسیر اور خارش کے مرض کا غلبہ ہوا۔(۵۶)

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی طلبی

آپ کے خلیفہ نامدار حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) لکھنؤ میں تھے۔ آپ نے ان کو بہت سے مکتوب گرامی تحریر فرمائے، جن میں سے ایک میں انہیں تحریر فرمایا:

''اس سے پہلے تمہاری طلب کے لیے میں متواتر خطوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے۔ ظاہراً مجھے اب صحت ملنا محال ہے، اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے:

ع خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند

یعنی: محبوب اس معاملے میں دیر ہی کرتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالی شان (نقشبندیہ مجددیہ) کے مقامات کا

آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے۔‘‘(۵۷)

حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے سراسیمگی کے عالم میں اپنے اہل وعیال کو لکھنؤ ہی میں چھوڑا اور خود آپ کی خدمت مبارک میں پہنچ گئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

’’میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملتے وقت بہت روؤں، لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔‘‘(۵۸)

وصیت نامہ

آپ کی دائمی عادت مبارک یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر، شغل نسبت، اخلاقِ حسنہ، مل کر رہنا، قضائے الٰہی پر چون وچرا کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد، فقر وقناعت، تسلیم ورضا اور توکّل سے بافراغت رہنا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا. (سورۃ النساء، آیت ۸۷)
یعنی: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، جو کہ جامع مسجد (دہلی شریف) میں ہے، لے جائیں اور حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے میری شفاعت کرنے کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد (دہلی شریف) میں پڑھی گئی، آثار شریفہ کے پاس لے گئے۔ وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے، ان کے بارے میں فرمایا کہ انہیں تربت کے سرہانے چھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمۂ طیّبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے، (لہٰذا) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مفلسا نیم آمدہ درکوئے تو — شَيْئًا لِلّٰهِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما — آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی: ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رُخِ انور کی زیارت

کرائیے۔

۞ ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر آفرین۔ (آپ نے فرمایا) میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں، نیز یہ دو عربی اشعار بھی پڑھیں:

وَفَدْتُ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادٍ   مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ كُلَّ شَيْءٍ   اِذَا كَانَ الْوُفُوْدُ عَلَى الْكَرِيْمِ

یعنی: میں اپنے (رب) کریم کی طرف نیکیوں اور قلبِ سلیم جیسے زادِ راہ کے بغیر جا رہا ہوں۔

۞ کیونکہ زادِ راہ کا اس وقت اُٹھانا بہت بُرا کام ہے، جب کسی کریم کے پاس جانا ہو۔

وصال مبارک

آپ نے شیخ غلام مرتضٰی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام اپنے مکتوب شریف میں اپنی بیماری اور آرزو کے بارے میں یوں تحریر فرمایا:

''معمولی سی حرکت اور نماز میں سانس سخت ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے پنڈلی میں بل (کڑول) پڑ جاتا ہے۔ اعضاء میں زندگی کے اسباب میں سے کچھ نہیں رہا، ذات قادر قوی (اللہ) سبحانہٗ کے ارادہ سے زندگی کی صورت باقی ہے:

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

(بوستان سعدی، ص ۱۰)

یعنی: اے اللہ! (خاتونِ جنت حضرت سیّدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد کے صدقے کلمہ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمانا۔

احوال محبت میں مغلوب اور حضرت حق سبحانہٗ کے شہود میں (رہ کر) مَیں مرنا چاہتا ہوں اور ابن یمین کبروی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ان اشعار کے معنی کی

آرزو کرتا ہوں:

منگر کہ دلِ ابن یمینؔ پر خون شد   بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست   با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد"

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُرخون ہوا، تو (یہ) دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا؟

ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔ اور یہ چیز آپ کی نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت وعقیدت کی علامت ہے۔ بروز ہفتہ ۲۲ر صفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۶راکتوبر ۱۸۲۴ء کو اشراق کے بعد آپ نے مولوی کرامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میاں صاحب (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو جلد بلاؤ۔ آپ نے بڑی دِقت سے یہ مفہوم ادا فرمایا۔ مولوی کرامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے گئے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے۔ جب وہ دروازے سے داخل ہوئے تو آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور اُسی عالم میں اشراق کے بعد پاؤں کے بل بیٹھے ہوئے، عین مشاہدۂ حق کے استغراق میں آپ نے وصال فرمایا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اس وحشت ناک خبر کو سن کر ہزاروں لوگ خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی میں جمع ہو گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ جامع مسجد، دہلی شریف میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں پڑھی گئی اور بعد ازاں آپ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے دائیں جانب آخری آرام گاہ پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

تاریخ سال وصال مبارک

آپ کی تاریخ وفات "نور اللہ مضجعہ" اور مصراع فارسی: "جاں بحق نقشبند ثانی داد" سے (۱۲۴۰ھ) برآمد ہوتی ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے تاریخ وصال یوں کہی ہے:

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زماں زاین جہاں فرمود رحلت سوئے جناب کریم
سال او با حال او جستم چواے رافت ز دل گفت "فی روح وریحان وجنات النعیم"(۵۹)

۱۲۴۰ھ

جانشین معظم

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) آپ کے جانشین معظم قرار پائے۔(۶۰)

فصل چہارم

آثار وتصنیفات

آپ نے متعدد کتب ورسائل تصنیف وتالیف فرمائے، جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ احوال بزرگان (فارسی)

اس رسالہ میں آپ نے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء)، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء)، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (م۶۱۸ھ/ ۱۲۲۱ء)، حضرت خواجہ معین الدین چشتی (م۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء)، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء)، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر (م۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء)، حضرت شیخ نظام الدین اولیا (م۷۲۶ھ/ ۱۳۲۵ء)، حضرت مخدوم صابر (م۶۹۱ھ/ ۱۲۹۱ء)، حضرت شاہ (بہاءالدین) نقشبند (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء)، حضرت خواجہ (علاء الدین) عطار (م۸۰۲ھ/ ۱۴۰۰ء)، حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار (م۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء)، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)، حضرت مجدد الف ثانی (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کی اولاد امجاد کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا ہے۔اس کا خطی نسخہ کتاب خانہ جی.معین الدین، لاہور میں موجود ہے۔ (۶۱)

۲۔ ایضاح الطریقہ (فارسی)

یہ رسالہ ۱۲۱۲ھ (۹۸-۱۷۹۷ء) کی تصنیف ہے اور بارہا چھپ چکا ہے۔ایک بار مطبع علوی، لکھنؤ سے ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا۔اس کے ساتھ سبعہ سیارہ، اربعہ انہار اور حاشیہ اربعہ انہار بھی طبع ہیں۔ایک دفعہ مطبع احمدی، رام پور سے ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں

شائع ہوا۔ (۶۲)

اس کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ از مولانا منظور احمد (مدینہ منورہ) شیخ المشائخ سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے حکم پر خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی جانب سے ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء اور ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں طبع ہو چکا ہے اور اس ناکارہ روزگار راقم الحروف کا کیا ہوا ترجمہ مکاتیب شریفہ میں مکتوب ۹۰ کی صورت میں موجود ہے۔

۳۔ درالمعارف (فارسی)

یہ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) نے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی فرمائش پر مرتّب کیا تھا۔ اس میں منگل ۱۲ ربیع الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۱۱ فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل اتوار عیدالفطر (یکم شوال) ۱۲۳۱ھ/ ۲۵ اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔ آخر میں کچھ ملفوظات بغیر تاریخ جمع ہیں، جن میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/ اپریل ۱۸۱۸ء کے بعض ارشادات بھی محفوظ ہیں۔

یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کا فارسی متن حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ ہی میں مولوی ہدایت علی بریلوی کے اہتمام سے طبع ہوا تھا۔ ایک بار مطبع نادری، بریلی سے ۱۳۰۴ھ/ ۸۷-۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی۔ پھر محبوب المطابع، دہلی سے ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں چھپی۔ اس کے بعد ۸۰-۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں کلیم آرٹ، ملتان نے چھاپی۔ نیز استنبول، ترکی سے مکتبہ ایشیق نے ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں اور مکتبۃ الحقیقۃ نے ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء میں اسے طبع کیا۔ نیز مطبع نامی نے نیاز علی بریلوی کے اہتمام سے اسے چھاپا۔ (۶۳)

اس کا اُردو ترجمہ فقیر عبداللہ نے کیا جو مکتبہ اسدیہ، گجرات سے ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا۔ اور ایک اور ترجمہ عبدالحکیم خان اختر نے کیا جو نوری کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوا۔

زیرِ نظر ترجمہ احقر نے محبوب المطابع، دہلی اور مکتبۃ الحقیقۃ دارالشفقۃ، ایشیق، استنبول، ترکی کے مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔

۴۔ رسالہ اذکار (فارسی)

یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔ (۶۴)

۵۔ رسالہ دراحوال شاہ نقشبندؒ (فارسی)

یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے حالات و مناقب میں ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔ نیز مکاتیب شریفہ میں مکتوب ۸۷ کے تحت ''رسالہ سوم'' کے طور پر شامل ہے۔ (۶۵)

۶۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف وواردات حضرت مجددؒ (فارسی)

یہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور اُن کے خلفاء واولاد کے احوال و مناقب میں ہے اور دراصل زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کی تلخیص ہے۔ بعض دیگر کتابوں اور صدری روایات کو بھی اس میں جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، لِلّٰہ شریف، ضلع جہلم، کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن (فہرست مخطوطات ۱: ۴۶۰) میں محفوظ ہیں۔ (۶۶)

۷۔ رسالہ دررد اعتراضات شیخ عبدالحقؒ بر حضرت شیخ مجددؒ (فارسی)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشوف کے بارے میں اشکال تھے، جو ایک مکتوب کی صورت میں موجود ہیں۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اپنے اعتراضات واپس لے لیے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مخالفین نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کو آڑ بنا کر اپنے دِلوں کی غبار نکالی ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں نہایت مثبت طریقے

سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشکال کا جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے اور مکاتیب شریفہ میں مکتوب ۸۸ کے تحت رسالہ ششم کے طور پر شامل ہے۔ (۶۷)

۸۔ رسالہ در ردّ مخالفین حضرت مجددؒ (فارسی)

یہ رسالہ درج ذیل فصول پر مشتمل ہے: (۱) در بیان مجملی از احوال حضرت مجددؒ، (۲) در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال، (۳) در اجوبہ بعضی اعتراضات شیخ عبدالحقؒ کہ رسالہ ای در انکار معارف ایشان نوشتہ اند، (۴) در بیان حواشی کہ استاد فقیر (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) در ایام خردی بر رسالہ مذکور تحریر فرمودہ اند، (۵) در رفع شبہاتی کہ برالسنہ عوام مذکور است۔

یہ رسالہ آپ کے اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصّل ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔ (۶۸)

۹۔ رسالہ در طریق بیعت و اذکار (فارسی)

یہ رسالہ آپ نے حضرت سیّد اسماعیل محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ سے بیعت ہونے کے بعد لکھا ہے اور اِس میں بیعت کی قسمیں اور ذکر کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں چھپ چکا ہے۔ مکاتیب شریفہ میں مکتوب ۸۵ کے تحت ''رسالہ اوّل'' کے طور پر شامل ہے۔ (۶۹)

۱۰۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ (فارسی)

اس مختصر رسالہ میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ رسائل سبعہ سیارہ اور آپ کے مکاتیب شریفہ میں چھپ چکا ہے۔ مکاتیب شریفہ میں مکتوب نمبر ۸۶ کے تحت رسالہ دوّم کے طور پر شامل ہے۔ (۷۰)

۱۱۔ رسالہ مراقبات (فارسی)

اس میں آپ نے طریقت کے مقامات کا ذکر کیا ہے اور یہ ۵ر جمادی الاوّل

۱۲۳۱ھ/۴رفروری ۱۸۱۶ء سے پہلے تالیف فرمایا ہے۔ یہ مکاتیب شریفہ میں مکتوب نمبر ۱۰۰ کے تحت رسالہ پنجم کے طور پر، نیز رسائل سبعہ سیارہ میں اور درالمعارف (درملفوظات ۵ر جمادی الاوّل ۱۲۱۳ھ/۳ر اپریل ۱۸۱۶ء) میں شامل ہے۔ (۷۱)

۱۲۔ رسالہ مشغولیہ (فارسی)

اس میں لطائف کا ذکر ہے اور غیر مطبوعہ ہے اور حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کی بیاض میں شامل ہے، جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے کتاب خانہ گنج بخش میں موجود ہے۔ (۷۲)

۱۳۔ سلوک نقشبندیہ (فارسی)

یہ رسالہ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں موجود ہے۔ (۷۳)

۱۴۔ کمالاتِ مظہریہ (فارسی)

یہ آپ نے اپنی عمر مبارک کے آخری حصہ میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف فرمائی اور اس میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے احوال وافکار درج ہیں اور یہ درحقیقت آپ کی اسی موضوع پر دوسری تصنیف ''مقامات مظہری'' کا خلاصہ ہے، جس میں آپ نے بعض ترمیمات بھی کی ہیں۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خانہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی صاحبؒ (م ۱۴-۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا۔ (۷۴)

۱۵۔ مقامات مظہری (فارسی)

یہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے حالات ومقامات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے بعض ملفوظات ومکتوبات بھی شامل ہیں۔ اسے آپ نے ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء میں تالیف کیا اور یہ مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) کی کتاب بشارات مظہریہ کی تلخیص اور انتخاب ہے اور اِس میں آپ نے اضافہ بھی کیا ہے۔

اس کا فارسی متن چند بار طبع ہوا۔ ایک بار مطبع احمدی، دہلی سے ۱۲۶۰ھ/۱۸۵۳ء میں بعنوان **رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہٗ** بہ نگرانی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی، ۱۸۳ص، اور دوبارہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں مطبع مجتبائی، دہلی سے باہتمام مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) بعنوان **لطائف خمسہ معروف بہ مقامات مظہری**، ۲۰۷ص، شائع ہوا تھا۔

اس کا پہلا اُردو ترجمہ ملک فضل الدین و ملک چنن الدین (مالک) اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے (تقریباً) ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں طبع ہوا تھا، جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ دوسرا اُردو ترجمہ پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے کیا، جو اُردو سائنس بورڈ کی طرف سے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں شائع ہوا اور ۷۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۷۵)

۱۶۔ مکاتیب شریفہ (فارسی)

آپ کے ۱۲۵ مکتوبات گرامی کا مجموعہ، جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ۱۲۱۳ھ/ ۱۸۱۶ء میں جمع کیا تھا۔ یہ پہلی دفعہ مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں ۲۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔ دوبارہ حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ ارشد نائب قیوم حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کی عمدہ و عالی تصحیح و تحقیق سے لاہور سے ۱۳۷۱ھ/ ۵۲-۱۹۵۱ء میں ۱۷۴ صفحات کی ضخامت میں طبع ہوا تھا اور بعدازاں یہ طباعت ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے حسین حلمی کی کوشش سے عکسی صورت میں شائع ہوئی۔ (۷۶)

مکاتیب شریفہ (مترجم اُردو) کی زیرِ نظر اشاعت حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح و طبع کردہ اسی متن پر مبنی ہے۔

۱۷۔ مکتوب گرامی (اُردو)

آپ کا ایک اُردو مکتوب گرامی ارشاد المسترشدین میں (ص ۱۳۷-۱۴۱ پر) موجود ہے، اور یہ ۷۴-۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اُردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ (۷۷)

۱۸۔ ملفوظات شریفہ (فارسی)

یہ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے تقریباً ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء (بتاریخ ۲۹ر شعبان، ۲۲-۲۳ر رمضان اور عید الفطر) میں مرتّب کیا، اور اِس میں آپ کے چالیس روز کے ملفوظات نقل ہیں جو مؤلفؒ نے اپنی گیارہ ماہ کی حاضری میں وقتاً فوقتاً جمع کیے تھے۔ ان ملفوظات کو اگر درالمعارف کا ضمیمہ سمجھ کر مطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تشریح خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس کا اُردو ترجمہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے کیا، جو اُن کے مقدمہ وحواشی کے ساتھ مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۱۷۵ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ (۷۸)

۱۹۔ منظوم کلام

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) نے درالمعارف میں (بروز سوموار ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ کے ملفوظ میں) آپ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

من نہ آن مستم کہ جام مے ہوس باشد مرا
گردش از ساغر چشم تو بس باشد مرا

یعنی: میں وہ مست نہیں ہوں کہ مجھے شراب کے جام کی ہوس ہو، تیری آنکھ کے ساغر کا دور ہی میرے لیے کافی ہے۔

فصل پنجم

امراء کی تربیت وتوکّل

آپ کے مجموعہ مکاتیب شریفہ میں بادشاہِ ہند محمد اکبر شاہ ثانی (۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کے نام ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا ایک مکتوب ملتا ہے۔ (۷۹)

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ہیٹ سر پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے طیش میں آکر اُسے منع فرمایا۔ (۸۰)

بادشاہ اور امراء خانقاہ مظہریہ شریف کے اخراجات کے لیے مدد کے طور پر کچھ دینے کی درخواست کرتے رہے، لیکن آپ نے مسلسل استغنا برتا۔ نواب امیر خان (م ۵۰-۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء) والی ٹونک وسرونج نے بھی یہی استدعا کی، لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی اور حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا:

''ہم فقر وقناعت کی آبرو پر آنچ نہیں آنے دیں گے، امیر خان سے کہہ دو کہ روزی مقرر ہے۔''(۸۱)

تقریباً ۱۸۱۱-۱۸۱۹ء میں نواب نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی شریف کے لوگ اس کے ہاں گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے۔ وہاں دہلی کا ریذیڈنٹ بھی آیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، لیکن آپ نہ اُٹھے اور نہ اس سے ملے، بلکہ اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف کر لیا۔ اس نے حاضرین سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اُس کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی تھی، جس سے آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے۔ اسے آپ نے بری طرح ڈانٹ کر ہٹایا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اُس نے اپنے ملازموں سے کہا:

''میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔'' (۸۲)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے متوکّل اور قناعت پسند تھے کہ ایک مرتبہ خرچ کے لیے کوئی چیز ہاتھ میں نہ تھی۔ فاقہ آ پہنچا۔ ایک حجرے میں داخل ہوئے اور اُس کا دروازہ بند کرلیا، اس خیال سے کہ یہ کپڑے جو میرے تَن پر ہیں، یہ میرا کفن ہیں، اور یہ حجرہ میری قبر ہے۔ میں اپنی تجہیز و تکفین کے لیے لوگوں کو زحمت میں مبتلا کیوں کرو؟ تیرہ روز فاقہ کی حالت میں اس حجرے میں تھے کہ ایک آدمی نے آکر حجرے کے دروازے پر آواز دی کہ میں تیرہ روپے جناب کے لیے لایا ہوں، ان کو قبول فرمالیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب نہ دیا۔ آخر کار اُس آدمی نے حجرے کے دروازے کے سوراخ سے وہ رقم اندر گرادی، جس کے بعد حضرت شاہ صاحب کا کام جاری ہوا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ خانقاہ شریف کے خرچہ کے لیے قرض مبارک لے کر درویشوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دس ہزار روپیہ نان بائی کا قرض ہو جاتا تھا۔ فتوحات (تحائف) ملنے پر اوّل پہلا قرض ادا فرماتے تھے اور باقی بچ رہنے والا مال خانقاہ شریف کے لیے خرچ کرتے تھے اور اُس کے ختم ہو جانے پر پھر قرض لینا شروع کر دیتے تھے، لیکن آپ اہلِ دنیا اور اُمراء کے مال و تحائف قبول نہ فرماتے تھے۔ (۸۳)

فصل ششم

ملفوظات شریف

کیفیات عبادات پر دھیان

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہیے کہ نماز کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے؟ درسِ حدیث اور زبانی شغل تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر) سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے؟ یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ مشکوک لقمہ سے ظلمت میں کتنا اضافہ ہوا؟ اسی طرح دوسرے گناہوں پر بھی دھیان ہونا چاہیے۔ (۸۴)

طالب خواہشات

فرمایا کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اے عزیز! جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی چیز کا غلام رہے گا۔ (۸۵)

محبت دنیا

فرمایا کہ دنیا کی محبت خطاؤں کی جڑ اور یہی کفر یہ گناہوں کی اصل ہے:

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب در بق بق و در زق زق اند

(مثنوی مولانا رومؒ)

یعنی: اہلِ دنیا (صرف دنیا چاہنے والے طریقت میں) مطلق کافر ہیں۔ وہ دن رات بک بک اور فضول (کاموں میں) مصروف ہیں۔ (۸۶)

یادِ مطلوب

فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ رہے:

این شربت عاشقی ست خسرو
بے خون جگر چشید نتوان

یعنی: اے خسرو! یہ شربت عاشقی ہے (اور یہ) خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر نہیں پیا جا سکے گا۔ (۸۷)

صوفی اور دنیا و آخرت

فرمایا کہ صوفی کو دنیا و آخرت پسِ پشت ڈال کر مولیٰ (کریم) کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ (۸۸) بقول مولانا رومؒ:

ملت عشق ز ملتہا جداست
عاشقان را مذہب و ملت خداست

یعنی: عشق کی ملت تمام ملتوں سے جدا ہے، عاشقوں کا مذہب اور ملت (رضائے) خدا ہے۔

مردوں کی اقسام

فرمایا کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں؛ نامرد، مرد، جوانمرد اور فرد۔ ان میں دنیا کے طالب نامرد، آخرت کے طالب مرد، آخرت و مولیٰ (کریم) کے طالب جوانمرد اور (صرف) مولیٰ (کریم) کے طالب فرد (یعنی یگانہ) ہوتے ہیں۔ (۸۹)

اقسام خطرات

فرمایا کہ خطرات (وسوسوں) کی بھی چار قسمیں ہیں؛ شیطانی، نفسانی، ملکی اور حقانی۔ ان میں شیطانی وسوسہ بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے، ملکی (خیر و نیکی والا) دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق (سب سے اوپر) سے آتا ہے۔ (۹۰)

اقسام بیعت

فرمایا کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے؛ پہلی پیرانِ کبار کے وسیلہ کے لیے، دوسری گناہوں سے توبہ اور تیسری نسبت (باطنی) حاصل کرنے کے لیے۔ (۹۱)

مخدوم بننے کا راز

فرمایا کہ جو مخدوم بننا چاہے، وہ مرشد کی خدمت کرے:

ع   ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد (۹۲)

یعنی: جس نے خدمت کی، وہ مخدوم بن گیا۔

درویشوں کی شب معراج

فرمایا کہ بھوک کی رات درویشوں کے لیے شب معراج ہے۔ (۹۳)

معاش درویشاں

فرمایا کہ درویشوں کی معاش وہی ہے، جسے شیخ ابن یمین کبرویؒ (م۷٦۹ھ/ ۱۳٦۹ء) نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین وخرقہ پشمین وآب شور   سیپارہ کلام و حدیث پیغمبری

ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است   در این نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری

تاریک کلبہٗ کہ پی روشنی آن   بے ہودہ منتی نبرد شمع خاوری

با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو   درپیش چشم ہمت شان ملک سنجری

این آن سعادت است کہ حسرت برد بر آن   جویائے تخت قیصر و ملک سکندری (۹۴)

یعنی: جَو کی روٹی، پشم کا خرقہ اور تلخ پانی، قرآن مجید کے تیس پارے اور پیغمبر (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حدیث مبارک۔

- نیز ایسے علم کی دو چار کتابیں جو نفع بخش ہو (اور) اس میں نہ بوعلی (سینا) کی لغویات اور عنصری کی فضولیات ہوں۔
- ایک تاریک گوشہ (حجرہ) جس پر شمع خاوری (یعنی مشرق کے بادشاہ سورج) کی روشنی کا بیہودہ احسان نہ ہو۔
- ایک دو ایسے آشنا (یار) جن کی آنکھوں کی ہمت کے سامنے بادشاہ سنجر کی سلطنت آدھے جَو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی ہو۔
- یہ ایسی سعادت ہے کہ جس پر تخت قیصر اور ملک سکندری کا متلاشی (بھی) حسرت

کرتا ہے۔

عاشق رند

نیز آپ مولانا جمالی (م۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء) کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

لنگکی زیر لنگکی بالا نے غم وزد نے غم کالا
کزک بوریا و پوستکی دلکی پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جمالی را عاشق رند لاأبالی را (۹۵)

یعنی: ایک چادر نیچے (بطور تہبند) اور ایک چادر اوپر (لباس کی کافی ہے)، نہ چور کا غم اور نہ ہی مال کا فکر (ہے)۔

- پھٹا پرانا بوریا اور گدڑی، پُر درد دِل (اور) ایک محبوب۔
- اتنی ساری (متاع دنیا) رند (آزاد منش اور) لاأبالی (نڈر) عاشق جمالی کے لیے کافی ہے۔

بقول حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے یہ اشعار بھی آپ کے حسب حال ہیں:

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دومنی فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ندہم اگرچہ در پیم افتند خلق، انجمنی
ہرآنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد فروخت یوسف مصری بہ کمترین ثمنی (۹۶)

یعنی: دو عقلمند دوست اور کثیر مقدار میں پرانی شراب۔ فراغت (کے لمحات)، ایک کتاب اور ایک چمن کا گوشہ۔

- میں اس مقام (نعمت) کو دنیا و آخرت کے بدلے میں (بھی) نہیں دیتا، خواہ لوگوں کا ایک ہجوم میرے پیچھے لگ جائے۔
- جس کسی نے گوشۂ قناعت کو دنیاوی خزانے کے بدلے میں دے دیا، (گویا) اس نے مصر کے (حضرت) یوسف (علیہ السّلام) کو کھوٹے داموں بیچ ڈالا۔

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی

فرمایا کہ سعدی شیرازیؒ (م۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) سلسلۂ سہروردیہ کے عقلمند آدمی تھے۔ انہوں نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کر دیا ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکی آنکہ برخویش خود بین مباش — دگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

یعنی: میرے دانا پیر و مرشد (شیخ) شہاب (الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) نے دو سنہری (قیمتی) نصیحتیں فرمائیں۔

۞ ایک یہ کہ خودبین مت بنو اور دوسرا یہ کہ (اپنے علاوہ) دوسروں کو بُرا مت سمجھو۔ (۹۷)

طلب وترک حلال کی فرضیت

فرمایا کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے، اُسی طرح ترک حلال بھی عارفوں پر فرض ہے۔ (۹۸)

طریقہ نقشبندیہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے، یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات۔ (۹۹)

دید قصور

فرمایا کہ میری دید قصور (خود کو کم درجہ سمجھنا) یوں ہے کہ جب کوئی کتّا میرے گھر آئے تو میں کہتا ہوں کہ الٰہی! میں کون ہوں جو تیرے مقربین (دوستوں) کو نجات کا وسیلہ بناؤں، تو اس کتّے، جو تیری مخلوق میں سے ہے، کے صدقے میرے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے اوپر نظر عنایت فرما۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لیے (میرے پاس) آتا ہے تو میں اسے تقرب (الٰہی) کے لیے وسیلہ بناتا ہوں۔ (۱۰۰)

شانِ ذوق

فرمایا کہ حلقہ اکابر چشتیہ، جو کہ ذوقِ محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود اُن کے

دلوں میں رنگا رنگ کے ذوق پیدا کرتا اور چہرۂ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے، لیکن اس کے متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود شریف اذواق بخشتے ہیں۔

ع آن ایشانند من چنینم یارب

یعنی: الٰہی! وہ کتنے عظیم لوگ تھے اور میں کیسا ہوں؟

اسی طرح جب اسم مبارک (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) زبان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور کبھی دونوں ہاتھ پھیلاتے اور ملاتے کہ گویا کسی کو آغوش میں لیتے ہیں، اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کا یہ شعر پڑھتے:

موسیا آداب دانان دیگر اند
سوختہ جان و روا نان دیگر اند (۱۰۱)

(مثنوی مولانا رومؒ)

یعنی: اے موسیٰ (علیہ السّلام)! سالکوں کے آداب اور ہیں اور سوختہ جاں اور مجاذیب کے آداب اور ہیں۔

طالبِ ذوق وکرامات

فرمایا کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب، خدا کا طالب نہیں ہوتا۔ (۱۰۲)

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) حافظ شیرازیؒ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کا یہ شعر نقل کرتے ہیں:

شرم ما باد ازین خرقہ آلودہ خود
گر بدین فضل وکرم نام کرامات بریم

(دیوان حافظ، ص ۱۷۷)

یعنی: مجھے اس اپنے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے اگر اس فضل وکرم کو کرامات کا نام دیں۔

نیز حافظ شیرازیؒ ہی کہتے ہیں:

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف
ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانی دارد

(دیوان حافظ، ص۹۲)

یعنی: دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں، کیونکہ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے۔ (۱۰۳)

کمالاتِ نبوت کا ظہور

فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض کے خزانے بدن (مبارک) سے ہوا، یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنا، یہ فیض صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کے کمالات، یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرار توحید (کی صورت میں ظاہر ہوا)، وہ حضرت (جنید) بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے امت کے اولیا تک پہنچے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ نفس کے کمالات، جو نسبتِ باطن میں اضمحلال اور استہلاک سے عبارت ہیں، وہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر آشکار ہوئے ہیں۔ اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسم شریف (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ (۱۰۴)

ولایت و کمالاتِ نبوت

فرمایا کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں، لیکن کمالاتِ نبوت میں مضر نہیں ہوتے۔ امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اُجَهِّزُ الْجَيْشَ وَ اَنَا فِي الصَّلٰوةِ.''

یعنی: میں نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں۔

آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا۔ (۱۰۵)

رضائے نفس اور حق نفس

فرمایا کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے اور دوسرا حق نفس ہے۔ رضائے نفس کی غذا بہت لطیف ہے اور حق نفس یہ ہے کہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے۔ (۱۰۶)

لفظ فقیر کی تشریح

فرمایا کہ لفظ فقیر میں ''ف'' سے مراد فاقہ، ''ق'' سے قناعت، ''ی'' سے یادِ الٰہی اور ''ر'' سے ریاضت ہے۔ جو انہیں بجا لائے تو اُسے ''ف'' سے فضل خدا، ''ق'' سے قربِ مولیٰ، ''ی'' سے یاری اور ''ر'' سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو ''ف'' سے فضیحت (ذلت)، ''ق'' سے قہر، ''ی'' سے یاس (نا اُمیدی) اور ''ر'' سے رسوائی ملتی ہے۔ (۱۰۷)

کمالات اور وصول و حصول

فرمایا کہ کمالات میں عریانی وصل ہوتی ہے اور اِس مقام میں سالک کے نصیب میں نا اُمیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ہر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا۔ (۱۰۸)

ادارک بلند

فرمایا کہ حق سبحانہٗ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔ چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں، مجھے ان کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔ (۱۰۹)

تین بلند کتابیں

فرمایا کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں: **قرآن شریف، صحیح بخاری** اور **مثنوی مولانا رومؒ**۔ (۱۱۰)

اولیا کی اقسام

فرمایا کہ اولیا تین قسم کے ہوتے ہیں: اربابِ کشف، اربابِ ادراک اور اربابِ جہل۔ (۱۱۱)

قبولیت دعا کی نشانی

فرمایا کہ دعا کے وقت فیض کے انوار ہوتے ہیں (لیکن دعا کی) قبولیت کے اثر کی

برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر دونوں ہاتھ بوجھل محسوس ہوں تو یہ دعا کی قبولیت کی علامت ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) انشراح صدر (سینے کی کشادگی) حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔ (۱۱۲)

بیعت اویسی کا طریقہ

فرمایا کہ جو کوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اویسی (بیعت) ہونا چاہے تو وہ نمازِ عشاء کے بعد اپنے خیال میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے:

''یَا رَسُوْلَ (اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) بَایَعْتُکَ عَلٰی خَمْسِ شَهَادَةِ: اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَ صَوْمَ رَمَضَانِ وَ حَجَّ الْبَیْتِ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا.''

یعنی: یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں؛ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا، اور یہ (ماننا) کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنا، اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے کی صورت میں۔

چند راتیں وہ یہ عمل کرے۔ اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی (مرید) بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت نفل اس کے لیے پڑھے اور اُس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ (۱۱۳)

عقل نورانی وظلمانی

فرمایا کہ نورانی عقل وہ ہوتی ہے جو بلاواسطہ مقصود پر دلالت کرے، اور ظلمانی (عقل) وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہِ راست پر آئے۔ (۱۱۴)

پیروی شیخ و مرشد

فرمایا کہ جو کوئی ہم سے ملاقات رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم

جیسی وضع اختیار کرے:

یامرو با یار ازرق پیرہن یا بکش بر خانمان انگشت نیل
یا مکن با پیل بانان دوستی یا بنا کن خانہ در خورد پیل (۱۱۵)

یعنی: یا نیلی قمیص پہننے والے دوست (ولی اللہ) کے ساتھ نہ جا، یا اپنے گھر بار پر نیلی لکیر کھینچ (یعنی اس کو ولی کے لائق بنا)۔

۞ یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو ہاتھی (کی آمد ورفت) کے لائق بنا۔

خاصانِ خدا کی ارواح

فرمایا کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے، لیکن خاصانِ خدا کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

در کوئے تو عاشقان چنان جان بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز (۱۱۶)

یعنی: تیرے کوچے میں عاشق یوں جان دیتے ہیں (کہ) وہاں موت کے فرشتہ کو ہر گز جانا نہیں پڑتا۔

عین زوال کی حقیقت

فرمایا کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ سالک ''انا'' نہ کہہ سکے۔ چنانچہ خواجہ (عبیداللہ) احرار (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے: ''انا الحق کہنا آسان ہے، لیکن ''انا'' کو زائل کرنا مشکل ہے۔''(۱۱۷)

کفر طریقت

فرمایا کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں:

''كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَيَّ وَعِنْدَالْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ''(۱۱۸)

یعنی: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب اور مسلمان

کے نزدیک معیوب ہے۔

منصور (رحمۃ اللہ علیہ) کی رہنمائی

فرمایا کہ منصور (حلاج رحمۃ اللہ علیہ) نے لغزش کھائی اور زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا۔ اگر میرے زمانے میں ہوتے تو میں بے شک ان کی مدد کرتا (اور) اس حالت سے نکال کر حالتِ فوق پر لے جاتا۔ (۱۱۹)

مقامات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں، ان کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہٗ) میں ہوا۔ (۱۲۰)

فرمایا کہ حضرت مجدد (الف ثانی) قدس سرہٗ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں۔ اگر حضرت (مجدد) تمام وجودی اولیا پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہِ شہود پر آ جائیں۔ (۱۲۱)

طریقہ مجددیہ کے چار فیض

فرمایا کہ طریقہ مجددیہ میں چار فیض ہیں، یعنی نسبت نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی۔ لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے۔ (۱۲۲)

انوار ریاضت اور نسبت باطنی

فرمایا کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن اس سے پہلے شاہ جہان آباد (دہلی شریف) کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پی کر کلام مجید کے دس سیپارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات کرتا تھا۔ میری نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہو جاتا)، اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اُس کی نسبت پست ہو جاتی، (لیکن) میں بھی خود کو پست کر دیتا اور اُس بزرگ (صاحبِ مزار) کی تواضع کرتا۔ (۱۲۳)

انتہائے ناتوانی

فرمایا:

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
که از رخش نتوانم که دیده بردارم (۱۲۴)

یعنی: میں اپنی ناتوانی کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکتا۔

روزہ داروں کے لیے وصالِ الٰہی کی خوشخبری

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: ''اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ'' (یعنی: روزہ میرے لیے ہے اور اِس کی جزا بھی میں ہی دوں گا)۔ بعض کے نزدیک اجزیٰ صیغہ مجہول ہے، اس صورت میں روزہ کا رؤیت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے۔ پس روزہ داروں کے لیے (اس میں) خوشخبری ہے۔ (۱۲۵)

سلسلہ کی اجازت کے لائق

فرمایا کہ اس (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیب اخلاق حاصل کیے بغیر اور اِتباعِ سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی، اور مقام اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفہ نفس کی فنا، لفظ انا کے اطلاق کا سالک کے وجود سے خاتمہ اور نسبت کے انوار کا موجزن ہونا ہے اور (اس کا سب سے) اعلیٰ مرتبہ، لطیفہ قلب و نفس کی فنا و بقا کا شرف حاصل کرنے کے بعد عالمِ خلق کے لطائف کی تہذیب ہے، کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمال درجہ کا اطمینان اور جو کچھ (حضرت محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم لائے ہیں، اس کا اتباع حاصل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت (سلسلہ) دینا، مجاز (اجازت پانے والے) کو مغرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ. (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ (۱۲۶)

آدمی کو کیا چاہیے

آدمی کو دو چیز درست اور دو چیز شکستہ چاہیے: دین و یقین درست اور ہاتھ اور پاؤں شکستہ۔ (۱۲۷)

بغیر نمک پتھر چاٹنا

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا (جان جاناں) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے میرے بارے میں کہا کہ وہ طالب ذوق وشوق اور کشف وکرامت ہے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص ایسے شعبدوں کا طالب ہو، اُسے کہو کہ وہ ہماری خانقاہ سے چلا جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ جب یہ خبر مجھے پہنچی تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور نے یہ فرمایا ہے؟ جواب دیا: ''ہاں!'' میں نے عرض کیا: ''پھر کیا مرضی ہے؟'' فرمایا کہ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا، اگر یہ بے مزگی منظور ہے تو ٹھہرے رہو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ (۱۲۸)

امتیازات نقشبندیہ

فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوف قلبی، یعنی دل کو ہر آن ذات الٰہی کی طرف لگائے رکھنا، اور گزشتہ وآئندہ خطرات کی نگہداشت، یہ یوں کہ جب خطرہ (وسوسہ) دل میں پیدا ہو کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا؟ تو اسی وقت دل سے دفع کرے، تاکہ تمام قصہ دل میں نہ آئے، یا دل میں خیال آئے کہ فلاں جگہ جا کر یہ کام کروں اور اس کام میں فائدہ ہو تو اس کو فوراً دفع کرے۔ غرضیکہ اللہ کے سوا جو خیال (بھی) دل میں آئے، اسے اسی وقت دفع کرے۔ (۱۲۹)

احوال قلب

فرمایا کہ احوال قلب سالک کے دل پر شدید بارش کی مانند ظاہر ہوتے ہیں، اور جب قلب سے عروج کر کے لطیفہ نفس کی سیر (میسر) ہوتی ہے تو (یہ) ہلکی بارش کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ پھر لطیفہ نفس سے سیر جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، نسبت سمجھ میں نہیں آتی، نیستی ونابودی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور نسبت شبنم کے مانند ہو جاتی ہے۔ (۱۳۰)

اللہ کا ہونا

ایک بار کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لیے کچھ تحریر فرما دیں۔ آپ نے یہ آیت شریف تحریر فرمائی:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)۔

یعنی: آپ کہہ دیں اللہ، پھر انہیں چھوڑ دیں۔

آپ نے اس (آیت) کی تفسیر بھی اس کے نیچے اس طرح لکھی کہ تمام جزئی اور کلی امور کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے اور معاش وغیرہ کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور ماسویٰ اللہ کے تعلقات کو چھوڑنا چاہیے اور اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔ (۱۳۱)

حبس نفس

ایک دن ایک درویش کو آپ نے توجہ کے لیے یاد فرمایا۔ کسی نے عرض کیا کہ وہ جامع مسجد کی طرف سیر کو گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کیسی فقیری ہے؟ فقیری میں صبر لازم ہے اور صبر حبس نفس کو کہتے ہیں۔ (۱۳۲)

مجاہدہ

فرمایا کہ جس وقت ہم مجاہدہ میں مشغول تھے، پچیس برس تک اپنے آپ کو ایک حجرہ میں بند کر رکھا تھا، نہ سردیوں میں باہر آتا تھا اور نہ گرمیوں میں۔ (۱۳۳)

ذکر وفکر پر استقامت اور فکر خاتمہ بالخیر

فرمایا کہ میری عمر سترہ سال تھی کہ میں دہلی آیا تھا۔ اب مجھے دہلی میں ساٹھ برس گزر چکے ہیں اور ایک دن بھی بلا ذکر وفکر اور مراقبہ نہیں گزرا، اس کے باوجود خاتمہ (بالخیر) کا خوف ہر وقت دامن گیر ہے، اور اطمینان اس وقت ہوگا جب بہشت میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے کانوں سے پروردگارِ عالم کی صدا سنوں گا کہ اے بندے! میں تجھ سے راضی ہوں۔ (۱۳۴)

نہایت وبدایت

فرمایا کہ ہمارے اکابر طریقت فرماتے ہیں کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں نہایت کو بدایت میں درج کیا (گیا) ہے۔ اس کے معنی بہت لوگوں نے کیے ہیں۔ (پھر) فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ نہایت بدایت میں پیدا ہونے کی وجہ سے دائمی توجہ اور مع اللہ حضوری (نصیب ہوتی) ہے اور اس سے مراد کم خطرگی، یا بے خطرگی ہے، جو دوسرے سلاسل میں نہایت میں

سمجھی جاتی ہے اور طریقہ نقشبندیہ میں (یہ) شروع ہی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز فرمایا کہ نہایت ہمارے ہاں کچھ اور ہی ہے اور وہ توجہ حضور کا گم ہونا ہے۔ (۱۳۵)

ذکر کثیر

فرمایا کہ ذکر کثیر سے مراد دائمی قلبی ذکر ہے جس کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹتا اور (اس سے) لسانی (ذکر) مراد نہیں، جو منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (سورۃ النور، آیت ۳۷)۔

یعنی: (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے، نہ خرید و فروخت۔

کیونکہ تجارت میں زبانی ذکر رُک جاتا ہے (اور) قلبی (ذکر) نہیں رُکتا۔ (۱۳۶)

ذکر قلبی وخفی کی وضاحت

فرمایا کہ اکثر آدمی قلبی ذکر کو خفی (ذکر) کہتے ہیں اور یہ (کہنا) غلط ہے، کیونکہ خفی کے معنی پوشیدہ کے ہیں (اور) ذکر قلبی اگرچہ غیر سے پوشیدہ ہے، لیکن فرشتوں اور شیطان سے پوشیدہ نہیں۔ پس حقیقی خفاء (پوشیدگی) اس میں نہیں پائی جاتی۔

دراصل ذکر خفی سے مراد ذاکر (ذکر کرنے والے) کا مذکور میں گم ہونا ہے، تاکہ اسے اپنی اور ذکر کی کوئی خبر نہ ہو۔ (۱۳۷)

کیفیت ذکر

فرمایا کہ میرا حال ایسا ہے کہ ہر چند متوجہ قلب ہوتا ہوں، توجہ اور ذکر کا کوئی اثر نہیں پاتا، البتہ کسی وقت غیبت (غیر متوجہ ہونا) ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ روئیں روئیں سے ذکر جاری ہے۔ (۱۳۸)

شب قدر کا پانا

فرمایا کہ شب قدر عجیب بابرکت رات ہے۔ اس میں دعا اور عبادت مقبول ہوتی ہے۔ اہلِ قرب کو اِس رات عجیب کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ ایک بار میں جامع مسجد میں رات کو سویا ہوا تھا، اعتکاف کی حالت

تھی۔ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور کہا: ''اُٹھیے! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت مرحومہ کے لیے دعا کیجیے۔'' میں اٹھا تو دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ نور شب قدر کا ہے۔ (۱۳۹)

مرشد کی رضا و ناراضگی

فرمایا کہ پیر کی رضا خالق اور مخلوق کے ہاں مقبولیت کا ذریعہ ہے اور پیر کی ناراضگی خلقت اور مخلوق کی نفرت کا سبب ہے۔ (۱۴۰)

بنائے کار

فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں بنائے کار اللہ رب العزت کی درگاہ میں عجز و انکسار اور مرشد کے ساتھ اخلاص پر ہے۔ (۱۴۱)

آسان ترین، قریب ترین اور اللہ سے ملانے والا طریقہ

فرمایا کہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ روز سجدہ میں پڑ کر اللہ رب العزت کے حضور مناجات کی کہ اے الٰہ العالمین! مجھے نیا طریقہ عطا فرما، جو سب (طریقوں) سے زیادہ آسان، سب (طریقوں) سے زیادہ اللہ کے قریب (کرنے والا) اور (سب سے زیادہ) اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہو۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یہ طریقہ (نقشبندیہ) عطا فرمایا۔ (۱۴۲)

طریقہ نقشبندیہ کا انتخاب

فرمایا کہ حضرت مرزا (جان جاناں شہید) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ (نقشبندیہ) مجددیہ کیوں اختیار کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں اتنی زیادہ ریاضت و مجاہدہ نہیں ہے اور میں نازک مزاج تھا، مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکتے۔ (۱۴۳)

اہلِ محبت کے لیے آسانیاں

فرمایا کہ اہلِ محبت کو (بڑے بڑے) اعمال (ریاضتوں) کی ضرورت نہیں، ان کے

لیے قلیل عمل ہی کافی ہوتا ہے، بلکہ (انہیں) قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔

علماء کا پسندیدہ طریقہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔ (۱۴۴)

طریقہ نقشبندیہ کی انفرادیت

فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے کمال کی شہرت پھیلی تو ایک زاہد آپ کے اوقات اور اعمال دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے آپ کو کوئی ریاضت اور مجاہدت کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے سیدھی سادھی نمازیں پڑھیں اور رات کو عشاء کے بعد پلاؤ کھا کر سو رہے۔ رات کے تیسرے پہر میں نمازِ تہجد پڑھی۔ وہ زاہد حیران ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں رات بھر نہیں سویا اور ذکر کرتا رہا ہوں، جبکہ آپ نے شام کو پلاؤ کھایا اور رات کا زیادہ حصہ سوتے رہے، لیکن جو نور آپ میں ہے، وہ مجھ میں نہیں ہے۔ حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ اُسی پلاؤ کا نور ہے۔ (۱۴۵)

یادِ الٰہی کا سبق

فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھے رب کی یاد سکھا دیں۔ میں نے کہا: ''اللہ اللہ، دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کر۔'' اس نے کہا: ''اس لفظ سے تو یاد نہیں کروں گا۔'' میں نے کہا: ''اچھا قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے تُو ہی تُو، تُو ہی تُو، کہتا رہ۔'' اس پر وہ راضی ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد اُس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (۱۴۶)

کیفیت نورانی وذکر ایمانی

فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ میں روزانہ پچاس ہزار بار اللہ اللہ کرتا ہوں، اس کی برکت سے ماسویٰ اللہ سے روگردانی ہو گئی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ میں نے اپنی اِن آنکھوں سے اس کے دل میں کیفیت دیکھی ہے، لیکن کفر کی وجہ سے وہ کیفیت دھندلی تھی (کیونکہ) نورانی کیفیت ذکر ایمانی کے سوا پیدا نہیں ہوتی۔

(پھر) فرمایا کہ اس ہندو سے مجھے ندامت آئی کہ باوجود کفر کے اندھیرے کے، وہ ایک دَم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتا، اور میں نورِ ایمان (رکھنے) کے باوجود غافل ہوں (یاد رہے کہ یہ بات آپ نے کسرِ نفسی کے طور پر فرمائی ہے)۔ (۱۴۷)

طالب خدا وکیفیت ذکر

فرمایا کہ طالب خدا کیفیت پرست نہیں ہوتا۔ ذکر کرنا چاہیے، خواہ کیفیت پیدا ہو یا نہ ہو۔ ذکر فی نفسہٖ عبادت ہے۔ (۱۴۸)

ہر روز کا ذکر اسم ذات

فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات ''اللہ اللہ'' دل کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ (۱۴۹)

جمعیت باطنی

فرمایا کہ جمعیت باطنی کی تعریف یہ ہے کہ آئندہ و گذشتہ کی تشویش دل میں نہ آئے۔ (۱۵۰)

فقیر کون؟

فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں، نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔ (۱۵۱)

تربیت جمالی وجلالی

فرمایا کہ تربیت کی دو قسمیں ہیں، تربیت جمالی اور جلالی۔ تربیت جمالی سے سب راضی رہتے ہیں اور یہ موافق نفس ہے، لیکن تربیت جلالی پر قائم رہنا نہایت دشوار اور دیندار لوگوں کا کام ہے۔ (۱۵۲)

حقیقت رضا

فرمایا کہ حقیقت رضا فنائے کامل کے سوا حاصل نہیں ہوتی، اور اِسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ رضا آخرت کے مقامات سے ہے۔ (۱۵۳)

تصفیۂ قلب کا عمل

فرمایا کہ اس زمانہ میں تصفیۂ قلب کے لیے کوئی عمل اولیاء اللہ کے اذکار کی کتابوں کے مطالعہ سے بہتر نہیں ہے۔ (۱۵۴)

مرشد کی دو نصیحتیں

فرمایا کہ میرے پیر نے مجھے دو نصیحتیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے عیب کی نیکی کی طرف تاویل کرنا، اور دوسرا یہ کہ اپنی نیکی کی عیب کی جانب تاویل کرنا۔ (اس پر) میں نے عرض کیا کہ اس سے تو نیکی کے حکم کرنے کا عمل رک جائے گا۔ (میرے پیرو) مرشد نے فرمایا کہ مجھے تو کسی میں بھی (عیب) معلوم نہیں ہوتا، کہ اسے امر بالمعروف کیا جائے، ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں۔ (۱۵۵)

بارگاہِ ایزدی سے ضرورت پوری ہونا

فرمایا کہ جس عمارت میں بیٹھے ہیں، جس دن ہم اس کی بنیادیں کھود رہے تھے تو معمار نے کہا کہ اس دیوان کی چھت کے لیے ۳۶ روپے درکار ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ بارگاہِ ایزدی میں عرض کی۔ اسی وقت ضرورت کے مطابق روپیہ پہنچ گیا۔ (۱۵۶)

فصل ہفتم

کشف وکرامات

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

''سالکانِ راہِ الٰہی اور طالبانِ فیض نامتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سیّدالانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے۔ اور یہ دونوں امر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''وجود باجود'' میں بدرجۂ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور اُن کے سینوں میں حضرت سبحانہٗ کے فیض و برکات کا اِلقا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ذاکر کیے اور سیکڑوں جذبات و واردات الٰہیہ کو پہنچے، اور بہت سے لوگوں کو مقامات وحالات عالیہ پر فائز کیا۔ بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق و فاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہِ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔''(۱۵۷)

ہندو کا مسلمان ہونا

ایک روز ایک ہندو برہمن کا خوبصورت لڑکا آپ کی مجلسِ شریف میں اتفاقاً آ گیا۔ تمام اہلِ محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظرِ عنایت ڈالی۔ اسی وقت اس نے زنارِ کفر اتار دی اور فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنے حسن کو نورِ اسلام سے جِلا دے کر بول اٹھا:

بنشین بہ گدایانِ درِ دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد برخاست

یعنی: درِ دوست کے گداگروں میں شامل ہو جا، جو اُن کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بادشاہ بن کر اُٹھتا ہے۔ (۱۵۸)

نرینہ اولاد کے لیے دعا و قبولیت

ایک صالحہ ضعیف خاتون کا جوان بیٹا فوت ہو گیا۔ آپ اس کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ تعزیت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس عورت نے عرض کیا کہ حضرت! میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہو گیا ہے، اب اولاد کہاں ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔ بعدازاں آپ وہاں سے اٹھ کر ایک مسجد میں تشریف لائے اور وضو فرما کر دو رکعت نماز پڑھی اور اُس خاتون کے ہاں فرزند ہونے کے لیے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اپنے ہمراہی (میاں احمد یار صاحبؒ) سے فرمایا کہ اس عورت کی اولاد کے لیے جناب الٰہی میں عرض کی ہے، قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہو گا اور اِن شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی پیدا ہو گا۔ اس کے بعد آپ کے فرمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اور وہ جوان ہوا۔ (۱۵۹)

گمشدہ لڑکے کا مِل جانا

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے، آپ دعا فرمائیں کہ وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوا کہ میں تو ابھی گھر سے آ رہا ہوں، لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے۔ لہٰذا

وہ حضرت کے فرمانے پر گھر گیا تو دیکھا کہ واقعی اس کا لڑکا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ (۱۶۰)

ہر ایک کا اُس کی تمنا کے مطابق پانا

ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آپ کے پاس آئے۔ وہ راستے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت آپ تبرک عنایت فرماتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلیٰ کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب کا خیال کیا۔ جب وہ آپ کے حضور پُر نور میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہر ایک کو اُس کی تمنا کے مطابق عنایت فرمایا۔ (۱۶۱)

بیماری سے شفا نصیب ہونا

غریب اللہ نامی سقہ، جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں رہتا تھا، ایک روز شدید بیمار ہوا اور مرنے کے قریب لگتا تھا۔ اس کے رشتہ دار رات کے آخری حصہ میں اسے حضرت اقدس کے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ اور دعا فرمائی تو اُسے عنایت الٰہی سے صحت کامل نصیب ہو گئی۔ (۱۶۲)

درد کا رَفع ہونا

مولوی کرامت اللہؒ، جو کہ آپ کے خادم تھے، ایک روز اُن کے پہلو میں شدید درد ہوا۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک درد کی جگہ پر رکھا اور دعا فرمائی تو اُسی وقت اللہ کریم نے شفا نصیب فرما دی۔ (۱۶۳)

آپ کی ناراضگی پر منصب سے معزولی

حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم مذکور سے ایک عزیز کی (جائز) سفارش کی، لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی، جس پر حضرت اقدس کو دُکھ ہوا۔ چند روز کے بعد حکیم مذکور منصب وزارت سے معزول ہو گیا اور پھر کبھی اس منصب پر فائز نہ ہو سکا۔

اسی طرح آپ دہلی کے صوبہ دار شاہ نظام الدین سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔ (۱۶۴)

قید سے رہائی

میاں احمد یار صاحب کے چچا کو رقم لینے کے جرم میں بادشاہ نے گرفتار کرلیا۔ میاں احمد صاحب روتے ہوئے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اُسے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضرت! قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لیے متعیّن ہے، لہٰذا ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ۔'' اس طرح وہ چلے گئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر وہ اسے قید خانے سے زندہ لے آئے، کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ (۱۶۵)

صحت نصیب ہونا

مولوی فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) کے بیٹے بہت علیل تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور اُن کے بیمار بیٹے کو کچھ پلایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اُسے شفا نصیب ہوگئی۔ مولوی صاحب موصوف آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کچھ رقم پیش کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے؟ (۱۶۶)

ہدایت نصیب ہونا

ایک خاتون آپ کے پاس آئی اور عرض کی کہ حضرت! میرا بیٹا فوج میں نوکر تھا۔ اس کی نوکری جاتی رہی۔ اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پہن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ گیا اور بھنگ پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں۔ وہ بیٹھ گئی، جس سے اس کے تمام لطائف ذکر جاری ہوگئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے بیٹے کے حال پر توجہ فرمائی، جس کی برکت سے وہ فرقہ ملامتیہ کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ گیا۔ (۱۶۷)

توجہ کی برکات

مولوی کرامت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں آپ کے پاس تھا، میں

نے بہت عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ نمازِ فجر کے بعد مراقبہ اور ذکر کے وقت میں بغل میں کتاب دبائے پڑھنے کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ آپ کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا: ''بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا۔'' میں نے عرض کیا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ کچھ بغیر محنت کے مل جائے، ورنہ محنت سے تو ہر جگہ مل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں بحق بہاء الدین (نقشبند قدس سرہٗ) بغیر محنت کے ہی دوں گا، بیٹھ جاؤ۔'' اسی وقت توجہ عنایت فرمائی۔ میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ بڑی دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت اقدس حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور مجھ پر دھوپ آ گئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً (حضرت) شاہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا: ''حضرت! نیند کا غلبہ ہو گیا تھا۔'' آپ تبسّم فرمانے لگے۔ (۱۶۸)

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارات مبارک

آپ نے فرمایا:

(۱) ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فراق میں بے تابی کے عالم میں مَیں نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شرع میں اچھا نہیں ہے، اس لیے میرے باطن میں ظلمت پیدا ہو گئی۔ اسی اثناء میں مَیں نے خواب میں میر روح اللہ کو، جو کہ حضرت شہید (مرزا جان جاناں مظہرؒ) کے مخلص تھے، دیکھا کہ وہ کہتے ہیں: ''آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔'' میں نہایت شوق سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (میرے ساتھ) معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی شکل شریف میں رہے، اس کے بعد سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی شکل اختیار فرمالی۔ (۱۶۹)

(۲) بروز جمعرات ۱۹ر صفر ۱۲۳۱ھ کو میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے ہیں۔ میں نے پیچھے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ، صحیح ہے؟ میرا کلام ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایسے ہی ہے۔ پھر حضرت مولوی بشارت اللہ بہڑا ایچی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے اس حدیث شریف کی اجازت طلب کی تو آپ نے عطا فرمادی۔

ترجمہ حدیث: جس نے (خواب میں) مجھے دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا۔ (**صحیح البخاری**، نمبر ۶۹۹۶، **مشکوٰۃ شریف**، باب رؤیا، ص ۳۹۴)۔

(۳) (میرا) معمول تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح و تمجید پڑھا کرتا تھا، لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہوسکا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی شکل (مبارک) میں، جو **شمائل ترمذی** میں مذکور ہے، تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا ہدیہ کیوں نہیں بھیجا؟

(۴) ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے مت ڈر، جس شخص کو ہم سے محبت ہے، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(۵) ایک بار میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔ [۱۷۰]

فصل ہشتم

خلفائے عظام

حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲/ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ/ ۹/اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام زکی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور بعد ازاں قاری نسیم رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید سیکھی اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لیے رونق افزا ہوئے۔ جو کوئی بھی آپ سے قرآن مجید سنتا، محو ہو جاتا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے قرآن مجید اچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی، کیونکہ مجھے اہلِ عجم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہیں تھا۔

قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علومِ عقلیہ و نقلیہ میں بہرہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین حنفی رام پوریؒ (م ۱۲۶۸ھ/۵۲-۱۸۵۱ء) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) سے پڑھیں۔ خود فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح سلم انہی سے پڑھی ہے، نیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے ماموں گرامی حضرت شاہ سراج احمد مجددیؒ (۱۱۷۶-۱۲۳۰ھ) بن مولانا محمد مرشدؒ (۱۱۱۷-۱۲۰۱ھ) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

تحصیلِ علم کے دوران ہی خدا طلبی کی ارادت پیدا ہوگئی۔ پہلے اپنے والد گرامی ہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ پھر ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازل سلوک طے کیں، یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔ اپنے آخری ایام حیات میں جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو آپ نے انہیں کئی خطوط لکھے اور انہیں جلد دہلی شریف پہنچنے کی تاکید فرمائی۔ ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ اس عالی شان خاندان کے آخری مقامات کا منصب آپ سے متعلق ووابستہ ہوا اور قیومیت آپ کو عطا ہوئی۔''

اس مکتوب گرامی کے ملنے پر آپ فوراً دہلی شریف میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔

آپ نے حجازِ مقدس کے سفرِ حج سے واپسی پر بروز ہفتہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ رجنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک (ہندوستان) میں رحلت فرمائی اور آپ کی نعش مبارک وہاں سے دہلی شریف لاکر حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک چبوترے میں دفن کی گئی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

ہدایت الطالبین (فارسی) آپ کی معروف تصنیف ہے۔

آپ کے بے شمار خلفائے عظام تھے، جن کا فیض برصغیر پاکستان و ہندوستان سے لے کر ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ کے صاحبزادوں کے نامِ گرامی حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء)، حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) اور حضرت شاہ عبدالمغنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اوّل الذکر دو صاحبان نابغۂ روزگار ہوئے۔ (۱۷۱)

آپ کے مفصّل حالات راقم الحروف کی کتاب **تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ، موسیٰ زئی شریف** (ص ۶۷-۹۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کے ہاں یکم ربیع الاوّل ۱۲۱۷ھ/ ۳۱ر جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ''مظہر یزدان'' سے برآمد ہوتی ہے۔ اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولانا فضل امام خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) اور مفتی شرف الدین حنفی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۸ھ/ ۵۲-۱۸۵۱ء) وغیرہما سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) کے تلامذہ مثلاً مولانا رشید الدین خان دہلویؒ (م ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) بن امین الدینؒ وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء ہی میں آپ کے والد گرامیؒ نے حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے، خانقاہ مظہریہ شریف کی تولیت آپ کے سپرد فرما دی تھی۔ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ر جنوری ۱۸۳۵ء کو حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور بعدازاں آپ باقاعدہ خانقاہ مظہریہ شریف کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پیش آمدہ حالات کے پیشِ نظر آپ نے محرم ۱۲۷۴ھ/ اگست- ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی شریف سے حرمین الشریفین کی طرف ہجرت فرمائی۔

اس سفر میں اوّل آپ راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کے پاس ان کی خانقاہ واقع موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے اور اپنے مریدین اور خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف اور خانقاہ غنڈان شریف (قندھار) کی تولیت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حضرت حاجی صاحبؒ کو عنایت فرمائی:

''اپنے مریدوں کو، جو کہ ہندوستان اور خراسان میں سکونت رکھتے ہیں (کہتا ہوں) کہ وہ مقبول بارگاہ احد (یعنی اللہ تعالیٰ) حاجی دوست محمد صاحب کو میرا خلیفہ سمجھیں اور اُن سے توجہات حاصل کیا کریں۔''

آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنی ضمنیت کا شرف بخش کر خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف کے مکانات اور تسبیح خانہ بھی عنایت فرما دیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری ہرصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۳ھ/ ۶۷-۱۸۶۶ء) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی سے خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف جانے کا حکم فرمایا اور وہ روانہ ہو گئے۔

بعدازاں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ مع اہل و عیال حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوئے۔ آپ کے ان مقامات مقدسہ میں قیام فرما ہونے کے باعث یہاں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت زیادہ ترویج و ترقی ہوئی۔

آپ نے ۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ/ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م۳۵ھ/ ۶۵۶ء) کے مزار مبارک کے جوار میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کی اولاد امجاد میں حضرت عبدالرشیدؒ، حضرت عبدالحمیدؒ، حضرت محمد عمرؒ، حضرت محمد مظہرؒ اور ایک صاحبزادی صاحبہ تھیں۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان (اُردو، مطبوعہ)۔
۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)۔
۳۔ اثبات المولد والقیام (عربی، مطبوعہ)۔
۴۔ الفوائد الجابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)۔
۵۔ انہار اربعہ (فارسی)۔
۶۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی، مطبوعہ)۔

۷۔ **مجموعہ مکتوبات** (فارسی)۔

آپ کے اسّی خلفاء کے احوال مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ میں محفوظ ہیں۔ (۱۷۲)

آپ کے مفصّل احوال راقم الحروف کی کتاب **تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف** (ص۱۰۱-۱۴۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سیّد احمد کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بغداد میں حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ کیا، پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک سے دہلی شریف آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہو گئے تو خواب میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شفایابی کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی، جس کی برکت سے شفا نصیب ہوگئی۔ (۱۷۳)

حضرت میاں احمد یار رحمۃ اللہ علیہ

آپ سوداگر تھے۔ تمام نسبت نقشبندی مجددی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے حاصل کی تھی۔ آپ کی قبر مبارک بھی خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں ہے۔ (۱۷۴)

حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے بیعت ہو کر نقشبندی مجددی نسبت حاصل کی۔ ایک روز خواب میں حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام علی سے نسبت مجددی کا کسب کرو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اجازت و خلافت کا شرف پایا اور وطن واپس چلے گئے۔ آپ کا کشف و وجدان صحیح تھا۔

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جامع مسجد (دہلی شریف) میں موجود آثارِ نبویہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آ کر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کرائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں۔ (۱۷۵)

حضرت مولوی بشارت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ جامع علوم عقلی ونقلی اور معارف آگاہ تھے۔ آپ نے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) سے بیعت کی۔ بعدازاں حضرت بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت اقدسؒ آپ کے حال پر خاص عنایت فرماتے تھے۔ آپ حضرت اقدس کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ ایک بار محرم ۱۲۳۱ھ/ نومبر- دسمبر ۱۸۱۶ء میں حضرت اقدس کی بیماری کے دوران حضرت کی خانقاہ میں دہلی شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس نے اپنے مکان سے لے کر حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار تک آپ کا استقبال کیا۔ پھر اُن کو اپنے مکان میں لے گئے اور بہت نوازشیں فرمائیں اور فرمایا کہ تم جو نسبت یہاں سے لے کر گئے تھے، اس سے زیادہ لائے ہو اور میں تم سے راضی ہوں اور نیز تمہیں ''رضا کی پگڑی'' دوں گا۔ اس سے پہلے آپ نے کسی کو ''رضا کی پگڑی'' نہیں دی تھی، اور یہ حضرت اقدسؒ کے مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵، موجود مکاتیب شریفہ، ص ۳۶، ۷۰) سے عیاں ہے۔ ایک مکتوب میں حضرت اقدسؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں، علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت (نسب) حضرت شیخ بڈھن بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔''

آپ نے بہرائچ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خوب اشاعت فرمائی اور ۱۲۵۴ھ/ ۳۹-۱۸۳۸ء) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو ۱۳۰۵ھ/ ۸۸-۱۸۸۷ء میں بقید حیات تھے اور حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ کے مزار کے متولی تھے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے دو مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵) آپ کے نام ہیں اور ایک مکتوب گرامی (نمبر ۴۲) آپ کی والدہ محترمہؒ کے نام ہے۔(۱۷۶)

حضرت ملا پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں رہ کر حاصل کی۔ آپ کو عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ آپ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے مزار انور پر بیٹھتے اور کہتے ہیں کہ ساری رات اس طرح گزر جاتی، اور اگر بارش بھی آجاتی تو آپ کو اُس کی پروانہ ہوتی۔ کشمیر میں آپ کو بہت شہرت حاصل ہے۔(۱۷۷)

حضرت شیخ جلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے خاص خادم تھے۔ قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت اقدسؒ کی ان پر خاص عنایت تھی۔

ایک شخص نے حلقۂ ذکر میں، جبکہ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو تلوار ماری تو آپ حضرت اقدسؒ کے پاؤں مبارک پر گر پڑے اور فوراً شہید ہوگئے۔ حضرت اقدسؒ کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔

آپ کی قبر مبارک بھی حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی قبر مبارک کے پائیں میں ہے۔(۱۷۸)

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خالد بن احمد بن حسین شہرزوری کردی شافعی کے نام سے معروف تھے، اور ضیاء الدین، بہاء الدین اور شیخ الطریقہ النقشبندیہ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ سلسلہ نسب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ/ ۶۵۶ء) سے ملتا ہے۔ سلیمانیہ کے قریب علاقہ شہرزور کے قصبہ قرہ طاغ میں ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ وقت کے معروف اساتذہ سے مروّجہ علوم کی تعلیم حاصل کی اور معقولات، ریاضیات اور ہیئت وغیرہ میں بھی کمال پیدا کیا۔ حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ مشہور عالم تھے اور ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔

تحصیلِ علوم کے بعد سلیمانیہ واپس آ گئے اور یہاں کے مدرسہ میں تدریس کا شغل اپنایا اور حکمت، علم کلام و بلاغت کی انتہائی کتابیں پڑھاتے رہے۔

۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۶ء میں حج بیت اللہ و زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظّمہ میں دہلی شریف جانے کا غیبی اشارہ پایا۔ پہلے شام واپس آئے۔ خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجزن تھا۔ اتفاق سے یہاں حضرت میرزا رحیم اللہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء)، جو کہ جہاں گشت تھے، سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان سے کامل مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا۔ لہٰذا یہ سن کر آپ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں درس و تدریس ترک کر کے دہلی شریف کی طرف روانہ ہوئے اور ایران و افغانستان سے ہوتے ہوئے اور ہر جگہ اپنے علم کا سکہ منواتے ہوئے، لاہور کے راستے سے پورے ایک سال کی مدت میں ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں دہلی شریف حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب پشاور پہنچے تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ بیدار ہوئے تو لطائف خمسہ کو اپنے سینے میں جاری پایا۔ جب آپ حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں دہلی شریف میں خانقاہ مظہریہ شریف پر حاضر ہوئے تو وہی صورت مبارک جو خواب میں دیکھی تھی، سامنے پائی۔ اس سے آپ کا اشتیاق سو گنا زیادہ بڑھ گیا۔ گو حضرت شاہ صاحبؒ ہر طالبِ خدا کو مساوی توجہ دیتے تھے، لیکن آپ کی غربت، مسافرت اور استعداد فطرت کو دیکھ کر آپ سے بے حد شفقت فرماتے اور مربیانہ ممتاز بٹھاتے۔

آپ نے عربی زبان میں قصیدہ شوقیہ کہا، جس میں اپنے ورود دہلی شریف کے تاثرات بیان کیے۔ اس کا مطلع ہے:

كَمَلَتْ مَسَافَةَ كَعْبَةِ الْآمَالِ

حَمِداً لِمَنْ قَدَّ مَنْ بِالْاَكْمَالِ

یعنی: میں نے امیدوں کے کعبہ کی مسافت کو طے کر لیا ہے، اور تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے یہ مسافت مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ نے علاوہ ازیں بھی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں طویل عربی و فارسی قصائد کہے ہیں۔ (۱۷۹)

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا: ''جس وقت مولانا خالد رومی، جو ایک بے نظیر فاضل تھے، یہاں تشریف لائے، ہم نے انہیں کہا تھا کہ تمہیں تو ہم قطب بنا دیں گے۔ بعض حضرات ہماری بات پر ہنس پڑے اور مولانا (خالد) بھی متعجب ہو گئے۔ آخر جو کچھ ہم نے کہا تھا، وہی ہوا۔ اب وہ اپنے علاقے کے قطب ہیں۔'' (۱۸۰)

ایک دفعہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجددؒ آپ کے مرید ہوئے اور حضرت مجدد کی خوش بختی تھی کہ سیّد آدم بنوریؒ آپ کے مرید ہوئے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مولانا خالد میرے مرید ہو گئے ہیں۔'' (۱۸۱)

آپ نو ماہ تک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہ کر کسب واخذ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کرتے رہے۔ آپ اپنے ملک میں حضرت اقدسؒ کے فیض وارشاد کا آوازہ سن کر ہمہ تن شوق و بے قراری بن کر خانقاہ مظہریہ شریف میں یوں آپڑے تھے کہ کسی اور جانب کا دھیان ہی نہ رہا۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بدگوئی کرتے، وہ آپ کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے، جس سے آپ کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ خانقاہ مظہریہ

شریف کے لیے پانی مہیا کرنے کی خدمت آپ نے اپنے ذمہ لی اور حضرت اقدسؒ کے حلقہ میں جوتوں کی قطار کے پیچھے گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

اس عرصہ میں آپ کی یکسوئی کا عالم یہ تھا کہ دہلی شریف کے علماء و مشائخ، جو آپ کے فضل و کمال کی شہرت برسوں سے سنتے تھے، ملنے آتے تو آپ ان سے فرما دیتے کہ فقیر جس مقصد کے لیے آیا ہے، اس کے حصول کے بغیر کسی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ مسند وقت سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) تشریف لائے کہ القادم یزار (یعنی باہر سے آنے والے سے ملنے خود جاتے ہیں) اور حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) نے، جو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے، حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ استاد الہند آپ کی ملاقات کے لیے آئے ہیں تو فرمایا کہ سلام کہیں اور عرض کریں کہ مقصد براری کے بعد میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔

آپ ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے تھے اور اُن سے آپ نے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔ (۱۸۲)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال سے کم وقت میں تصوف کے پانچ سلاسل میں اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا اور پیر و مرشد نے آپ کو اپنے وطن واپس جانے کا حکم فرمایا۔ روانگی کے وقت آپ کو حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے مزار مبارک تک وداع کرنے گئے اور خدا کے سپرد فرمایا۔ پھر رخصت کرتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے وطن کی قطبیت عنایت فرمائی۔

آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ پہلے بغداد پہنچ کر تربیت وارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پانچ مہینے وہاں قیام کر کے وطن واپس ہوئے۔ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پھر بغداد واپس ہوئے۔ وہاں ان کی قبولیت اور رجوع عام دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوا اور اُن کے خلاف ایک فتنہ کھڑا کیا گیا۔ والیِ بغداد کی طرف سے بعض علماء کو اس کی تردید کا اشارہ ہوا۔ علمائے بغداد

نے اپنی مہروں سے مزیّن کر کے ان کی برأت اور اُن کے عالی مرتبہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ کردوں، اہلِ کرکوک، اربل، موصل، عمادیہ، عنیتاب، حلب، شام، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ اور بغداد کے ہزاروں آدمیوں نے آپ سے نفع حاصل کیا۔

کہتے ہیں کہ اپنے وطن واپس پہنچ کر انہوں نے بہت ریاضتیں کیں۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا سلطنت آپ ہی سے متعلق ہے۔ آپ کے خلفاء اور پھر خلفاء کے خلفاء ہزاروں تھے۔ ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء تک آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالمِ اسلام کے ایک ہزار متبحر عالم آپ سے فیضیاب ہو چکے تھے۔

آپ کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے دوران آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ (۱۸۳)

جب آپ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی روح مبارک کی جانب متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو۔

آپ کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ آپ سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہو کر اُسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کا نام لیا تو بے ہوش ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، جو آپ کے خلیفہ، صاحبِ کرامت اور مرجع خلائق تھے، آپ سے منحرف ہو گئے۔ ان کی نسبت سلب ہو گئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے، یہاں تک کہ ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ہزار عجز و انکسار سے پیش آئے تو حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے از سرِ نو اُن کو توجہات دیں، پھر وہ مقبول ہوئے اور چند سال بعد رحلت فرمائی۔

آپ نے اپنے اکثر مریدوں کو حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔ آپ کے جو مرید عرب سے آتے، وہ کہتے کہ مولانا خالد رومی آپ (حضرت شاہ ابوسعید) کو مقدم سمجھتے ہیں۔

آپ نے آخر میں شام کو اپنا مستقر بنالیا اور ۱۲۳۸ھ/ ۲۳-۱۸۲۲ء میں اپنے خلفاء ومریدین کے ایک جمِ غفیر کے ساتھ شام کا سفر فرمایا اور ملک شام گویا آپ پر اُمڈ آیا۔ سلوک وارشاد کے ساتھ علومِ شرعیہ کی اشاعت اور مساجد کی دوبارہ آبادی و رونق کی طرف بھی متوجہ رہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) نے اپنا ایک خواب حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا کہ میں نے (آج رات) خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میری رحلت کا اشارہ ہے، میں ان کی اولاد ہوں۔ یہ خواب انہوں نے مغرب کے وقت بیان کیا تھا اور حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کی نماز پڑھ کر وصیت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بعدازاں گھر تشریف لے گئے۔ اسی رات ۱۴ر ذی قعدہ ۱۲۴۲ھ/ ۹ر جون ۱۸۲۷ء کو طاعون کا حملہ ہوا اور شہادت پائی اور قاسیون کے دامن میں دفن ہوئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے ۲۸ر شوال ۱۲۴۲ھ/ ۲۵ر مئی ۱۸۲۷ء کو دمشق میں وفات پائی۔ (۱۸۴)
فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کثیر التصانیف تھے اور عربی وفارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اشعار کو حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ/ ۱۴۹۲ء) کے ابیات سے مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے جو قصائد (عربی وفارسی) حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں کہے ہیں، وہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اُن منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو انہوں نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۵ء)

اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء) کی مدح میں کہے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے آپ کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی طوسی (م۴۱۱ھ/ ۱۰۲۰ء) اور فرزدق (م۱۱۴ھ/ ۳۳-۷۳۲ء) پر سبقت دی ہے۔

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتب و رسائل شامل ہیں:

۱۔ **دیوان** (فارسی) ترکی سے ۷۴-۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۵ء میں طبع ہوا۔

۲۔ **رسالہ اعتقادیہ** (فارسی)، قلمی مخزونہ کتاب خانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ۔

۳۔ **رسالہ عرفانی** (فارسی) ایضاً۔

۴۔ **شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ** (فارسی)، قلمی مخزونہ کتاب خانہ مرکزی دانشگاہ، تہران۔

۵۔ **سلسلہ طریقہ نقشبندیہ** (فارسی)، مطبوعہ قاہرہ، ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء، ۱۵۴ص۔

۶۔ **شرح مقامات الحریری** (عربی)۔

۷۔ **شرح العقائد العضدیہ** (عربی)۔

۸۔ **رسالہ فی اثبات مسئلۃ الارادۃ الجزئیہ** (عربی)، مطبوعہ۔

۹۔ **العقد الجوہری فی الفرق بین کسبی الماتریدی والاشعری** (عربی)۔

۱۰۔ **جلاء الاکدار** (عربی)۔

۱۱۔ **بغیۃ الواجد فی مکتوبات حضرت مولانا خالد** (عربی)، مطبوعہ۔

۱۲۔ **الرسالۃ الخالدیہ فی آداب الطریقہ النقشبندیہ** (عربی)۔

۱۳۔ **فرائد الفوائد** (شرح حدیث جبرئیل علیہ السّلام) (عربی)۔

۱۴۔ **شرح اطباق الذہب** (مصنفہ جار اللہ الزمخشری)، مع ترجمہ لغت فارسیہ۔

۱۵۔ **تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی** (عربی)۔

۱۶۔ **حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث** (عربی)۔

۱۷۔ **حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی** (عربی)۔

۱۸۔ رسالہ فی اثبات الرابطہ (عربی)۔

۱۹۔ رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)۔

۲۰۔ حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ عبدالغفور علیٰ جامی (عربی)۔ (۱۸۵)

آپ کے احوال ومناقب اور آثار پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ ابن عابدین مشہور بہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ردالمختار شرح الدرالمختار آپ کے شاگرد اور دست گرفتہ تھے۔ انہوں نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ سل الحسام الهندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ (عربی) لکھا جو مجموعہ رسائل ابن عابدین، (جلد۲: ۲۸۴-۳۲۹) طبع جدید، سہیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے۔ یہ اس رسالہ کے ردّ میں لکھا گیا ہے، جو بعض حاسدوں نے حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں تحریر کیا تھا۔ اس کے آخر میں علامہ ابن عابدینؒ نے آپ کے احوال ومناقب بھی جمع کیے تھے۔

علامہ ابن عابدینؒ کے معاصر اور مشہور ادیب وشاعر شیخ عثمان بن سند النجدی نے ایک کتاب اصفی الموارد فی سلسال احوال الامام خالد (عربی) لکھی تھی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلیفہ حضرت شیخ حسین الدوسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب الاساور العسجدیہ فی المآثر الخالدیہ (عربی) کے نام سے آپ کے حالات میں لکھی۔

شیخ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) نے کتاب الفیض الوارد علیٰ روض مرثیہ مولانا خالد (عربی) تحریر کی۔

آپ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے اور اپنے اکثر مریدوں کو اُن کی اطاعت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک مکتوب گرامی حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے نام یہاں تبرکاً پیش ہے:

> ''مرکز دائرۂ غربت ومہجوری خالد کردی شہرزوری، عالی مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آپ کے آباو اجداد کرام، جو فیوض حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت شاہ غلام علیؒ) کی

ہمت سے، جو اس مقصر اور گمنام کو ملے ہیں، وہ احاطۂ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہیں، لیکن:

بِفَحْوَای مَالَا یُدْرِکُ کُلُّهٗ لَایُتْرَکُ کُلُّهٗ. (یعنی: بقول کہ جو چیز پوری حاصل نہ کی جا سکے، اسے بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہیے)۔

شکر گزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم، عربستان، دیار حجاز، عراق اور قلمرو عجم کے ممالک اور تمام کردستان یک قلم طریقہ عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے جذبات و تاثیرات سے سرشار اور حضرت امام ربّانی مجدد و منور الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل، مجالس، مساجد اور مدارس میں شب و روز اس طرح زبان زدِ خاص و عام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی رغبت اور اجتماع دیکھا ہے۔

چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ) کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے دل میں تھی، اس لیے گستاخی کرتے ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی کی ہے۔ ہر چند اس قسم کے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے، میں اس سے شرمندہ ہوں، لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جانتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے، ورنہ ان امور کو تحریر میں لانا مجھ نالائق سے بعید از قیاس تھا۔

امیدوار ہوں کہ آپ (حضرت اقدس سے) ملاقات پر یا بذریعہ مکتوب جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے، اس مسکین و ذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور حضرت بافر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی دہلویؒ) سے کوتاہی نہیں فرمائیں گے اور کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں، جو خوش قسمت اور صادقین کے لیے مخصوص ہے، یاد فرمائیں گے اور خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی کا زنگ دور

فرمائیں گے۔ اور کیا لکھوں، مہیمن منعم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی پناہ اور پیرانِ کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے۔ بمنہ انتہا۔"(۱۸۶)

حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بھی خط و کتابت ہوتی تھی۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے نام تین مکاتیب ملتے ہیں جو مکاتیب شریفہ میں زیر نمبر ۲۳، ۳۸، ۱۱۰ شامل ہیں۔

حضرت ملا خدا بردی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے حینِ حیات، حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے لکھنؤ میں تعلیم سلوک حاصل کی۔

آپ سے بلغار وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے۔ (۱۸۷)

حضرت مرزا رحیم اللہ بیگ مسمیٰ بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ روزگار ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں آئے اور نسبت نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاہ گدڑی پہن کر حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ اکثر اسلامی شہر اور ممالک مثلاً روم، شام، حجاز مقدس، عراق، مراکش، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروا لیے تھے۔

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں آپ کو کوئی خوف نہیں تھا۔ والیِ ہرات شہزادہ کامران آپ کے مخلصوں میں سے تھا۔ آپ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی آپ کا معتقد ہو گیا تھا۔ شرعی امور میں احتساب کی وجہ سے ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آتے۔ قہقند کے بادشاہ سے بھی، جو کہ آپ کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ آخر شہر سبز میں قرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں

آپ کی نذر کیا اوڑ وہاں سے اپنی حکومت اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا۔ اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی، اس لیے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لیے بخارا وغیرہ میں آپ کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے، انہوں نے آپ کو خفیہ طور پر قتل کر دیا، اس طرح آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. (۱۸۸)

حضرت شاہ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد موضع اچڑی، علاقہ پگلی (پنجاب) ہے، قوم تاجیک سے تھے۔ اپنے پیر بھائی حضرت مولوی آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیلِ علم کی۔

آپ نے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے توجہات لیں۔ پھر اجازت و خلافت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے۔ وہاں سے شرف اندوز ہو کر براستہ کرنال ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء میں حیدر آباد دکن پہنچے۔ وہاں دو سال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے۔

ارشاد میں کامل تھے۔ دکن کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا۔ ان کی خانقاہ میں ایک سو پچاس طلبہ وظیفہ خوار تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑے تکلّف سے کرتے تھے۔ دنیا سے قطع تعلق رہتے تھے اور سخاوت بہت زیادہ کیا کرتے تھے اور آپ دونوں پاؤں سے معذور تھے۔

بخارا، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء وفضلا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ڈیڑھ سو اہلِ حق افراد کا مجمع آپ کے ہاں ہوتا تھا۔ نواب افضل الدولہ مغفرت مکان آپ ہی کے معتقد تھے۔

آپ نے ۲۸/ جمادی الاوّل ۱۲۷۰ھ/ ۲۶/ فروری ۱۸۵۴ء کو رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. نواب افضل الدولہ کے استاد محمد حسین نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔

آپ کے خلفائے عظام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولوی محمد عثمان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت میر اشرف علی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت مولوی عبدالقوی رحمۃ اللہ علیہ (برادر حضرت مولوی عبدالرحیمؒ مذکور)، (۵) حضرت مولوی محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، (۶) حضرت مولوی محمد حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت مولوی محمد فضل اللہ عرف فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت مولوی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، (۹) حضرت مولوی فضل علی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۰) حضرت میر رفعت علی نبیرہ نواب فتح الدولہ رحمۃ اللہ علیہ، (۱۱) حضرت پیر عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، (۱۲) حضرت مولوی اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۳) حضرت مولوی نیاز محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۴) حضرت حکیم میر آصف علی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۵) حضرت مولوی محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ، (۱۶) حضرت مولوی سعیدالدین حسین رحمۃ اللہ علیہ (مصنف **مناظرہ وطریقت**، مطبوعہ)، (۱۷) حضرت مولوی محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۶۴ھ/ ۳۱-۱۸۳۰ء)، (۱۸) حضرت سیّد محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء)۔ [۱۸۹]

حضرت آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے۔ طریقہ کے کسب کی اجازت ملی۔ مورّخہ ۱۰/صفر ۱۲۳۱ھ کو شیخ ومرشد نے آپ کو مراقبہ کمالات اولوالعزم تلقین فرمایا۔ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ حال یہ ہوگیا تھا کہ علم نحو کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر آتی تھی۔ پھر آپ نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ تلف ہو جائے۔ بعدازاں ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا۔ آپ اپنے شاگردوں کو تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی غیبت کرتا تو آپ اسے جرمانہ کرتے۔

آپ عمر کے آخری حصہ میں بہت ضعیف ہوگئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس

وتدریس ترک کردیا اور گویا تلاوتِ قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا کوئی اور کام نہیں تھا۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو، جو کہ دارالحرب ہو چکا تھا، مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ملتان پہنچ کر رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ (۱۹۰)

حضرت میر طالب علی مشتہر بہ مولوی عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے حدیث کی پچاس کتب کی سند لی۔ خواب میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضر ہوئے۔ اس طرح ظاہری علوم سے فراغت کے بعد نسبت قلبی کا کسب کیا۔ بعدازاں حرمین الشریفین چلے گئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو ملک یمن کے شہر زبید میں خوب رواج دیا۔ روایت ہے کہ آپ اس ملک کے قاضی بھی رہے۔ (۱۹۱)

حضرت مولوی عبدالرحمٰن شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت سے بزرگوں کے پاس گئے، کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آخر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں آئے۔ سلوک کی تکمیل کے بعد خلعت خلافت سے مشرف ہوئے۔ اہلِ دنیا سے عجیب قسم کی خلوت اور بے تعلقی رکھتے تھے، جیسے کہ ان سے کسی قسم کا التفات نہیں ہے۔ فرخ آباد کے نواب خادم حسین شوکت جنگ (۳۹-۱۲۲۹ھ/ ۲۳-۱۸۱۳ء) نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا، لیکن آپ نے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ فرمایا۔

آپ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ضلع فرخ آباد اور شاہ جہان پور (دہلی شریف) میں خوب مروّج ہوا۔ آپ سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح تھا۔ آپ سے بہت لوگوں نے فیض پایا۔ (۱۹۲)

حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف

الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۶-۱۲۵۱ھ/ ۵۳-۱۷۵۲ء-۳۶-۱۸۳۵ء) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد میں سے تھے۔ شجرہ نسب درج ذیل ہے:

''حضرت شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ سیف الرحمٰن بن شیخ کلمۃ اللہ بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ اسرارہم۔''

آپ علوم عقلی ونقلی، فقہ وحدیث، تفسیر اور تصوف کے جامع تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے مرید تھے اور آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا اور خلافت و جازت سے مشرف ہوئے۔

جالندھر میں آپ کے بکثرت مریدین تھے اور انہیں دوابہ جالندھر میں قبولِ عام حاصل تھا۔ تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔ پنجاب کے لوگ آپ کے اخلاق پر شیفتہ تھے اور بہت سے مرید بھی تھے۔ آپ ایک بار حج کے لیے گئے تھے اور پھر وطن واپس آئے۔ پھر حج کے ذوق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ واپس آتے ہوئے سندھ پہنچ کر راستے ہی میں ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ (۱۹۳)

حضرت مرزا عبدالغفور بیگ خورجوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جوانی ہی سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت شریف میں رہنے لگے اور بہت سی عنایات حاصل کیں۔ آپ کی توجہ شریف سلب امرائض میں اکسیر تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اکثر مریض آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے تھے۔ جب سر سیّد احمد خان (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء) کے والد میر تقی یا اُن کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو

سلب مرض کے لیے اُن کے مکان پر بھیجتے اور آپ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی، برابر تشریف لاتے تھے۔

ایک شخص حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں داخل ہوا تو اُسے فرمایا کہ مرزا عبدالغفور بیگ کے پاس جاؤ، تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ آپ نے ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔

آپ کے مریدوں کو کشف حاصل تھا اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ آپ کو روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپ کی صاحبزادی صاحبہؒ نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال فلاں جگہ موجود ہے۔ آپ کے بعض خلفاء ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔

''شیخ زمن'' سے آپ کی تاریخ وصال ۱۰۰۷ھ (۱۵۹۹ء) نکلتی ہے۔ آخر شوال یا ذیقعدہ کی یکم کو بلاد خورجہ (ہندوستان) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مریدوں، جن میں میاں محمد اصغر اور احمد یار کے علاوہ غالباً محمد جان بھی شامل ہیں، نے مجھ سے توجہات لی ہیں۔ (۱۹۴)

حضرت ملا عبدالکریم ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں آئے اور نسبت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے توجہات لیں۔ اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ شہر سبز میں ان کا طریقہ خوب مروّج تھا۔ ہزاروں طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ عظیم خانقاہ، دیہات (خانقاہ سے متعلق زمین) اور لنگر خانہ بھی تھا۔ شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص تھا۔ (۱۹۵)

حضرت سیّد عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فیض کیا اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کا نام اور شہرہ سن کر حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے ملاقات کرنے کے بعد منازل و مراحل کو قطع اور طے کرنے کے بعد بغداد شریف سے دہلی شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت و اجازت کا شرف پایا۔(۱۹۶)

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ تقریباً ۱۲۰۲ھ/ ۸۸-۱۷۸۷ء میں قصور میں شیخ غلام مصطفیٰ بن شیخ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م۱۳ھ/ ۶۳۴ء) سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبدالملکؒ نے عہد شاہ جہان (۶۸-۱۰۳۷ھ/ ۵۸-۱۶۲۸ء) میں سندھ سے قصور سکونت اختیار کر لی تھی۔ حاجی عبدالملکؒ کے پوتے شیخ غلام مرتضیٰؒ تھے جو ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے پنجاب میں سکھوں سے تنگ آ کر پشاور ہجرت کر لی تھی اور احمد شاہ ابدالی (۱۱۳۶-۱۱۸۴ھ/ ۲۴-۱۷۲۳-۱۷۷۳ء) جب پنجاب آیا تو اُس نے یہاں کے جن علمائے کرام سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی تھی، ان میں حضرت مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل تھا۔

آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد شیخ غلام مصطفیٰؒ نے ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸۸ء میں رحلت فرمائی اور یوں آپ کے چچا حضرت مولانا محمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو مروّجہ علوم کی کتابیں پڑھائیں۔ آپ نے ان سے حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف بھی سبقاً پڑھے اور سلسلہ قادریہ کے اشغال و اوراد بھی سیکھے۔ بعدازاں ان سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف کر کے اپنا قائم مقام نامزد کیا۔ ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبانِ حق آپ سے بیعت ہوئے، لیکن اس کے باوجود آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے

آرزومند تھے۔

آپ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں بانس بریلی میں اپنے عزیزوں سے ملنے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضری دی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ پر بڑی مہربانی وشفقت فرمائی۔ چونکہ اس وقت آپ کے اوّلین مرشد و چچا حضرت مولانا محمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے، لہٰذا آپ نے ان کے ادب کی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ سے سلسلۂ ارادت قائم نہ کیا۔ جب (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں) آپ کے چچا مکرم نے رحلت فرمائی تو آپ دوبارہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہونے کی غرض سے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حاضرین سے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیے اور اللہ رب العزت کے حضور زاری کرتے ہوئے فرمایا: ''الٰہی! جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ کو اپنے آبائے کرام سے وراثت میں اور اپنے دوسرے مرشدوں سے عنایت کے ذریعے نصیب ہوا اور علاوہ ازیں جو فیض انہوں نے اپنے کسب سے حاصل کیا، وہ تمام ان کو نصیب فرما۔''

پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کو ہم نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ہاتھ میں دے دیا، ہر دینی اور دنیاوی کام میں وہ تمہارے مددومعاون ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر آپ کے سر پر پہنا دی اور فاتحہ خیر پڑھی۔ پھر آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر اخذ وکسب فیض و برکات کرتے رہے۔ ۲۷ر شعبان ۱۲۳۳ھ/ ۲ر جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو القا و حلقہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ پھر ۲۷ر رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ/ ۳۱ر جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور یہ خرقہ مبارک خود اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنایا۔ حضرت شاہ رؤف

احمد رافت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) اور حضرت مولوی محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔ نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں گئے۔ وہاں حضرت مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد انبوہ کثیر حضرت شاہ صاحبؒ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا۔ عین اژدہام میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی (غلام محی الدین) قصوری کہاں ہیں؟ آپ حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔ اس وقت دہلی شریف کے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے پھر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا اور مفتی صاحب سے فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ میں مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مولویت چھوڑ دو اور آہ سیکھ لو۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے (یوں) فرمانے کے دوسرے دن ہی آہ کے ماہ کا نور آپ کے دل پر چمکنے لگا۔ آپ نے اسی وقت آہ کی تعریف میں یہ شعر کہے:

مدے کہ طرفہ برسر آدم کشیدہ اند　　آن مد آہ دان کہ پیش آفریدہ اند

مد آہی گر نبودے برسر آدم پدید　　او آدم بودے کہ یعنی چرم گاؤ گوسپند

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ محفل کی موجودگی میں خواجہ نجیب الدین خان قصوریؒ کی طرف متوجہ ہو کر نہایت بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے؟ خواجہ موصوف نے عرض کی کہ انہیں پیر قصور بنا دیں۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا: ''بڑے پست ہمت ہو، ہم تو اسے سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے، یہ لاہور کے بھی پیر ہیں، ملتان کے پیر ہیں اور بٹالہ کے بھی پیر ہیں۔''

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریری خلافت نامہ عنایت کیا، جس میں آپ کو "جامع کمالات فضائل ظاہر و باطن" کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کا تیسری بار دہلی شریف میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں جانا ہوا۔ دہلی شریف کے قیام میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات پسندیدہ اور اخلاقِ حسنہ سے نوازا تھا۔ اتباعِ شریعت ہر حال وقال میں فرماتے تھے۔ ایسی گفتگو جسے شطحیات صوفیہ کہا جاتا ہے، سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔ اپنے عقدتمندوں کی اصلاح تربیت کے لیے دور ونزدیک کے سفر اختیار فرماتے تھے۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھہ ٹوانہ، ضلع خوشاب میں گزارتے تھے۔ لاہور میں مزنگ میں قیام فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں پاک پتن، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ میں اکثر جانا ہوتا تھا۔

آپ نے قصور میں تیس برس تک مسند دعوت وارشاد کو رونق بخشی اور بے پناہ دینی اور روحانی خدمت انجام دی۔ بالآخر ۲۱رذی قعدہ ۱۲۷۰ھ/ ۱۶راگست ۱۸۵۴ء کو عین زوال کے وقت، بحالت مراقبہ تقریباً ۶۹ برس کی عمر میں رحلت فرمائی اور قصور میں ہی آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کے قطعہ ہائے تاریخ ولادت اور وصال درج ذیل ہیں:

آن شاہ والا غلام محی الدین — مرشد دین، رہبر ہر خاص و عام
داد ساقی از دل درد ست اُو — از شراب معرفت پر کردہ جام
چوہ بہ دنیا آمد آن مرد سخی — بخشش آمد سال تولیدش تمام

۱۲۰۲ھ

ہست خورشید معلیٰ رحلتش — ذات حقانی است ہم اے نیک نام

۱۲۷۰ھ

آپ کی اولاد امجاد میں ایک صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۵-۱۲۹۴ھ/ ۱۸۱۹-۱۸۷۷ء) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین و خلیفہ تھے۔

آپ کے دیگر خلفاء میں آپ کے بھانجے، داماد اور شاگرد تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۹۸-۱۸۹۷ء)، حضرت مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۳-۱۳۰۶ھ/ ۱۹-۱۸۱۸-۱۸۸۸ء)، لِلّٰہ شریف، تحصیل پنڈ دادن خان، ضلع جہلم، حضرت مولانا حافظ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۱-۱۳۲۱ھ/ ۳۶-۱۸۳۵-۱۹۰۳ء)، بیربل شریف، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا اور حضرت حافظ نورالدین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۲ھ/ ۸۵-۱۸۸۴ء)، ضلع گجرات نے خوب شہرت پائی۔ علاوہ ازیں درج ذیل حضرات گرامی بھی آپ کے خلفائے عظام میں شامل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نورالدین چکوڑویؒ۔

۲۔ حضرت حافظ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نورالدین چکوڑویؒ۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

۵۔ حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، مرالی، نزد ڈیرہ اسماعیل خان۔

۶۔ حضرت مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ، اوچ لدھے کی، نزد میانی، مضافات لاہور۔

۷۔ حضرت مولانا محمد اشرف بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء)۔ یہ آپ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے بھی فیض یافتہ تھے۔

۸۔ حضرت مولانا کرم الٰہی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹۔ حضرت مولانا عطاء اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد صالح کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱۔ حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ، کانگڑہ والے۔

آپ نے بہت سی کتب تصانیف فرمائیں، جن میں سے اکثر ضائع ہوگئی ہیں۔ درج ذیل کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ **شرح گلستان سعدی**

مصنّفہ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء، آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۲۔ **رسالہ علم میراث**

مصنّفہ رمضان ۱۲۲۷ھ/ ۱۸۱۲ء، بخط مصنفؒ، قلمی مخطوطہ، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہے۔

۳۔ **تحفہ رسولیہ**

(منظوم فارسی) مناقب و معجزات نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ نے ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں اپنے صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء) کی ولادت سے ایک سال پہلے تصنیف کیا اور اُس میں اپنے ہاں فرزند کی بشارت سنائی اور اپنے ہونے والے فرزند کو نصائح تحریر فرمائیں۔ بارہا طبع ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مطبع محمدی نے لاہور سے ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۵ء/ ۱۹۸۵ء) نے اس کا اُردو ترجمہ **مراۃ الجمال** کے نام سے ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں قصور سے شائع کیا۔

۴۔ **زادالحاج (منظوم، پنجابی)**

مسائل حج و زیارت حرمین الشریفین، اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیر نمبر ۷۶۶ محفوظ ہے۔

۵۔ **رسالہ نظامیہ (منظوم، فارسی)**

وحدت الوجود کی بحث میں، بفرمائش شیخ معاصر سیّد نظام الدین کھیم کرنیؒ (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء)۔ اس کا ایک قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (م ۱۳۸۲ھ/

۱۹۶۳ء) لاہور میں محفوظ ہے۔

۶۔ **سلالۃ المرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ (نثر، فارسی)**

اس کا قلمی مخطوطہ حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء) کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۷۔ **حلیہ مبارک حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم**

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیر نمبر ۱/ ۶۲۸۰ محفوظ ہے۔

۸۔ **الفاظ چند**

اس کا قلمی مخطوطہ زیر نمبر ۳/ ۳۳۶۵، ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء) میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں محفوظ ہے۔

۹۔ **دیوان حضور قصوری (فارسی و پنجابی)**

اس کا موضوع نعت اور مناقب بزرگان ہے۔ اس کے بعض حصے حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی قصوریؒ (م۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) نے اُردو ترجمہ کے ساتھ **احسن الکلام گوہر نظام** کے نام سے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں قصور سے طبع کیے تھے۔

۱۰۔ **اسرار الحقیقہ (مدح)**

اس کا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سراجی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء)، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں محفوظ ہے۔

۱۱۔ **خطبات حضوری**

(مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ)، مطبوعہ لاہور۔

۱۲۔ **مکاتیب طیّبہ**

(مجموعہ مکتوبات)، اس میں آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) اور دیگر احباب کے نام اپنے مکتوبات جمع کیے ہیں۔اس میں حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، مولانا محمد صالح کنجاہیؒ اور مولانا غلام محمدؒ کے نام مکتوبات ملتے ہیں۔

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیر نمبر ۱۵۷/۸۴/۳ محفوظ ہے۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ بنام حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

جامع حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، قلمی مخطوطہ، ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں محفوظ ہے۔

۱۴۔ مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہیؒ

اس کا قلمی مخطوطہ محترم پروفیسر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، نور پور پڈہ روڈ، گجرات کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۵۔ مکتوبات بنام مولوی غلام محمدؒ

اس کا قلمی مخطوطہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۶۔ مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود

متفرق مکتوبات کا مجموعہ، جامع جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور۔

۱۷۔ بیاض نظم ونظر ۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ

اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں۔قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (م۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء)، لاہور میں محفوظ ہے۔

۱۸۔ ملفوظات شریفہ ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء (فارسی)

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے ملفوظات ہیں جو آپ نے جمع کیے ہیں۔ جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے ترجمہ اور پروفیسر محمد اقبال

مجددی کے مقدمہ وحواشی سے مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں طبع ہوئے۔

آپ نے اپنے علمی ذوق کی خاطر ایک گراں قدر ذاتی کتاب خانہ بنایا تھا، جسے آپ کے وصال کے بعد حوادثِ روزگار نے خراب کر ڈالا۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء) کو یہ کتاب خانہ بہت عزیز تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل اس کی چابیاں اپنے نواسے کو عنایت فرمائیں۔ اس میں فقہ، حدیث اور تصوف کے اہم نوادرات محفوظ تھے، جو زمانے کے نشیب و فراز کا شکار ہوتے رہے اور بچا کھچا ورثہ ۱۵/محرم ۱۳۹۴ھ/ ۱۸/فروری ۱۹۷۴ء کو کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہوا۔ (197)

حضرت ملا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق ضلع اٹک سے تھا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی زندگی مبارک میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے نسبت حاصل کی اور پھر اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے مستفید کرتے رہے۔ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے راستے میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. (198)

حضرت میاں میر قمر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلۂ قادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی ارادتمندی میں شامل ہوئے اور بالآخر اجازت طریقہ کا شرف حاصل کر کے واپس ہوئے۔

آپ بروز اتوار ۸/ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۶/اپریل ۱۸۱۵ء کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں حاضر تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو اپنے اوقات ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ اوقات کا ضیاع درجات کے نقصان کا موجب ہے۔

بروز منگل ۱۰ر جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۸- اپریل ۱۸۱۵ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ متوجہ رہو، ہم ہمت کریں گے کہ تمہارے لطائف خمسہ عالم، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ ایک (ساتھ طے) ہو جائیں۔

بروز جمعرات ۱۲ر جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۱۰- اپریل ۱۸۱۵ء کو آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب (کرامؓ) میں شامل ہیں یا تابعین میں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ چھوٹی عمر کے صحابہ (کرامؓ) میں شامل ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حدیث شریف: ''دَاعَ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ.'' (**جامع الترمذی**، نمبر ۲۵۱۸، ص ۵۷۲) یعنی جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اُس کو اختیار کر لو جس میں شک نہ ہو، روایت فرمائی ہے۔ نیز (حضرت) امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مسلک میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے، وہ بھی آپ نے روایت فرمائی ہے۔ جو یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

(جامع الترمذی، نمبر ۴۶۴، ص ۱۲۳)۔

یعنی: اے اللہ! مجھے بھی ان لوگوں کے زمرہ میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، اور مجھے بھی ان لوگوں میں عافیت دے جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی ہے، اور میرا بھی تو والی بن جیسا کہ تو (ان کا) والی بنا ہے، اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت عطا فرما، اور جو تو نے فیصلہ فرمایا ہے، مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما، بے شک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور تو جس کا دوست ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اے ہمارے پروردگار! تیری ذات پاک بہت ہی بابرکت اور بلند و بالا ہے،

میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی دو احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

بروز جمعہ ۴ر جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/ ۲ر مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فنا کو عود (حاصل) ہے اور عدم کو عود (حاصل) نہیں! حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وجود عدم کو عود (حاصل) ہے اور وجود فنا کو عود (حاصل) نہیں، مرتبہ عدم اوّل ہے اور مرتبہ فنا آخر، جب مسلسل اعدام (جمع عدم) آتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ بعدازاں یہ شعر پڑھا:

وصل اعدام گر توانی کرد
کار مردان مردوانی کرد

یعنی: اگر تو وصل اعدام (حاصل) کر سکے تو (گویا یوں) تو نے جوانمردمردوں کا کام کیا۔ (۱۹۹)

حضرت مولوی کرم اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی مولانا عبداللہؒ ہندو تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے، اور غالباً حضرت فخر جہاں شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) کے مرید تھے۔ مولانا عبداللہ ذی علم اور بلند درجہ شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی انہیں کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔

آپ کی ولادت و پرورش دہلی شریف میں ہوئی۔ علومِ ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۰ھ/ ۱۵-۱۸۱۴ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) سے کی اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) سے بھی پڑھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی، فقہ و حدیث اور تفسیر و قرأت قرآن مجید میں وحید العصر اور فرید الدہر تھے۔ اکثر اہل دہلی بالواسطہ یا بلاواسطہ فن قرأت اور وجوہات سبعہ میں آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر علومِ باطنی کی تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت و اجازت کا شرف پایا۔ آپ نے ۴۳ برس کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی اور واپس آ کر خلق کثیر کو فیض یاب کیا۔ پھر حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اور دوسری بار عازمِ حرمین الشریفین ہوئے اور راستہ میں سورت (ہندوستان) پہنچ کر سرطان کے عارضہ میں شعبان ۱۲۵۲ھ/ نومبر ۱۸۳۶ء میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.(۲۰۰)

حضرت ملا گل محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنی سے حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا۔ مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور خلافت واجازت کا شرف پایا۔ بعد ازاں اپنے ملک جا کر لوگوں کو خوب مستفید و مستفیض فرمایا اور چند ایک کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

حج کے لیے تشریف لے گئے اور حرمین الشریفین ہی میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

بروز جمعرات ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ/ ۱۲ مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے توجہ کے طریقہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ توجہ جو ہمیں پہنچا ہے اور ہم اپنے یاروں کو القا کرتے ہیں، وہ اس طرح ہے کہ اوّل (سورۃ) فاتحہ (پڑھ کر اُس کا ثواب) انبیاء کے پیشوا، اصفیا کے سردار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم، حضرات پیران کبار، کاشف اسرار مرشدوں، خاص کر خواجہ خواجگان، پیر پیران حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، (حضرت) خواجہ عبید اللہ احرار، حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور مظہر اسرار، مصدر انوار اور قطب زماں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ارواح مبارک کو بخشتا ہوں اور جناب باری تعالیٰ کے حضور دعا اور تضرع کر کے

اور پیران (گرامی) سے استمداد مانگ کر طالب کے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس طرح کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے برابر کر کے ہمت دیتا ہوں اور پیرانِ کبار سے ذکر کا جو نور میرے دل پر آتا ہے اُسے طالب کے دل میں القا کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا دل ذاکر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد (طالب کے) لطیفہ روح، سر، خفی، اور اخفی پر سابقہ طریقہ سے ذکر القا کرتا ہوں اور ہر لطیفہ میں تین تین (بار) توجہ دیتا ہوں۔ پھر طالب کے دل کے خطرات (وسوسوں) کی طرف متوجہ ہو کر ہمت سے خیال زائل کرتا ہوں۔ بعدازاں حضور سے جمعیت القا کرتا ہوں اور اپنے دل کی ہمت سے طالب کے دل کا انجذاب اوپر کی طرف کرتا ہوں۔

بروز بدھ ۱۶/ جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/ ۱۴/ مئی ۱۸۱۶ء حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ مجلس سے ارشاد فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو کہ بخارا کے پیر بن گئے ہیں۔ یہاں (خانقاہ مظہریہ شریف) میں آئے تھے تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا تھا۔ میرے اللہ جل شانہٗ کے فضل اور پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایات سے تھوڑے عرصہ میں کلام اللہ کو ختم کر لیا اور علم فقہ کی تحصیل کر کے باطنی نسبت کو پوری قوت کے ساتھ حاصل کر لیا ہے اور مجھ سے خرقہ خلافت حاصل کر کے بخارا شریف میں مرشد بن کر اس علاقے کے لوگوں کو ہدایت وارشاد کر رہے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا:

بنشین بہ گدایانِ درِ دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد برخاست

یعنی: تو دوست کے دروازے کے گداگروں کے ساتھ بیٹھ جا کہ جو بھی اس گروہ کے ساتھ بیٹھا، وہ بادشاہ بن کر اُٹھا ہے۔

ایک روز نمازِ عصر کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ خاص جاری تھا۔ حضرت حاجی گل محمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند عمدہ اور پاکیزہ آم حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''آگے آؤ! ہم تمہیں آج پیر بنا دیں۔'' پھر فرمانے لگے کہ ہم تو جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے

دربار کے خاکروب ہیں۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے چوبدار ہیں۔ یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ حاکمِ شہر نے اپنے خاکروب کو اس غوثیہ قافلہ کے ہمراہ کر دیا ہے تا کہ ڈاکو اور چور اِس قافلہ کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکیں، ہم حضرت غوث الثقلینؒ اور حضرت شاہ نقشبندؒ کے خاکروب ہیں۔ (۲۰۱)

حضرت میاں محمد اصغر رحمۃ اللہ علیہ

آپ نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے حکم سے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف کا نظم ونسق آپ ہی کے ذمہ تھا۔

لوگوں کو آپ کی توجہات سے بہت حظ (فیض) نصیب ہوتا تھا۔ آپ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آئے اور پھر حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھی حجاز مقدس گئے۔ بعد ازاں دہلی شریف واپس آ گئے اور قضائے الٰہی سے ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں رحلت فرمائی اور خانقاہ مظہریہ شریف میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. (۲۰۲)

حضرت مولانا محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ریاضت کی۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء) کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے، جو خانقاہ مظہریہ شریف سے سات کوس کے فاصلہ پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے، صبح وہاں سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک گھڑا پانی لاتے، کیونکہ وہاں کا پانی زود ہضم ہوتا تھا۔

بروز منگل ۱۰ر جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۸ر اپریل ۱۸۱۶ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں حضرت مولوی شیر محمد، حضرت مولوی محمد عظیم،

حضرت مقبول النبی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم چاروں اصحاب متوجہ ہو جاؤ کہ میں تمہیں توجہ دیتا ہوں، تا کہ تمہارے لطائف خمسہ لطیفہ نفس سے متحد ہو جائیں اور ان کے درمیان کوئی مسافت نہ رہے۔ (۲۰۳)

حضرت خواجہ محمد حسن مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے مقبول درگاہ تھے، لیکن آپ کے حالات نہیں ملتے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) نے ایک محمد حسن کا ذکر کیا ہے، جو حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کے شاگرد تھے اور بغداد سے آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے اور بیت المقدس اور شام میں جا کر ارشاد تبلیغ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصروف رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکیس مکاتیب شریفہ ان کے نام لکھے گئے ہیں، جو تصوف کے اسرار و رموز اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اہم مقامات کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ان مکاتیب میں ان کے نام کے ساتھ نسبت کمہاری کا اضافہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں مکاتیب شریفہ نمبر: ۶-۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۵۵، ۶۱، ۶۲، ۶۴-۷۹، ۹۳، ۱۰۱، ۱۱۱۔

حضرت خواجہ محمد حسن مودودی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بوقت عصر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد حسن بزبان حال کہتے ہیں:

نالہ ز من بود کہ بلبل زود برد
یک نفس واشدنی داشت دلم گل زود برد

حضرت مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زبانِ حال سے عرض کیا:

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ایک روز نمازِ مغرب کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈا پانی طلب فرمایا۔ پانی کا پیالہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے۔'' حکومتِ برطانیہ کا ملازم ایک آدمی مجلس میں موجود تھا، اس نے عرض کیا کہ انگریز نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے برتن میں فوراً پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے، بلکہ برف بن جاتا ہے، لیکن اس مشین پر بہت سارو پیہ خرچ آتا ہے۔ اس پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی ایک نئی مشین ایجاد کی ہے جس پر کچھ بھی خرچ نہیں آتا۔ میں حاضرین میں سے کسی کو کہوں گا کہ دوسو بار اِلا اللہ کی ضرب پانی پر لگاؤ، اسی وقت پانی ٹھنڈا یخ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ اس پانی پر چشتیوں کے طریقہ پر کلمہ ضرب (لا الٰہ الا اللہ) بادکش کے سامنے لگاؤ۔ انہوں نے ایسے ہی کیا اور فوراً پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ (۲۰۴)

حضرت محمد شیر خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ افغانستان سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا اور خلافت کا شرف حاصل کر کے واپس چلے گئے۔ (۲۰۵)

حضرت مولانا محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ جید عالم، دیندار اور بہت ہی زیادہ مہذب الاخلاق تھے اور اخلاقِ حمیدہ آپ کی جبلت تھی۔ باطنی نسبت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے حاصل کی تھی۔ کئی سال تک حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر مقاماتِ نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور مورّخہ ۱۰ر صفر ۱۲۳۱ھ کو شیخ و مرشد نے آپ کو مراقبہ کمالات اولوالعزم تلقین فرمایا اور بروز اتوار عید الفطر ۱۲۳۱ھ/ ۲۴ر اگست ۱۸۱۶ء کو خلافت واجازت کا شرف پایا اور حضرت شاہ صاحبؒ سے تاحیات جدا نہ ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے وصال فرمایا تو آپ نے ہی حضرت شاہ صاحبؒ کو غسل دیا اور پھر حرمین الشریفین چلے گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

ایک دن نمازِ عصر کے بعد آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دست بستہ ہو کر عرض کی کہ میری دلی خواہش ہے کہ مجھے قول، فعل، عمل اور اعتقاد میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع نصیب ہو جائے اور آپ (یعنی حضرت شاہ صاحبؒ) کی محبت میں استغراق حاصل ہو جائے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور آپ کی حالت پر توجہ فرمائی۔ آپ نمازِ عشاء کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) سے ملے تو فرمایا کہ ابھی تک اس دعا اور توجہ کا اثر میری نَس نَس میں باقی ہے۔ (۲۰۶)

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے خلیفہ تھے۔ اس ناکارہ روزگار راقم الحروف کے مہربان محترم جناب شوکت محمود زاد لطفہ، محلہ میاں قطب الدین، راولپنڈی حضرت میر محمد شاہی نقشبندی سریابی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے پیرانِ گرامی کا شجرہ طریقت ''سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ'' کے نام سے طبع کرایا تھا، جس کی رُو سے ان کے پیر و مرشد حضرت میر محمد شاہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت میاں فیض الحق چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ میاں روح اللہ پشنگی اخوندزادہ گانگلزئی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ/ ۹۷-۱۸۹۶ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ مولانا محمد عیسیٰ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں حیات تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ میاں روح اللہ اخوندزادہ گانگلزئی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ بلوچستان میں خوب پھیلا اور فیوض و برکات کا سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔ (۲۰۷)

حضرت محمد منور رحمۃ اللہ علیہ

آپ مسجد اکبر آبادی کے امام تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے فیوض حاصل کیے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نہایت قوی نسبت رکھتے تھے۔ (۲۰۸)

حضرت مرزا مراد بیگ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے کسب واخذ کر کے اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ کمال زہد کے مالک تھے اور اِس وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ آپ کو جنید وقت کہا کرتے تھے۔ آپ کی نسبت بہت قوی تھی اور لوگوں کو آپ سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں رحلت فرمائی اور حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے پائیں میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. (۲۰۹)

حضرت مقبول النبی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے طے کیے۔ (۲۱۰)

حضرت میر نقش علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے نسبت نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی اور بعدازاں لکھنؤ چلے گئے۔ (۲۱۱)

حضرت مولوی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں کیں اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اشغال اور مراقبات میں مشغول رہے اور بالآخر اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار آدمی میرے خاندان (سلسلۂ طریقت) کے لیے قابلِ فخر ہیں، یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔ یہ چاروں بزرگ متبحر عالم اور ہم پیالہ وہم نوالہ تھے۔ (۲۱۲)

حضرت مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی جان محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے کسب فیض کیا اور خلافت کا شرف پایا۔ قندھار کے ہزاروں لوگوں نے آپ سے ہدایت حاصل کی اور وہاں کے لوگ آپ کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ (۲۱۳)

حضرت باز شیر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے مقامات مجددیہ طے کیے اور بروز اتوار عید الفطر ۱۲۳۱ھ/ ۲۴/ اگست ۱۸۱۶ء کو اجازت و خلافت کا شرف پایا۔ (۲۱۴)

حضرت خوجل قل سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات اخذ وکسب کیے اور بروز اتوار عید الفطر ۱۲۳۱ھ/ ۲۴/ اگست ۱۸۱۶ء کو اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ (۲۱۵)

جامع کتاب

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کے مختصر احوال و آثار

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) تک یوں ہے:

حضرت رؤف احمد ابن حضرت شعور احمد ابن حضرت محمد شرف ابن حضرت شیخ رضی الدین ابن حضرت شیخ زین العابدین ابن حضرت شیخ محمد یحییٰ ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴رمحرم ۱۲۰۱ھ/ ۶رنومبر ۱۷۸۶ء مصطفیٰ آباد المعروف بہ رام پور (ہندوستان) میں ہوئی۔

جدّ بزرگوار نے آپ کا تاریخی نام رحمٰن بخش (۱۲۰۱ھ) رکھا۔ جب سن تمیز کو پہنچے اور علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں راہِ فقر اور عشق مولیٰ کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عنایت ازلی نے دستگیری کی اور پہلے پہل ان کے ساتھ حضرت شاہ فیض بخش الملقب بہ حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء) جو کہ مادر زاد ولی تھے، کے آستانہ فیض پر پہنچے اور سلسلۂ قادریہ میں ان کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور پندرہ سال تک ان سے کسب فیوض و برکات کرنے کے بعد تعلیم طریقہ کی اجازت کا شرف پایا اور سات سلاسل: قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ (صابریہ و چشتیہ نظامیہ)، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ اور قلندریہ میں مجاز طریقت قرار پائے۔

حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد القائے ربانی سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے بیعت کی اور پیری و مریدی چھوڑ کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام مقامات شروع سے آخر تک ان کی خدمت میں رہ کر نئے سرے سے اخذ وکسب کیے اور بروز اتوار عید الفطر ۱۲۳۱ھ/۲۴ر اگست ۱۸۱۶ء کو اُن سے مذکورہ بالا سات سلاسل میں اجازت مطلقہ اور خلافت عامہ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروز سوموار ۲۱ر ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ/۱۳ر اکتوبر ۱۸۱۶ء کو آپ کے عناصر ثلاثہ پر توجہ فرمائی اور مراقبہ مسمّی الباطن تلقین فرمایا اور ۱۰ر صفر ۱۲۳۱ھ کو مراقبہ کمالات اولوالعزم تلقین فرمایا۔

حصولِ خلافت کے بعد آپ بلدہ بھوپال میں جا کر مقیم ہو گئے۔ وہاں آپ کو قبولِ عام نصیب ہوا۔ امراء اور فقراء آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک عرصہ تک یہاں مسند ارشاد کو زیب وزینت بخشی اور یہاں ایک خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ کی بنیاد رکھی، جس کو آپ کے پوتے حضرت پیر ابو احمد عبداللہ مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۲ھ/۲۴-۱۹۲۳ء) اور اُن کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے وقت میں آباد کیا۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع کیا اور اُن کے حالات میں کتاب **جواہر علویہ** تصنیف فرمائی۔ آپ بے نظیر شاعر تھے اور اُردو و فارسی میں کامل شہرت رکھتے تھے اور رافت تخلص کیا کرتے تھے۔ **مکاتیب شریفہ** حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں بیشمار مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں۔

آخری عمر میں حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اور حجازِ مقدس اور کعبۃ اللہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ بندر لیث، واقع ملک یمن کے قریب پہنچے تو بروز جمعرات ۲۷ر ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ/۲۲ر فروری ۱۸۳۸ء میں اس جہانِ پُر ملال سے قربِ الٰہی میں رحلت فرمائی اور بیر علی، جس کا لقب یلملم ہے، میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے آپ کا سالِ وفات ۱۲۴۸ھ اور حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ نے ۱۲۶۶ھ لکھا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ خطیب احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء) تھے۔ان کے دو صاحبزادے تھے۔ایک حضرت محمد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۶ھ/ ۷۰-۱۸۶۹ء) اور دوسرے حضرت پیر ابواحمد عبداللہ بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ایک عالم، مدرّس، مفسر، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، واقف فنون ظاہریہ ورسمیہ تھے۔آپ بے نظیر شاعر تھے اور اُردو اور فارسی میں کامل شہرت رکھتے تھے۔رافت تخلص کرتے تھے۔آپ کی ایک رُباعی ملاحظہ فرمائیں:

چون رشتۂ اخلاص دو عالم بشکست   در راہ محبت الٰہی بنشست
رافت نہ تقدم و تاخر این جاست   آن دم کہ گسست درہماندم پیوست

آپ کے اُردو اشعار بطور نمونہ پیش ہیں:

ملے ہے قیس تصوّر میں بھی جو لیلیٰ سے   ملے ہے مردمک چشم کو کفِ پا سے
بدل تصوّرِ روزِ وصال باندھ کے ہم   بلائیں لیتے ہیں کیا کیا خیال باندھ کے ہم

آپ کثیر التصانیف تھے۔تفسیر وفقہ اور تصوف وفقہ وغیرہ میں کتابیں لکھیں۔چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ **دیوان شعر** (فارسی، اُردو)

بقول عبدالغفور نساخ، فارسی میں ایک اور ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں آپ کے دو رسالے یادگار ہیں۔جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔

۲۔ **ارکان الاسلام** (اُردو)

مطبع نظامی، کانپور سے طبع ہوا۔اس کے علاوہ فقہ میں اور بھی رسائل ہیں۔

۳۔ **تفسیر رؤفی، معروف بہ تفسیر مجددی** (اُردو)

آپ نے ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء میں شروع کی جو مختلف عوارض کی وجہ سے ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۳ء میں اختتام کو پہنچی۔

۴۔ **رسالہ تفسیر تبارک الذی** (فارسی)

اس کا خطی نسخہ کتب خانہ رضا، رام پور لائبریری میں محفوظ ہے۔

۵۔ **صادقہ مصدقہ** (فارسی)

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۶۔ **مراتب الوصول** (فارسی)

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۷۔ **سلوک العارفین** (فارسی)

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ رضا، رام پور۔

۸۔ **شراب رحیق** (فارسی)

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ رضا، رام پور۔

۹۔ **رسالہ سلوک** (فارسی)

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۱۰۔ **سوانح حیات حضرت شاہ درگاہیؒ** (فارسی)

۱۱۔ **مثنوی اسرار** (فارسی)

۱۲۔ **معراج نامہ** (اُردو)

۱۳۔ **مثنوی یوسف زلیخا** (فارسی)

۱۴۔ **رسالہ درمقامات طریقہ مجددیہ** (فارسی)

۱۵۔ **جواہر علویہ** (فارسی)

احوال مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء)، اُردو ترجمہ، مطبوعہ لاہور، ۳۸-۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء۔

۱۶۔ **درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علیؒ)** (فارسی)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے ملفوظات ہیں۔

اس کا فارسی متن چند بار طبع ہوا۔ پہلی بار حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء) کی حیات مبارکہ میں مولوی ہدایت علی بریلوی کے اہتمام سے شائع ہوا اور بعدازاں ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں محبوب المطابع، دہلی سے چھپا۔ نیز ترکی سے مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول نے تیسری بار ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء میں طبع کیا۔ **درالمعارف** کا اُردو ترجمہ فقیر عبداللہ نے کیا، جو مکتبہ اسدیہ، گجرات سے ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا، اور بعدازاں ایک اور ترجمہ عبدالحکیم خان اختر نے کیا، جو ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں نوری کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوا تھا۔ زیرِ نظر ترجمہ احقر (محمد نذیر رانجھا) نے کیا ہے، جو الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی سے طبع ہو رہا ہے۔

۱۷۔ مکاتیب شریفہ (شاہ غلام علی دہلویؒ)

جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ (م۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۸ء)۔ حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ ارشد نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء)، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کی عمدہ و عالی تصحیح و تحقیق سے فارسی متن لاہور سے ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں طبع ہوا ہے۔ (۲۱۶)

مکاتیب شریفہ سب سے پہلے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں مطبع عزیزی، مدراس سے شائع ہوئے اور حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ والی طباعت کی عکسی اشاعت مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے بھی طبع ہوئی ہے۔

مکاتیب شریفہ کی حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ والی فارسی طباعت کا اُردو ترجمہ احقر (محمد نذیر رانجھا) نے کیا، جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی سے شائع ہوا۔

حواشی مقدمہ

۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۵۱/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ، ص ۱۱

۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹، ۱۴۰/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، استنبول: ۱۹۷۴ء، نیز ۱۹۹۷ء، ص ۹۷/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فارقی (مترجم)/ ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ص ۱۴ (مقدمہ)/ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء، ص ۱۸، ۲۴۔

۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۵۳، ۱۶۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ شریف، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۲۵۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹۔

۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: ایضاح الطریقہ (شامل رسائل سبعہ سیارہ)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ، ص ۲/ رؤف احمد رافت مجددی: درالمعارف، ص ۱۱۹، ۱۶۲-۱۶۳۔

۵۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری،

ص۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۴۰/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۳/ سر سیّد احمد خان: آثار الصنادید، دہلی: ۱۹۶۵ء، باب ۴، ص ۴۶۳۔

۶۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲۔

۷۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۵۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲۔

۸۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالحی حسنیؒ: نزھۃ الخواطر ۷: ۳۵۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۷۵، ۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳/ شاہ رؤف احمد مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۴، ۱۶۴۔

۱۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲۔

۱۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲۔

۱۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳۔

۱۳۔ سر سیّد احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۳/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۱ –

۶۵۲/محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲۔

۱۴۔ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۰/ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۴-۴۶۵/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, Leiden: E.J. Brill, 1993, vol. 7:936-938

۱۵۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۷/ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، ص ۴۶۴-۴۶۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:936-939

۱۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴۔

۱۷۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸

۱۸۔ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۴/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۱۹۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۲۰۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۱/ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، ص ۴۶۴-۴۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴/ شاہ غلام علی دہلویؒ/ شاہ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: بیڈن روڈ، حکیم عبدالمجید سیفیؒ (مصحح و طابع و ناشر)، ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء، ص ۶۲/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:936-939

۲۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴۔

۲۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ایضاً، ص۵۷۳-۵۷۴

۲۶۔ ایضاً، ص۵۷۴

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ایضاً، ص۵۷۵

۳۴۔ ایضاً، ص۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۴۳-۱۴۴۔

۳۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۵۔

۳۶۔ ایضاً، ص۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۴۳-۱۴۴۔

۳۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۵۔

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ ایضاً،ص ۵۷۶

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص ۱۴۱-۱۴۲۔

۴۶۔ ایضاً،ص ۵۷۶، ۶۲۸ (حاشیہ نمبر ۳۶، ۳۷)

۴۷۔ ایضاً،ص ۵۷۶

۴۸۔ ایضاً،ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص ۱۴۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف،ص ۱۰۲۔

۴۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۹۔

۵۰۔ ایضاً،ص ۵۷۷

۵۱۔ ایضاً،ص ۵۷۸

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ ایضاً،ص ۵۷۷

۵۵۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص ۲۵۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص ۲۹۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص ۱۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری،ص ۱۶۴۔

۵۶۔ ایضاً

۵۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص ۶۰۵-۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص ۱۹۔

۵۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۹۷۔

۵۹۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص ۲۳۶-۲۳۸/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ،ص ۱۵۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ

مقامات مظہری، ص ۵۹۶-۵۹۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۹-۲۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۴۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۸/ محمد ایوب قادریؒ: اُردو ادب کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۱۰۲/
E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۶۰۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۰۸، نیز ۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۶۱۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۵۔

۶۲۔ ایضاً/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم)، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۹۹-۱۹۹۸ء، ص ۹۹، ۱۳۹۔

۶۳۔ ایضاً، ص ۱۷۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۲۲-۱۲۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۴-۴۶۔

۶۴۔ ایضاً، ص ۱۷۲-۱۷۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸۔

۶۵۔ ایضاً، ص ۱۷۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۳۹/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: ۱۳۷۱ھ/ ص ۳۸،

۶۶۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱، ۲۲۰-۲۲۱۔

۶۷۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰/ ایضاً، ص ۱۷۳۔

۶۸۔ ایضاً، ص ۴۰/ ایضاً، ص ۱۷۳-۱۷۴۔

۶۹۔ ایضاً، ص ۳۷/ ایضاً، ص ۱۷۲۔

۷۰۔ ایضاً، ص ۳۸/ ایضاً، ص ۱۷۲/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص

۸۷/۹ ۷ـ

۷۱ـ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۳۵ - ۳۸/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۱۰۰/ ۱۳۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۳/محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۳۹۔

۷۲ـ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۷۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۴۱ -۴۲۔

۷۳ـ ایضاً / ایضاً، ص۴۳۔

۷۴ـ ایضاً، ص ۱۷۷-۱۷۸/ ایضاً، ص۴۲ -۴۳۔

۷۵ـ ایضاً، ص ۱۷۸- ۱۸۴/ ایضاً، ص۳۲ -۳۴/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہای متون فارسی بہ زبانہای پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۰ - ۱۲۱/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۷، ۳۳۰۔

۷۶ـ ایضاً، ص ۱۷۵/ ایضاً، ص ۴۳ - ۴۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۸۔

۷۷ـ ایضاً، ص۱۷۶۔

۷۸ـ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۲۰۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۶- ۱۷۷۔

۷۹ـ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص۶۰ / ۲۴۔

۸۰ـ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۳۔

۸۱ـ ایضاً، ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۴۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۳۔

۸۲۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۴- ۸۵، ۱۲۷- ۱۲۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۸۳۔ اکبر علیؒ، سیّد: مجموعہ فوائد عثمانیہ، ملفوظات، مکتوبات، معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، ملتان: حافظ محمد یوسف خان خاکوانی، ۱۳۸۲ھ، ص ۲۵۔

۸۴۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۹۔

۸۵۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ۵۸۱۔

۸۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۱۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ۵۸۵۔

۸۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۱۳۔

۸۸۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۲۔

۸۹۔ ایضاً

۹۰۔ ایضاً

۹۱۔ ایضاً

۹۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۳۶۔

۹۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱-۱۵۲۔

۹۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۲-۱۰۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۴-۵۸۵۔

۹۵۔ ایضاً، ص۱۰۲-۱۰۳/ ایضاً، ص۱۰۲۔

۹۶۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۵/ حافظ شیرازیؒ: دیوان حافظ، بمبئی: س۔ن، ص۲۳۹۔

۹۷۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۷۔

۹۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۰-۱۵۱۔

۹۹۔ ایضاً، ص۵۸۱/ ایضاً، ص۱۴۹۔

۱۰۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۹۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۱۰۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۹۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص۵۸۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۳۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص۵۸۰۔

۱۰۴۔ ایضاً، ص۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۰-۱۵۱۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص۵۸۱/ ایضاً، ص۱۴۹

۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ ایضاً، ص۵۸۰/ ایضاً، ص ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵ (تھوڑے اختلاف سے)۔

۱۰۸۔ ایضاً، ص۵۸۰۔

۱۰۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۲۔

۱۱۰۔ ایضاً، ص ۵۸۳/ ایضاً، ص ۱۵۲۔

۱۱۱۔ ایضاً

۱۱۲۔ ایضاً، ص ۵۸۲/ ایضاً، ص ۱۵۱۔

۱۱۳۔ ایضاً، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۴۔

۱۱۴۔ ایضاً، ص ۵۸۵۔

۱۱۵۔ ایضاً، ص ۵۸۴/ ایضاً، ص ۱۰۲۔

۱۱۶۔ ایضاً، ص ۵۸۴/ ایضاً، ص ۱۰۲۔

۱۱۷۔ ایضاً، ص ۱۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۴۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص ۵۸۶۔

۱۱۹۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۷۔

۱۲۰۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۱۔

۱۲۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳۔

۱۲۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۶۔

۱۲۳۔ ایضاً، ص ۱۵۶/ ایضاً، ص ۵۸۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴۔

۱۲۴۔ ایضاً

۱۲۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۳۵۸۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۳۱۲۔

۱۲۷۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۳۵۴۔

۱۲۸۔ ایضاً
۱۲۹۔ ایضاً،ص۲۵۴-۲۵۵۔
۱۳۰۔ ایضاً،ص۲۵۵۔
۱۳۱۔ ایضاً
۱۳۲۔ ایضاً
۱۳۳۔ ایضاً
۱۳۴۔ ایضاً
۱۳۵۔ ایضاً
۱۳۶۔ ایضاً
۱۳۷۔ ایضاً
۱۳۸۔ ایضاً
۱۳۹۔ ایضاً،ص۲۵۶
۱۴۰۔ ایضاً
۱۴۱۔ ایضاً
۱۴۲۔ ایضاً
۱۴۳۔ ایضاً
۱۴۴۔ ایضاً
۱۴۵۔ ایضاً
۱۴۶۔ ایضاً
۱۴۷۔ ایضاً
۱۴۸۔ ایضاً،ص۲۵۷۔
۱۴۹۔ ایضاً
۱۵۰۔ ایضاً
۱۵۱۔ ایضاً
۱۵۲۔ ایضاً
۱۵۳۔ ایضاً
۱۵۴۔ ایضاً
۱۵۵۔ ایضاً
۱۵۶۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)،ص۸۷۔
۱۵۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص ۵۹۰-۵۹۱۔
۱۵۸۔ ایضاً،ص۵۹۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص۲۵۷۔
۱۵۹۔ ایضاً،ص۵۹۲/ ایضاً،ص۲۵۷۔
۱۶۰۔ ایضاً،ص۵۹۵/ ایضاً،ص۲۵۸۔
۱۶۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۹۴۔
۱۶۲۔ ایضاً،ص۵۹۵۔

۱۶۳۔ ایضاً،ص۵۹۱۔

۱۶۴۔ ایضاً،ص۵۹۳۔

۱۶۵۔ ایضاً،ص۵۹۴۔

۱۶۶۔ ایضاً،ص۵۹۵۔

۱۶۷۔ ایضاً

۱۶۸۔ ایضاً

۱۶۹۔ ایضاً،ص۵۸۷۔

۱۷۰۔ ایضاً،ص۵۸۷-۵۸۸/ رؤف احمد مجددیؒ: درالمعارف،ص۱۶۸۔

۱۷۱۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری،ص ۱۶۵-۱۶۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص ۵۹۹-۶۱۰/ ابوالحسن زید فاروقی، مقامات خیر،ص ۷۰-۷۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص ۲۵۹-۲۶۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص۲۱-۲۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء،ص ۶۷-۹۵۔

۱۷۲۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ/ محمد مظہر مجددیؒ/ محمد اقبال مجددی: رشحات عنبریہ، استنبول: ۱۹۷۹ء/ محمد معصوم رام پوری: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ/ ابوالحسن زید فاروقی: مقامات خیر،ص۱۸۲،۱۰۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص ۲۶۰-۲۶۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری،ص ۱۶۶-۱۶۷/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ،ص۶۱۰-۶۱۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص۲۳-۲۰۶/ محمد ایوب قادری: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ،ص ۳۰۱/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ

اسماعیل خان)،ص ۱۰۱-۱۴۵۔

۱۷۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱۔

۱۷۴۔ ایضاً،ص ۶۲۳۔

۱۷۵۔ ایضاً،ص ۶۱۸ - ۶۱۹، نیز ۶۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص ۱۴۱-۱۴۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص ۲۹-۳۰۔

۱۷۶۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۴ - ۶۱۵، ۶۴۲/ ابوالحسن، سیّد: آئینہ اودھ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ،ص ۱۳۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۷/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۳۶، ۷۰، ۱۴۸، ۱۶۸۔

۱۷۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص ۲۴۲-۲۴۳۔

۱۷۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳۔

۱۷۹۔ ایضاً،ص ۶۱۵ - ۶۱۸، ۶۴۸/ محمد خالد رومیؒ، مولانا: دیوان، استنبول (ترکی)، ۱۹۵۵ء/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظ شریفہ،ص ۸۷-۸۸۔

۱۸۰۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظ شریفہ،ص ۸۷، ۱۳۲۔

۱۸۱۔ ایضاً،ص ۱۱۴۔

۱۸۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۵/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، مصر: ۱۳۱۹ھ،ص ۸۲، نیز ۸۰۔

۱۸۳۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف،ص ۵۰، ۶۵، ۷۰، ۷۷، ۱۰۸، ۱۱۶، ۱۷۰۔

۱۸۴۔ شامی، علامہ ابن عابدینؒ: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ، مشمولہ رسائل

ابن عابدینؒ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۱۸ - ۳۲۵/ محمد مراد مکی قزانی: نفائس السانحات فی تذئیل الباقیات الصالحات (معروف بہ تکملہ رشحات)، بکر (ترکی)، س۔ ن، ص ۱۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸-۳۷۲/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، ص ۹۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۶-۲۹۔

۱۸۵۔ الزرکلی، خیرالدین: الاعلام، بیروت: دار العلوم للملایین، ۱۹۹۷ء، جلد ۲: ۲۹۴/ عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س۔ ن، جلد ۴: ۹۵/ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، بیروت: دار العلوم الحدیثہ، س۔ ن، جلد ۱: ۳۶۲، ۲: ۱۰۷/ سرکیس، یوسف الیان: معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ، مصر، سرکیس، ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء، جلد ۱: ۸۱۳، جلد ۲: ۱۸۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۸۔

۱۸۶۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۶ - ۶۱۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۷۰/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:935, 936

۱۸۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۱ -۶۱۲/ محمد مظہر دہلویؒ: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص ۶۸۔

۱۸۸۔ ایضاً، ص ۶۱۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۲۔

۱۸۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲، ۶۴۲ - ۶۴۳ (حاشیہ نمبر ۱۷۶- از محمد اقبال مجددی)/ محمد قطب الدین ومحمد خلیل الرحمٰن: احوال العارفین، حیدرآباد دکن: ۱۳۱۷ھ، ص ۴، ۶، ۷-۹، ۱۷/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۶-۸۷۔

۱۹۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۹ - ۶۲۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ:

درالمعارف، ص ۴۸، ۵۰، ۵۷، ۹۴۔

۱۹۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۹ - از محمد اقبال مجددی) / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰۔

۱۹۲۔ ولی اللہ فرخ آبادی/ شریف الزمان شرف (مترجم) / محمد ایوب قادری (مرتّب): عہد بنگش، کراچی: ۱۹۶۵ء، ص ۴۳۵ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۸ - از محمد اقبال مجددی)۔

۱۹۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۴ / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۳۸ / غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱/۷۰۴ / احمد مکی: ہدیہ احمدیہ، ص ۸۳ / محمد حسن جان مجددیؒ، انساب الانجاب، ص ۱۴۱۔

۱۹۴۔ حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور: ۱۹۰۱ء، ص ۱۸ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲ - ۶۱۳۔

۱۹۵۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲۔

۱۹۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۱۶، ۲۴۳ - ۲۴۴ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲۔

۱۹۷۔ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علماء پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد ۲: ۵۰۵ - ۵۰۹، نیز ۴۳۵، ۵۱۶، ۵۳۰ / محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۷ - ۷۶ / محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۹ - ۱۷۰ / غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا / محمد اقبال مجددی (تحقیق) / اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۷، ۱۰۲ / محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی: اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ۱۴۸۱ / امام الدین کھوتکی: مقامات طیبین، قلمی مخطوطہ، مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ، لِلّٰہ شریف، پنڈ دادن

خان، ضلع جہلم، ص ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۲۶/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی/ محمد اقبال مجددی، حدیقہ الاولیاء، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲/ سیّد محمد، حافظ صاحبزادہ: بستان معرفت، لاہور: ۱۳۰۳ھ، ص ۳، ۴، ۶، ۱۵، ۱۶/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: تحفۂ رسولیہ، لاہور: ۱۳۰۸ھ، ص ۵۷/ محمد صالح کنجاہی، مولوی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مخطوطہ، مملوکہ محترم پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری صاحب، گجرات/ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح غلام محی الدین قصوریؒ)، لائل پور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء/ محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر): کتاب خانہ ہائے پاکستان، اسلام آباد: (مصنف)، ۱۹۷۷ء، ص ۱۷۷/ محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع، لاہور: دانشگاہ پنجاب، ص ۲۹۵۔

۱۹۸۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۷۔

۱۹۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۴۷، ۵۰، ۵۲، ۵۷۔

۲۰۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰/ رحمٰن علی، مولوی/ محمد ایوب قادری (مترجم): تذکرہ علمائے ہند، کراچی: ۱۹۶۱ء، ص ۵/ عبدالغنی مجددیؒ، شاہ: تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، دہلی: مطبع احمدی، ۱۳۶۹ھ، ص ۱۷۰/ فقیر محمد جہلمی، مولوی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۹۱/ عبدالحی حسنیؒ، نزہۃ الخواطر، جلد ۷: ۳۹۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۵/ محمد ظفر الدین: تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۳ء، جلد ۱: ۶۱۔

۲۰۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹، ۴۷، ۸۳/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۶۔

۲۰۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۲ - ۶۲۳/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص۸۷۔

۲۰۳۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۵۰/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۰۔

۲۰۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۲۴۱/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص۹۷-۹۸ (حاشیہ۱- از محمد اقبال مجددی)، ۱۱۱۔

۲۰۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۳۔

۲۰۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۵۰، ۹۴، ۱۵۳، ۱۶۸/ محمد مظہر مجددیؒ، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص۱۵۷/ عبدالغنی تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، ص۱۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۲/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص۹۰۔

۲۰۷۔ شوکت محمود: سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ، راولپنڈی: محلّہ قطب الدین، س۔ن/ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر: تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء (طبع سوّم)، ص۱۰۷-۱۰۹، ۱۹۷-۲۰۲، ۲۸۴-۲۸۹۔

۲۰۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۲۔

۲۰۹۔ ایضاً

۲۱۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۵۰۔

۲۱۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،

ص۶۲۳۔

۲۱۲۔ ایضاً،ص۶۲۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص۲۴۳۔

۲۱۳۔ ایضاً،ص۶۲۲/ ایضاً،ص۲۴۳۔

۲۱۴۔ رؤف احمد مجددیؒ: درالمعارف،ص۱۵۳۔

۲۱۵۔ ایضاً

۲۱۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف،ص۱۵۳-۱۷۴، نیز ۴۵،۱۲۴،۱۵۳، ۱۶۱، ۱۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ،مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۳-۶۱۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص۳۰،۹۲ (حاشیہ۱)/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص۲۴۴- ۳۰۹، ۲۷۱/ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ،ص۵۴/ عبدالغفور نساخ: سخن شعراء،نول کشور،۱۲۹۱ھ،ص۱۸۷/ احمد علی شوق رام پوری: تذکرہ کاملان رام پور، دہلی: ۱۹۲۹ء،ص۱۴۳، ۱۴۷/فقیر محمد جہلمی: حدائق حنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن (عکسی طباعت از طبع لکھنؤ،۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء، ص۴۹۰/ عبدالحی حسنی: نزھۃ الخواطر، ۷: ۱۸۸/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد۴: ۳۶۸/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)،ص۸۰-۸۱۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

فصیح لوگوں کے کلام کے دیباچہ کی آرائش اس بے ابتداء احد کی ستائش کی زینت سے ہے، جس نے جوہراحسان کے رخسار پرانبیاءکرام عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ کی پُرفیض زبان کے پانی سے رنگ و چمک بھری اور بلیغ لوگوں کے بیان کے مشاہدِ مقدمہ کی زینت اس بے انتہا واحد کے حضور عاجزی سے دعا کرنے کے زیور سے ہے، جس نے گوہرعرفان کے رخسار کواولیائے عظام کی موتی بکھیرنے والی زبان کی طراوت سے تازگی اور ضیا بخشی۔شعر:

انبیا را جوہر احسان دہی

اولیا را گوہر عرفان دہی

یعنی: (اے اللہ!) تو انبیا کو جوہر احسان عطا فرماتا ہے (اور) اولیا کو گوہر عرفان بخشتا ہے۔

صاحب ادراک لوگوں کی عقل اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کی حقیقت کے ذرّہ بھر ادراک میں دائرہ کی مانند سرگرداں ہے اور بزرگوں کی فہم اس کی ذات کے مقام میں معمولی غور وفکر کرنے سے آئینہ کی طرح حیران ہے۔نظم:

ز علیا اعلیٰ و بالا ز بالا　　بلندی ہم نمی گنجد در آنجا

مقامش از عقول انبیا پاک　　رسل را ہم بکنہش نیست ادراک

یعنی: (اللہ تعالیٰ) بلندتر سے اعلیٰ اور بالا سے بھی بالا ہے۔بلندی بھی اس جگہ نہیں سما سکتی۔

۞ اس کا مقام انبیاء(عظام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی عقول سے بھی پاک ہے۔رسل عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو بھی اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہے۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا

بِـاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. یعنی: اللہ پاک ہے اور ساری تعریفیں اس کے لائق ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور گناہوں سے بچنے اور عبادت کرنے کی قوت نہیں ملتی مگر اس بلند و بزرگ خدا کی توفیق سے۔

نبیوں کے سردار، متقیوں کے رہنما، رسالت کی بلندی کے ہما، خلیل کی قربت کے قاف کے عنقا، رب جمیل کے جلیل، اللہ تعالیٰ کے راستے کی دلیل، اوّل اوائل کے جمیل، انوارِ الٰہیہ کے مبتدا کے دلائل کی دلیل، اعلاء الٰہیہ کی مانند عروج کمالیہ کے منتہا، غیر متناہیہ جہانوں کے ہیولا، تمام انبیاء کرام کی امتوں کے شافع، تمام بیماریوں اور مرضوں کے شافی، دو جہاں کے سردار، دین و دنیا کے خواجہ، انبیا کے امام، اولیا کے پیشوا، روزِ جزا کے شفیع، محبوبِ کبریا، مفخرِ اصفیا، احمد مجتبیٰ (حضرت) محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْمَلِکُ الْاَعْلٰی (یعنی: آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ پر درود و سلام ہو۔ اللہ بڑے بادشاہ کی رحمتیں نازل ہوں) پر بہت زیادہ درود اور پاکیزہ سلام ہو۔

اَمَّا بَعْدُ فقیر رؤف احمد مجددی نَسَبًا وَ طَرِيْقَةً عفی عنہ کہتا ہے کہ جب اخوت پناہ، والا دستگاہ، شریعت و طریقت کے رازوں کو ظاہر کرنے والے، حقیقت و معرفت کے انوار کے واقف، اللہ کے کلام مجید کے حافظ (حضرت) شاہ ابو سعید سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کہ اَسْرَارُ السَّعِيْدِ مَنْ وَعَظَ بِغَيْرِهٖ (مسلم، جلد۸: ۴۵؛ جامع الصغیر، جلد۱: ۶۳۔ یعنی: خوش بخت کے رازوں میں سے یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے) جن کی جبین مبین سے ظاہر ہیں اور اَنْوَارُ السَّعِيْدِ مَنْ سَعَدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ (جامع الصغیر، جلد۲: ۲۶۔ یعنی: خوش بخت کے انوار میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے ہی خوش بخت ہے) ان کی نور افشاں پیشانی سے واضح ہیں، نے اس نادان کو تجویز دی کہ حضرت پیر دستگیر، قطب دوراں، قیوم زماں، آسمان ولایت کے چاند، آسمان ہدایت کے قمر، برج اتقیا کے نیّر، درج اجتبا کے گوہر، مطلع ارشاد کے آفتاب، افق امداد کے ماہتاب، محفل صفا کے سراج، بزم رضا کے چراغ، اسرارِ الٰہیہ کے مظہر، انوارِ نامتناہیہ کی مہبط، فیض سبحانہٗ کے مورد، برکاتِ رحمانی کے

مصدر، طریقۂ مجددیہ کے مروّج، کمالاتِ احمدیہ کے مکمل، شریعت و ایمان کے سیدھے راستے کے مسالک کے سالک، طریقت واحسان کے راستے کے ناہج مناہج، اسرارِ خلّت و محبت کے کاشف، محبت ومحبوبیت کے انوار کے واقف، تیرہویں صدی کے مجدد، خیرالبشر (حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شریعت کے مروّج:

قصیدہ

امام جملہ خلائق میر ہر دو سرا — محیط رحمت و دریائے جود و بحر عطا
بشیر معرفت و پادشاہ ہر دو جہان — برائے گم شدگان شکل خضر راہ نما
خیر سر خدا مرشد رہ یزدان — امام امت و سردار دین بجود و سخا
دوائے درد درون و شفاءِ جملہ علل — دلیل وحدت و برہان دین بعلم وذکا
رحیل راہ الٰہی کفیل شرع نبی — رئیس انس و انیس ملک جلیس خدا
صفائے عارض خوبی کمال محبوبی — حبیب ذات الٰہی محبّ اہل صفا
ضیاءِ مہر ولایت مہ عروج کمال — بہ انتظام ہمہ خلق مثل قطب رحا
طبیب علّت دل طائر ریاض قدس — برنگ ذات رسل طاہر از معاصیہا
فقیر درگہ داور امیر انس و ملک — وجود فیض الٰہی و اصلح الصلحا
قسیم فیض محبت قرار مشتاقان — خلیل بارگہ کبریا بعزّ و علا
کتاب راز خدا و صحیفہ اسرار — کریم عالم محبوب اکرم الکرما
ولی ایزد و واقف بجملہ سر وعلن — وجود نور ظہور سرور و شیر وفا
ہدایت دو جہان ہادی زمین وزمان — ہمائے اوج صفا طائر ریاض علا
گلیم پوش محبت بطور و نہج کلیم — کلیم باری و طور تجلی مولا
شہ زمین و زمان حضرت غلام علیؒ — شفائے جملہ مرض شافع بروز جزا

قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارَهُمْ وَاَنْوَارَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کے اسرار اور انوار سے ہمیں پاکیزہ بنائے) کے ملفوظات، جو فرشتوں جیسی محفلوں میں معارف و نصائح کے پسندیدہ موتیوں کی صورت میں زبان گوہرفشان سے بکھیرتے ہیں اور سلوک و جذبہ کے خوبصورت

جواہر زبان فیض ترجمان سے بیان فرماتے ہیں، کو آپ رشتہ تحریر میں لائیں اور سلک تحریر میں پروئیں تو ان واجب الاطاعت کے اشارہ سے حضرت پیر دستگیر کی عرش جیسی خانقاہ کے جھاڑو دینے والوں میں سے یہ کمترین لیاقت نہ ہونے کے باوجود حضرت (پیر دستگیر) کے پُرفیض کلام کا لکھنے والا بن گیا۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْن یعنی: اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ حضرت پیر دستگیر کے ملفوظات اس طریقے سے تحریر کروں گا کہ اوّل تاریخ اور دن لکھ کر جو کچھ اُس روز آپ نے زبان گوہر فشان سے ارشاد فرمایا، وہ لکھوں گا اور حضرت پیر دستگیر کے نام مبارک کی جگہ لفظ ''حضرت عالی'' (حضرت ایشان) لکھوں گا۔ اس تالیف سے میری غرض ثواب کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت حق جَلَّ شَانُهٗ کی بارگاہ سے امید ہے کہ حدیث فیض بخش: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' (صحیح البخاری، نمبر ا، ص ا، کتاب بداء الوحی۔ یعنی: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) کے درخت سے (ضرور) پھل پاؤں گا۔ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل. یعنی: اور اللہ کے سوا کوئی توفیق بخشنے والا نہیں اور میرے لیے وہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

بروز منگل ۱۲؍ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ

فقیر

مخلص خادم پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ اس اثناء میں پُرفیض حضور میں لفظ فقیر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے موتی بکھیرنے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ فقیر میں حرف ''فاء'' سے مراد فاقہ کرنا اور توکل سے بیٹھنا ہے، اور حرف ''قاف'' سے قناعت کرنا اور تلاش کے تعلق سے الگ ہونا مراد ہے، اور ''یاء'' سے مراد ربِ منان کو یاد کرنا اور دونوں جہانوں کو بھلانا ہے، اور حرف ''راء'' سے مراد ریاضت کرنا اور مجاہدہ کرنا ہے۔ پس جس شخص نے یہ سب کر لیا اُس نے اپنا کام فقیر سا بنا لیا۔ اس نے ''فاء'' سے فضل، ''قاف'' سے قرب، ''یاء'' سے یاری اور ''راء'' سے رحمت اور رؤیت کو پا لیا۔ ورنہ ''فاء'' سے فضیحت (ذلت)، ''قاف'' سے قہر، ''یاء'' سے یاس (نا اُمیدی) اور ''راء'' سے رسوائی (مراد) ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ.
یعنی: ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

سماع

نیز اس روز سماع کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اہلِ سماع وہ ہیں جو اللہ کی طرف متوجہ اور اس کے غیر سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جو کچھ سنتے ہیں وہ حق سے سمجھتے ہیں، غیریت ان کی نظر سے اٹھ چکی ہے۔

آپ فرما رہے تھے کہ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش! مجھے سماع میں موت آتی۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ آخری عمر تک اس حسرت میں رہے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ نے ایک روز راہِ عنایت اور نہایت توجہ سے مجھے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ چاہتا ہے مجھ سے مانگ لے۔ میں نے استقامت طلب کی اور سماع میں مرنا نہ مانگا۔ افسوس کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ وجد اور تواجد میں ایک فرق ہے۔ وجد رقص کو اختیار کرنے

کے بغیر ہے اور تواجد اختیار کرنے کے ساتھ ہے۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ تواجد درست نیت کے ساتھ بھی صوفیہ میں جائز ہے، جس طرح کہ حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کی مجلس میں تھا۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین (اولیا قدس سرہٗ) کی مجلس شریف میں سماع سازوں کے بغیر اور عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی موجودگی کے بغیر (ہوتا) تھا، بلکہ تالی بجانا بھی نہ تھا۔ پس اس طرح کا سماع شرع میں بھی جائز ہے، جیسا کہ **فوائد الفواد** اور **سیر الاولیا** میں لکھا ہے۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ قطب المحققین حضرت خواجہ بختیار اوشی کاکی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ نے ترنم کے ساتھ اس شعر کے سماع میں فانی دنیا سے عالمِ بقا کو رحلت فرمائی۔ شعر:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

یعنی: تسلیم کی تلوار سے قتل ہونے والوں کو ہر زمانے میں غیب سے ایک اور زندگی (حاصل) ہے۔

اللہ، اللہ! احمد جام (رحمۃ اللہ علیہ) کا کیسا کلام ہے جو جام وصال پلاتا ہے اور وجود کی قید سے رہائی بخشتا ہے۔

اس روز جامعیت انسان کا ذکر بھی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً نے لکھا ہے کہ انسان تمام ممکنات کا جامع اس طرح ہے کہ جو کچھ تمام جہان میں ہے وہ صرف انسان میں بھی موجود ہے، کیونکہ انسان کا سر آسمان کا نمونہ ہے، خطرات ملک کے مشابہ، ہڈیاں پہاڑوں کی مانند، خون دریا کی طرح، مضبوط رگیں درختوں جیسی اور دونوں آنکھیں چمکتے ہوئے اور روشن چاند کی طرح (ہیں)۔ اسی طرح قیاس کر۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ انسان تمام ممکنات کا جامع اس طرح ہے کہ تمام جہان اسماو

صفات کا ظہور ہے اور انسان مظہر ذات اور ذات تمام صفات کی جامع ہے۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ انسان کا قلب جہان نما آئینہ ہے، لیکن عارف دیکھتا ہے کہ تمام جہان میرے دل میں ہے، بلکہ حق (تعالیٰ) جَلَّ وَ عَلا بھی مجھ میں جلوہ گر ہے۔ اکثر اولیا اس حالت میں وحدت وجود کے قائل ہیں اور اَنَا الْحَقّ (میں حق ہوں)، سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں، میری شان کتنی بلند ہے) اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ (میرے جبّہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے) کا نعرہ مارتے ہیں۔

مولانا (احمد) جام (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے۔ نظم:

ما آئینۂ جہان نمائیم　　ما نور جمال کبرائیم
موجود بجز وجود ما نیست　　در ہرچہ نگہ کنی تو مائیم
ہر قطرہ کہ بنگری ز دریا　　دریاب کہ قطرہ نیست مائیم

یعنی: ہم جہان نما آئینہ ہیں۔ ہم جمالِ کبریاء کا نور ہیں۔

۞ موجود ہمارے وجود کے سوا (کچھ) نہیں ہے۔ تو جس (چیز) میں بھی نگاہ کرے، وہ ہم (ہی) ہیں۔

۞ دریا سے جو قطرہ بھی تو دیکھے، معلوم کر لے کہ وہ قطرہ نہیں، ہم (ہی) ہیں۔

اور عارف نامی (حضرت) عبدالرحمٰن جامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس مقام سے اشارہ فرمایا ہے۔ نظم:

ممکن ز تنگ نائے عدم ناکشید رخت　　واجب ز بارگاہ قدم نانہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست　　بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام
بادہ نہان و جام نہاں آمدہ پدید　　در جام عکس بادہ و در بادہ رنگ جام
جامی معاد و مبدء وحدتست بس　　ما درمیان کثرت موہوم والسّلام

یعنی: ممکن نے عدم کی تنگ نائے سے پردہ نہ اٹھایا (اور) واجب نے بارگاہ قدم سے قدم نہ اٹھایا۔

۞ میں حیرت میں ہوں کہ یہ سب نقش عجیب کیا ہے؟ خاص و عام لوح صورت پر مشہود

ہوا۔

- پوشیدہ پیالہ اور پوشیدہ جام ظاہر ہوا، جام میں پیالے کا عکس اور پیالے میں جام کا رنگ۔
- جامی ہمارا معاد اور مبدء وحدت ہے بس، ہم کثرت موہوم کے درمیان (ہیں) والسّلام۔

اولیائے عظام کی ایک جماعت (کے لوگ) وحدتِ شہود کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جہان ایک آئینے کی مانند ہے، جس میں معشوق حقیقی کے چہرے کے آفتاب کے انوار چمکے ہیں۔ شعر:

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد
عارف از خندۂ می در طمع خام افتاد

(دیوان حافظ، ص۹۹)

یعنی: جب تیرے چہرے کا عکس جام کے آئینے میں پڑا تو شراب کی ہنسی پر عارف خام امید میں جا پڑا۔

فائدہ

سماع وغناء

مؤلف عفی عنہ کہتا ہے کہ سماع ایسی آواز کو کہتے ہیں جو بغیر ساز کے ہو اور غناء ساز کے ساتھ ہے۔ پس غناء کی حرمت کے بارے میں علماء میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نص (قرآن) سے غناء کی حرمت ظاہر ہے (ارشادِ الٰہی ہے):

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ. (سورۃ الاسراء، آیت ۶۴)

یعنی: اور ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے، اپنی آواز سے اس کا قدم اکھاڑ دینا۔

مفسرین نے اس (آواز) کو هُوَ الْغِنَاء (یعنی وہ غناء ہے) لکھا ہے۔

اور آیت کریمہ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (سورۃ لقمان، آیت

۶۔یعنی: اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے جوان باتوں کا خریدار بنتا ہے) بھی اسی طرح کی ہے۔ احادیث میں بھی غناء کی حرمت بہت زیادہ ہے۔جس طرح کہ (حدیث ہے): اَلشَّیطَانُ اَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَ اَوَّلُ مَنْ تُغَنِّیْ.

یعنی: شیطان ہے جس نے سب سے پہلے نوحہ کیا اور جس نے سب سے پہلے گانا گایا۔

نیز دوسری (حدیث): اَلْغِنَآءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الْبَقْلَةَ (اسرارالمرفوعہ،ص۱۵)۔

یعنی: گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزہ اُگاتا ہے۔

پس علماء کا اختلاف سماع کی حرمت میں ہے، غناء میں نہیں ہے۔عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی آواز سننا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔پس سماع یعنی ایسی آواز جوعورتوں اور بے ریش لڑکوں کی نہ ہواور (اس میں) ساز بھی نہ ہو، جواہلِ قلوب کوذوق وشوق، وجد، بیخودی واضطراب، انوار واسرار اور ترقیاں بخشتا ہے، ان شرائط کے ساتھ جائز ہے جواہلِ تصوف نے لکھی ہیں، ورنہ (جائز) نہیں۔

بروز بدھ ۱۳؍ربیع الاوّل (۱۲۳۱ھ)

ناسخ ومنسوخ

حضرت عالی کے پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔آپ نے اس وقت سورۃ الکافرون کی تفسیر خوشبو بکھیرنے والی زباں سے ارشاد فرمائی۔ناسخ ومنسوخ کے بارے میں بات چلی کہ اہلِ شرک جناب اقدس الٰہی جَلَّ شَانَہٗ میں تقدیر کا تردّد اور اوامر کا بدلنا بناتے ہیں۔نَعُوْذُ بِاللّٰہِ عَنْھُمَا. یعنی: ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی حکیم مطلق ہے اور بنی آدم مریض کی مانند، انبیاء (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) عطار کی طرح اور صحائف (آسمانی کتب) نسخوں کی مانند ہیں۔پس ہر زمانے میں موسم اور مزاج کی رعایت سے حکیم نسخہ لکھتا ہے، کیونکہ حکیم کی

غرض مریض کی شفا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے ہر صدی کے مناسب بنی آدم کی ہدایت کا نسخہ اولوالعزم پیغمبروں پر نازل فرمایا، یہاں تک کہ ہمارے رسول (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتُ اَکْمَلُهَا (آپ پر افضل ترین درود اور اکمل ترین سلام ہو) نے جلوۂ ظہور فرمایا۔ ہر وقت کے مناسب آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر احکام نازل ہوئے۔

حضرت مجدد قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ

اس کے بعد امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی تعریف کیا بیان کی جا سکتی ہے کہ ہزار سال کے اولیاء (عظام) کے برابر حضرت کا وجود مبارک ہے۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ خواجگان، پیر پیراں، فانی فی اللہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں جن کی جنت کے سائے میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں اور شیخ احمد کے معارف انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے مطالعہ کے قابل ہیں۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت مجدد (قدس سرہٗ) کے بارے میں غور و فکر کیا۔ اچانک ایک آیت، جو کہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ التَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَات کے رفع اشتباہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، میرے دل میں وارد ہوئی۔ پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد (قدس سرہٗ) کا عقید تمند موسوی ہے اور جو کوئی منکر ہے وہ فرعونی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا. یعنی: ہم اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسام الدین احمد (رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلاصی نامہ لکھا ہے۔ اس میں تحریر کیا کہ میاں شیخ احمد سَلَّمَهُ اللّٰهِ تَعَالٰی آرہے ہیں، میرے دل کے احوال دگرگوں ہو گئے اور بشری پردہ میرے دل میں نہ رہا اور دل میں آیا کہ ایسے بزرگوں کے ساتھ برائی نہیں کرنی

چاہیے۔ پس لفظ پردہ (غشاوہ) سے معلوم ہو گیا کہ ان کے تمام اعتراضات بشریت و نفسانیت کے لحاظ سے تھے، نہ کہ حقیقت کے لحاظ سے۔ یہ بات (حضرت) شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔

حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی فضیلت

پھر اس اثناء میں حضرت حضرتین یعنی حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ اور عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی فضیلت کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا ہے کہ شیخ احمد کی اولاد جواہر پارے ہیں۔

نیز آپ فرماتے تھے کہ حضرتین (حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ) حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ (اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے راز مبارک سے پاکیزہ بنائے) کے مقامات کی انتہا تک پہنچے ہیں۔

پھر عرض کی گئی کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ تجدید میں شرکت رکھتے ہیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ تجدید میں شرکت ہمارے سوا نہیں کہی جا سکتی، مگر حضرت مجدد قدس سرہٗ نے حضرت (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کے حق میں فرمایا کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ صاحب شرح وقایہ اور ان کے دادا جیسا ہے کہ ان کے دادا وقایہ سے جو کچھ لکھتے تھے، صاحب شرح وقایہ وہ یاد اور حفظ کر لیتے تھے۔ یعنی جو معارف مجھ پر مکشوف ہوئے تم نے وہ حاصل کر لیے ہیں۔ شعر:

تو یک نکتہ زین لوح نگذاشتی
ہر آنچہ نہادم تو برداشتی

یعنی: تو نے اس لوح سے ایک نکتہ بھی نہیں چھوڑا، جو کچھ میں نے (اس پر) نقش کیا ہے وہ تو نے اٹھا لیا ہے۔

اس کے بعد اتفاقاً مجلس میں میر غیاث الدین (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حاجی غلام معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے تھے، کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فصیح زبان سے میر

غیاث الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس شعر کا بیان ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ وہ صاحب ذوق وشوق تھے:

قوس ابرو بنما ترکش مژگان بکشا

ناوک بر جگر زاہد شکّاک انداز

یعنی: ابرو کی کمان دکھا، پلکوں کا ترکش کھول، شک کرنے والے زاہد کے جگر پر تیر چلا۔

بروز جمعرات ۱۴ر ربیع الاوّل (۱۲۳۱ھ)

طریقہ توجہ

(بندہ حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہو کر آستان بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔ شاہ گل محمد غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حضرت عالی کے خلفاء میں سے ہیں، نے توجہ کے طریقہ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضرات عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ کا توجہ کرنے کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے اور جو میں اپنے دوستوں پر کرتا ہوں، وہ اس طرح ہے کہ اوّل حضرت امام الانبیاء، سیّدالاصفیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتُ اَکْمَلُھَا، حضرات پیرانِ کبار، مرشدان کاشف الاسرار خاص کر خواجہ خواجگان پیرِ پیراں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، (حضرت) خواجہ عبیداللہ احرار، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت مرزا صاحب مظہر اسرار مصدر انوار قطب زماں حضرت جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ کے ارواح پاک پر فاتحہ پڑھتا ہوں۔ (پھر) بارگاہِ الٰہی میں دعا اور زاری کر کے اور پیران (عظام) سے مدد مانگ کر طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس طرح کہ اپنے دل کو طالب کے دل کے برابر رکھ کر ہمت کرتا ہوں اور ذکر کا جو نور پیرانِ کبار سے میرے قلب میں آیا ہے، وہ طالب کے دل میں القا کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا دل ذاکر بن جاتا ہے۔ اس کے بعد پہلے

طریقہ کے مطابق لطیفہ روح، سر، خفی اور اخفیٰ میں ذکر القا کرتا ہوں اور ہر لطیفہ میں تین تین (بار) توجہ کرتا ہوں۔ بعدازاں دل کے خطرات (وسوسوں) کی طرف متوجہ ہوکر خیال کی ہمت سے (ان کو) ختم کرتا ہوں۔ پھر جمعیت کے حضور کو القا کرتا ہوں اور اپنے دل کی ہمت سے طالب کے دل کو (اس سے) اوپر (کے مقامات) کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اسی طریقہ سے لطیفہ نفس، عناصر اربعہ اور قلب میں مراقبہ احدیت جو اسم مبارک اللہ سے مسمّٰی ہے (اور) کمالات کی تمام صفات کا جامع اور نقصان اور زوال سے منزہ ہے، تصور کرتے ہیں۔ پھر مراقبہ معیّت ''وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ'' (سورۃ الحدید، آیت ۴۔ یعنی: اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) کریں۔ یعنی ہر لحظہ اور لمحہ معیّتِ الٰہی کو دل میں خیال کرتے ہیں، بلکہ لطائف میں سے ہر لطیفہ میں، بلکہ ہر رگ وریشہ میں، بلکہ تمام عالم میں بے مثل اور بے مثال اللہ سبحانہٗ کی معیّت کو جس طرح کہ نصِ قرآنی اس پر ناطق ہے، تصور کرتے ہیں اور تجلی افعالی، وحدت الوجود، ذوق وشوق، استغراق وبیخودی، آہ ونعرہ اور وجد وتواجد حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ نفس میں مراقبہ اقربیت ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' (سورۃ ق، آیت ۱۶۔ یعنی: اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں) کرتے ہیں اور اس مراقبہ کا فیض لطیفہ نفس میں عالم امر کے لطائف کی شرکت سے وارد ہوتا ہے۔

مرض کو دُور کرنے کے لیے توجہ کا طریقہ

پھر اس عاصی پُرتقصیر نے حضرت عالی کے حضور میں عرض کیا کہ مرض کو دُور کرنے کے لیے کسی طرح توجہ عطا فرماتے ہیں؟ حضرت عالی نے فرمایا کہ قدماء میں مرض کو دُور کرنے کے لیے توجہ کا طریقہ دو طرح کا تھا۔ ایک یہ کہ مریض کے برابر بیٹھ کر مریض کی صحت کا تصور کرکے بارگاہِ الٰہی میں متوجہ رہتے تھے۔ دوسرا یہ کہ مریض سے مرض کے سلب کی ہمت اور خیال کرکے خود پر ڈال لیتے ہیں۔ جس طرح کہ حضرت مولانا (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہ مریض کی عیادت کے لیے گئے، جس کے چہرے پر بہت ورم تھا۔ (حضرت) مولانا (رحمۃ اللہ علیہ) نے توجہ کی، یہاں تک کہ وہ ورم (حضرت) مولانا

(رحمۃ اللہ علیہ) کے چہرے مبارک پر ظاہر ہوگیا۔ حضرت قیوم زماں مرزا جان جاناں قَلْبِیْ وَ رُوْحِیْ فِدَاہُ قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ مرض کے خاتمہ کے لیے اس طرح توجہ فرماتے تھے کہ مریض کے برابر بیٹھ کر، مریض اور اپنے درمیان پانی کا پیالہ، سفید چادر یا کوئی دوسری چیز رکھ کر مریض کے مرض کو سلب کرنے کی ہمت سے اس پر توجہ ڈالتے تھے۔

پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ میں مریض سے مرض کو دُور کرنے کے لیے اس کی پشت کے پیچھے سے توجہ کرتا ہوں۔

کشف کے حاصل کرنے کے لیے توجہ

پھر حضرت عالی کے حضور اقدس میں مولوی شیر محمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ کشف کے حاصل کرنے کے لیے توجہ کس طرح فرماتے ہیں؟ حضرت عالی نے فرمایا کہ طالب کی طرف متوجہ ہوکر جو نور دل میں ہے اس کی آنکھ کی پُتلی میں القا کرتے ہیں۔

جہل کو دُور کرنے کے لیے توجہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ جہل کو دُور کرنے کے لیے توجہ بھی اسی طریقہ سے فرماتے ہیں۔ یعنی طالب کے دل کی جہل کو دُور کرنے کا ارادہ کرکے (اس میں) ادراک کو القا کرتے ہیں۔

مقامات کے پھلانگنے کا طریقہ

نیز حضرت عالی فرماتے تھے کہ پھلانگ کا ڈھنگ بھی ہمارے طریقہ میں (موجود) ہے۔ جس کو چاہتے ہیں کہ وہ بلند مقامات کو جلدی اور فوری عبور کرلے، بلند مقام کے انوار و اسرار کو طالب پر القا کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے کہ خود کو اس مقام میں داخل کرکے اس مقام کے انوار کو طالب کے دل پر ڈالتے ہیں۔ اس وقت مولوی شاہ محمد عظیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس مقام کے انوار کو لاکر طالب پر ڈالتے ہیں یا طالب کو ہمت سے اس مقام میں داخل فرماتے ہیں؟ حضرت عالی نے فرمایا کہ تم اسی طرح کرو۔

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ اس طرح مقامات کی تفصیل نہیں فرماتے تھے جس طرح کہ میں تفصیل کرتا ہوں۔ نیز مجھے الہام ربانی

ہوا ہے کہ تیرے سینہ سے طریقہ نکلا ہے۔

بڑی جماعت کو توجہ دینے کا طریقہ

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک بڑی جماعت کو توجہ کرنے کا جو طریقہ ہم (اختیار) کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام جماعت کے دلوں کو اکٹھا کر کے ہم حق جَلَّ وَ عَلَا کی بارگاہ میں زاری کرتے ہیں کہ الٰہی! ہر ایک کو اس کے مقام میں فیض پہنچا۔ پھر اپنی ہمت کو سب دلوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں، میرے اللہ کے فضل سے ہر ایک کو عروج نصیب ہو جاتا ہے۔

طالب ذوق وشوق وکشف وکرامات

پھر اس وقت آپ کے حضور میں ذوق وشوق کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب اللہ جل شانہٗ کا طالب نہیں ہے۔ طالب کو چاہیے کہ صرف ذات (حق) کو طلب کرے اور جو کچھ راستے میں آئے (اس کی) نفی کرے اور کہے کہ سوائے ذات پاک کے کوئی اور مقصود نہیں ہے۔

حضرت عالی نے نقل فرمایا کہ ہمارے حال کی ابتداء میں ہمارے پیر و مرشد (حضرت مظہر جانِ جاناں) قلبی و روحی فداہٗ (میرے دل وجان آپ پر فدا ہوں) سے کہا گیا کہ فلاں شخص ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان شعبدوں کا طالب ہے، اسے کہو کہ ہماری خانقاہ سے نکل جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ پس یہ خبر ہم تک پہنچی۔ میں (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت نے اس طرح فرمایا ہے یا نہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہاں (ہمارے ہاں) بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہے، اگر کوئی شخص ایسی معمولی چیز کا طالب ہو تو وہ میرے پاس آئے، ورنہ نہیں۔ پس میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ آپ نے فرمایا: خوب! آ جاؤ۔ شعر:

ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف وکرامات آمدیم

یعنی: ہم استقامت کے لیے آئے ہیں، نہ کہ کشف وکرامات کے لیے آئے ہیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ قیوم زماں، قطب جہاں، عارف بلند سیر، قبلہ عالم (حضرت) خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اپنا سر مبارک طالب کے دل پر رکھ کر توجہ فرمایا کرتے تھے۔

مناقب حضرت خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عالی نے قبلہ عالم (خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ) کے بہت زیادہ مناقب بیان فرمائے۔ اور حضرت خواجہ ضیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حضرت قبلہ عالمؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے، کی تعریف میں فرمایا کہ جو شخص مجددی نسبت کو مجسم دیکھنا چاہے، وہ (حضرت) خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے۔ نیز فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) رات کے آخر میں گریہ وزاری کرتے تھے۔ لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ سے بیدار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم پر افسوس! تم محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو۔ تمہارا یار اور محبوب بیدار ہے اور تمہاری طرف متوجہ ہے اور تم سو رہے ہو اور اس سے غافل ہو۔ تمہارے دعویٔ محبت میں جھوٹ ہے۔ تم ہی کہو کہ کیا عاشقوں کا حال یہی ہے؟ نظم:

مجنوں بخیال زلف لیلیٰ در دشت   در دشت بجستجوئے لیلیٰ می گشت
می گشت بدشت و بر زبانش لیلیٰ   لیلیٰ می گفت تا زبانش می گشت

یعنی: مجنوں زلفِ لیلیٰ کے خیال میں جنگل میں (جاتا تھا)، وہ جنگل میں لیلیٰ کی تلاش میں پھرتا تھا۔

۞ جنگل میں پھرتا تھا اور اس کی زبان پر لیلیٰ (ہوتی تھی)۔ وہ لیلیٰ ہی کہتا رہتا تھا جب تک اس کی زبان میں حرکت ہوتی تھی۔

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی بزرگی وعظمت

بعد ازاں کسی نے مجلس شریف میں کہا کہ سبحان اللہ! اس طریقہ شریفہ کے اکابر عجیب ہیں، جو ہمت وتوجہ سے ان مقامات میں پہنچا دیتے ہیں جو خیال اور وہم میں نہیں آتے۔ حضرت عالی نے فرمایا: "یہ برکات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ

بِاَسۡرَارِہِ السَّامِیُ کی جناب سے ہیں جو بغیر مشقت کے ہر مقام میں کیفیات و اسرار (کی صورت) میں آتی ہیں، ورنہ دوسروں کے طریقہ میں سخت مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں اور (پھر بھی) یہ عظیم دولت اور بڑی بخشش کم ہی ہاتھ لگتی ہے۔'' شعر:

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

(کلیات شمس تبریزیؒ)

یعنی: جس نے تبریز میں شمسِ دین کو ایک نظر دیکھا، وہ ایک روز (کی ریاضت) کا مذاق اڑاتا ہے اور چالیس روز کے چلہ پر طنز کرتا ہے۔

نیز حضرت عالی فرماتے تھے کہ یہ سب حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبند) قَدَّسَ سِرَّہٗ کی عنایت ہے، جنہوں نے سجدہ میں جا کر کارساز حقیقی (اللہ) جَلَّ جَلَالَہٗ کی بارگاہ میں دعا اور التجا کی تھی کہ اے میرے خدا! مجھے ایسا طریقہ عطا فرما جو یقیناً (تیری ذات پاک) تک پہنچانے والا ہو۔ نیز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں محرومی نہیں ہے اور ہمارے طریقہ میں مجاہدہ نہیں ہے۔ ہم مراد ہیں اور ہمارے طریقہ میں نہایت کا وجود بدایت (ابتداء) میں ہے۔ شعر:

اوّلِ ما آخر ہر منتہی
آخرِ ما جیب تمنا تہی

یعنی: ہمارا اوّل ہر منتہی (درجہ نہایت پر پہنچے ہوئے) کی آخر ہے اور ہمارا آخر (ہر) خالی (ہاتھ) کی تمنا کے لیے جیب ہے۔

نہایت کا بدایت میں درج ہونے کا مطلب

حضرت عالی نے فرمایا کہ نہایت کے بدایت (ابتداء) میں درج (موجود) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ عالیہ میں حضور و آگاہی جو توجہ الی اللہ سے عبارت ہے، ابتداء میں پیدا ہو جاتی ہے اور جمعیت و بے خطرگی یا کم خطرگی ہاتھ لگتی ہے اور اس جگہ پہنچا دیتی ہے جہاں غیر کا خطرہ دل میں نہیں آتا۔ اگر فرض کریں (طالب) ہزار سال کی عمر پائے تو بھی

ماسویٰ اللہ کے خیال کا خطرہ دل کو نہیں پکڑتا۔ پس یہی دوسروں کی انتہا ہے۔ یا اس کلام شریف کا معنی یہ ہے کہ اس طریقہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور دوسروں کے طریقوں میں جذبہ مؤخر ہے۔ نیز حضرت عالی یہ شعر پڑھتے تھے:

از قتل من مترس کہ دیوانیان حشر
مجرم کنند بہر تو صد بے گناہ

یعنی: میرے قتل سے مت ڈر کہ حشر کے روز اہلِ کچہری تیرے لیے سیکڑوں بے گناہوں کو مجرم بنادیں گے۔

بروز جمعہ ۱۵/ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

ہر وقت ہر فعل کے نفع ونقصان کا دھیان

یہ غلام عالی مقام محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بندے کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ اوقات میں سے ہر وقت اور افعال میں سے ہر فعل میں انوار واسرار اور فیوض و برکات کی تمیز کرے۔ مثلاً جب نماز پڑھے تو خیال کرے کہ انوار و برکات کس کیفیت سے آتے ہیں؟ قرآن پڑھنے کے وقت کس طرح آتے ہیں؟ درود پڑھنے کے وقت کیا فیض آتا ہے؟ زبان سے کلمہ (طیبہ) پڑھنے سے کیا برکات ہاتھ آتی ہیں؟ مطالعہ احادیث سے کیا اسرار ظاہر ہوتے ہیں؟ اسی طرح ممنوع اور شبہ والے امور کے نقصانات کا خیال کرے۔ مثلاً شبہ والے لقمہ سے کیسی ظلمت آتی ہے؟ غیبت سے باطن کو کیا نقصان پہنچا؟ جھوٹ سے دل پر کیسی ظلمت چھائی؟ اسی طریقے سے تمام ممنوع چیزوں سے اپنا نقصان سمجھے اور (ان سے) پرہیز کرے۔ کلام شریف ختم ہوا۔

پوشیدہ وظاہر گناہ سے توبہ کا طریقہ

راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ میں اپنے اندر دھیان کرے کہ مجھ سے کیا چیز سرزد ہوئی ہے؟ اگر کتاب وسنت کے مطابق ہے تو شکر ادا کرے اور اگر نعوذ باللہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو توبہ و

استغفار کرے۔ پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توجہ اور ظاہر گناہ کے لیے ظاہر توبہ کرے۔ توبہ کرنے میں دیر نہ کرے، کیونکہ کراماً کاتبین گناہ لکھنے میں رُکے رہتے ہیں، اگر آدمی توبہ کرے تو نہیں لکھتے، ورنہ لکھ لیتے ہیں۔

نیز حضرت عالی نے حلقہ سے پہلے لفظِ مبارک اللہ دو تین بار جہری طور پر کہا۔ اُس وقت اس مخلص پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی جس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا۔ حضرت عالی اس وقت دستِ مبارک بلند کر کے ایک عجیب حالت میں (ظاہر) ہوئے اور (آپ کی) زبان مبارک پر بے اختیار یہ شعر آ گیا:

اے خدا قربان احسانت شوم
این چہ احسانست قربانت شوم

یعنی: اے اللہ! تیرے احسان پر میں قربان ہو جاؤں، یہ تیرا کیسا احسان ہے، میں تجھ پر قربان ہو جاؤں۔

تلقین ذکر

پھر ایک آدمی (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا اور ذکر کی تلقین کی درخواست کی۔ حضرت عالی قلبی وروحی فداہٗ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو تالو سے چپکاؤ اور لفظِ مبارک اللہ، اللہ کہو۔ پہلے اسم میں اس کی ضم اور دوسرے میں سکون سے دل میں خیال کر کے، جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے، اس طریقہ سے کہ گویا لفظِ مبارک اللہ دل میں آئے۔ اور لفظِ مبارک اللہ کہنے کے بعد تیئیس مرتبہ کہو کہ اے اللہ! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔ پس اس طریقہ پر استقامت اختیار کرو۔

وقوفِ قلبی

اس کے بعد دوسرے شخص نے عرض کیا کہ وہ ایک عالم آدمی ہے اور حضرت کی محبت کا دلدادہ ہے، لیکن کہتا ہے کہ میں نے چند جگہ بزرگوں کی خدمت اور حبس وریاضت کی ہے، اب مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوفِ قلبی، جس سے مراد ہے کہ دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف، گذشتہ اور آئندہ کے

خطرات سے نگہداشت اس طریقہ سے کرنی چاہیے کہ جب خطرہ دل میں آئے کہ فلاں کام گذشتہ زمانے میں کیسے ہوا تھا؟ اسی وقت اس کو دل سے دور کر دے کہ پورا قصہ دل میں نہ آئے اور یا دل میں آئے کہ میں فلاں جگہ جاتا ہوں اور وہاں اس طرح کا کام کروں۔ اس کے انکار میں نفع ہے، اس کو دفع کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بھی غیر اللہ کا خطرہ دل میں آنا شروع ہو، اسی وقت اس کو دفع کر دے اور اسے دل میں نہ آنے دے۔

تیز تاثیر والی توجہ

پھر اس وقت توجہ کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ تیز تاثیر والی توجہ اس طرح ہوتی ہے کہ اپنی صورت کو مرشد کی صورت پر تصور کرے اور مراقبہ معیّت کا خیال رکھ کر ہمت کی توجہ طالب کے دل پر کرے، یقیناً طالب کو ذوق وشوق ہاتھ آتا ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ یار کس کو چاہتا ہے اور اُس کا میلان کس کی جانب ہے۔

صوفیہ کی شادی

نیز (حضرت عالی کے) حضور میں صوفیہ کی شادی کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ واقفِ اسرار، کاشفِ انوار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ اگر میں پانچ سو سال زندہ رہوں اور توبہ واستغفار کروں تو بھی کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ مجلس کے دوستوں نے عرض کیا کہ کونسا گناہ واقع ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نکاح''۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ اس ظاہری حشمت کے باوجود اس قدر باطنی نقصان رکھتا ہے۔ آپ کا ظاہری مرتبہ ظاہر و اعلیٰ اور مشہور و معروف ہے کہ (حضرت) مولانا (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان میں لکھا ہے، شعر:

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد
بتدبیر عبید اللّٰہی آمد

یعنی: جب فقر قبائے شاہی میں آیا تو (حضرت) عبید اللہ (احرار قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے طرزِ عمل میں (ظاہر) ہوا۔

حضرت مظہر جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کو طریقہ قادریہ کا فیض

نیز ایک شخص نے حضرت عالی سے عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ مظہر رحمان جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کو طریقہ قادریہ سے بھی فائدہ پہنچا ہے یا نہیں؟ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کو حضرات نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ کا فیض پہنچا ہے۔ حضرت مرزا صاحب قبلہ کو بھی حاصل ہوا ہے، نیز حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی روح مبارک اور حضرت قطب المحققین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی روح (مبارک) سے بھی حاصل ہوا ہے اور حضرت غوث الواصلین خواجہ بہاء الدین نقشبند (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی روح (مبارک) سے جو فیض (ملا) ہے وہ ظاہر اور روشن ہے۔

توجہ کی گرمی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور والا میں توجہ کی گرمی کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میاں کرامت اللہ کو شدید درد نمونیہ ہوا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر ہمت کی۔ فوراً سب درد رَفع ہو گیا۔ میاں کرامت اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) بھی (حضرت عالی کے) حضور میں موجود تھے، انہوں نے اقرار کیا۔ نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں نے چلتی ہوئی کشتی پر توجہ کی تو وہ رُک گئی۔

بروز ہفتہ ۱۶/ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

طریقہ نقشبندیہ میں فرض

فقیر حضرت عالی کے حضور پُر نور میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ طریقہ نقشبندیہ میں کیا چیز فرض ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں، وقوفِ قلبی اور خواطر کی نگاہداشت۔

مسئلہ زکوٰۃ

نیز (حضرت عالی) کے حضور میں مسئلہ زکوٰۃ کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ایک سال کے بعد لازم ہوتی ہے، لیکن جس وقت بھی رقم میرے پاس آئے، میں

زکوٰۃ ادا کر دیتا ہوں۔ نیز فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ایک سو روپے پر دو روپے اور آٹھ آنے دیتا ہوں اور ایک سو روپیہ کو بھی اللہ جل شانہٗ کے راستے میں صدقہ کر دیتا ہوں۔

مقام وصل عریانی

نیز مجلس شریف میں وصل عریانی کے مقام کا تذکرہ ہوا۔ (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ وصل عریانی کمالات میں میسر ہوتا ہے اور اس سے مراد ہے تجلی ذاتی، جو اعتبارات تعیّنات سے عاری ہے اور صفات کے اطلاق سے بہت ہی بالاتر ہے۔ اس مقام میں خدا کی ذات کے سوا کوئی اور نہیں جا سکتا۔ اس مقام میں سالک کا نصیب مایوسی، ناامیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ وصول (ہوتا) ہے (لیکن) حصول نہیں ہے۔ نہ ذوق ہے نہ شوق، نہ آہ ہے نہ نعرہ، نہ وجد ہے نہ تواجد، نہ استغراق ہے نہ بیخودی۔ یہ تمام احوال ولایت قلبی میں حاصل ہوتے ہیں جو اس سلسلہ کی ابتدا ہے۔ اس جگہ یعنی انتہا میں اپنی نسبت بھی سالک کے ادراک میں نہیں آتی۔

صورتِ نسبت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ قلب کے احوال، جو سالک پر وارد ہوتے ہیں، ان کی نسبت شدید بارش کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب (سالک) قلب سے (دوسرے لطائف کی جانب) عروج کرتا ہے اور لطیفہ نفس میں سیر واقع ہوتی ہے تو اس کی نسبت ہلکی بارش کی مانند جلوہ گر ہوتی ہے۔ جب لطیفہ نفس سے معاملہ اوپر جاتا ہے تو پھر جس قدر عروج ہوتا ہے نسبت مفہوم نہیں ہوتی اور اضمحلال (فنا) زیادہ تر ہو جاتی ہے اور نسبت باریک تر شبنم کی صورت میں نظر میں آتی ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ یار کس کو چاہتا ہے اور اُس کا میلان کس کی جانب ہے۔

بروز اتوار ۱۷ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

نکاح اور صوفی

فقیر حضرت عالی کی پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ آستان بوسی کا شرف حاصل کیا۔ (حضرت عالی کے) حضور میں نکاح کا ذکر آیا۔ ارشاد فرمایا کہ صوفی کو نکاح نہیں کرنا چاہیے اور عورتوں کی صحبت نہیں کرنی چاہیے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ آداب المریدین میں حضرت ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ نے لکھا ہے کہ اس ہمارے زمانے میں نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ پھر افسوس ہے اس صوفی پر جو اس زمانے میں اس کام کی جانب ہاتھ بڑھاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ جب حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ نے نکاح کیا تو اُس زمانے کے صوفیہ حیران ہوئے۔ حضرت (محبوب سبحانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ میں نے یہ کام حکمِ ربانی سے کیا ہے۔

نیز فرمایا کہ صوفی کو ترک و تجرید، دنیا سے روگردانی، ماسویٰ اللہ سے انحراف، خلوت اور مالداروں کی صحبت سے دوری (اختیار) کرنی چاہیے اور نکاح ان چیزوں سے مانع ہے، کیونکہ عورتوں میں صبر و توکل اور قناعت نہیں ہوتا، اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰه (مگر جو اللہ چاہے)، کیونکہ بعض عورتیں صاحب توکل ہوتی ہیں اور باطنی نسبت رکھتی ہیں۔

ولیہ خاتون

جیسا کہ نقل ہے کہ حضرت غوث الثقلین (سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ زادِ راہ، سواری، خدام اور دوستوں کے بغیر خانہ کعبہ شریف کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ اچانک ایک دوسرا شخص راستے میں ملا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اُس شخص نے کہا: ''میں حج کی نیت سے جا رہا ہوں اور ارادہ کیا ہے کہ اکیلا زادِ راہ اور سواری کے بغیر جاؤں۔'' حضرت نے فرمایا: ''میں نے بھی یونہی کیا ہے۔'' غرض وہ شخص حضرت

کے ہمراہ ایک مقام پر پہنچا۔ اچانک ایک عورت ہوا میں اُڑتی ہوئی اُن کے پاس آئی اور بولی: ''میں نے حبش سے آپ کے نور کا مشاہدہ کیا ہے۔ آج آپ کی دعوت ہمارے ہاں ہے۔'' انہوں نے قبول کر لی۔ جب کھانے کا وقت آیا تو دیکھا کہ آسمان سے کھانے کا ایک خوان زمین پر نازل ہوا۔ اس میں چھ روٹیاں، تین پلیٹ سالن اور تین پیالے پانی تھا۔ پھر اُس عورت نے اُس کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ خود لیا اور دو حصے اُن کو دے دیے، اور کہنے لگی: الحمد للہ! حق تعالیٰ نے ہمارے مہمانوں کی ضرورت پوری کر دی۔ پھر وہ عورت ہوا میں اُڑ گئی۔ حضرت (محبوب سبحانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) اس دوسرے شخص کے ہمراہ خانہ کعبہ شریف پہنچے۔ اس کے بعد قضائے الٰہی سے وہ دوسرا شخص وہاں فوت ہو گیا۔ حضرت نے پھر دیکھا کہ وہی حبشی عورت ہوا میں آ رہی ہے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ پر اُتر کر حضرت کے سامنے حاضر ہوئی اور کہا کہ اے مردہ کو زندہ کرنے والے! اس شخص کو زندہ کر۔ پس حکمِ الٰہی جَلَّ شَانُہٗ سے وہ شخص زندہ ہو گیا اور اُٹھ بیٹھا۔

حضرت غوث الثقلین قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے وصال مبارک کی تاریخیں

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے وصال میں تین روایات ہیں؛ ربیع الثانی کی نویں، گیارہویں اور سترہویں (تاریخ)۔ راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی تاریخ ولادت، عمر اور وصال (اس) ایک شعر میں نظم کی ہے:

تولد ''عاشق'' و ''کامل'' شدہ عمر
وصالش دان تو ''معشوق الٰہی''

یعنی: آپ کی ولادت ''عاشق'' اور ''کامل'' ہوئی عمر۔ آپ کا وصال تو ''معشوق الٰہی'' سمجھ۔

ایک شخص کو بیعت کرنا

نیز ایک شخص بیعت کے لیے (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر تین بار ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ

ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ ''(یعنی: میں اللہ سے سب گناہوں کی بخشش کا طلب گار ہوں) پڑھایا۔اس کے بعد آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ پڑھایااور کلمہ شہادت ایک باراور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تک تین بار پڑھایا۔اس کے بعد اُس شخص سے پوچھا کہ تم کس طریقہ میں بیعت کا ارادہ رکھتے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ سلسلہ قادریہ میں۔حضرت (عالی) نے حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ)اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے تمام اولیاء کی ارواح کے لیے فاتحہ پڑھااور (پھر) جو ذکر قلبی حضرات نقشبندیہ میں معمول ہے، وہ اسے تلقین فرمایا۔مجلس شریف میں اس وقت بہت زیادہ فیوض و برکات ظاہر ہوئیں۔

بروز سوموار ۱۸ / ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

نبی اور ولی سے فیضیابی کا طریقہ

میں مجلس شریف میں حاضر ہوا اور اُس روز حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کا عرس تھا۔میں حضرت عالی سے رخصت پا کر حضرت نظام الدین قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے مزار پُر انوار کی زیارت کو گیا۔تمام روز وہاں رہا۔شام کے وقت (حضرت عالی کے) حضور میں آیا۔اس وجہ سے حضرت عالی کے فیض بخش کلام سے مستفید نہ ہوا،شام کے وقت جب حضورِ والا میں حاضر ہوا، حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص انبیائے عظام میں سے کسی نبی (عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ)،اولیائے کرام میں سے کسی ولی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام فاتحہ پڑھ کر اُس نبی یا ولی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تو یقیناً (اُن کے) فیض سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

بروز منگل ۱۹؍ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضور اور اُس کی اقسام

مخلص (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضور دو قسم کا ہے۔ پہلی (قسم) ذکر کا حضور ہے۔ حال کے آغاز میں جب لطائف ذاکر بن جاتے ہیں تو اِس کی نگہداشت (حفاظت) کرنی چاہیے۔ دوسری (قسم) حضور مع اللہ ہے کہ اس کو ہمارے طریقہ میں یادداشت اور حضور میں توجہ و آگاہی کہتے ہیں۔ دوسرے طریقوں میں (اسے) شہود کہتے ہیں۔ یہ اللہ سبحانہٗ کی طرف دل کی بینائی ہے۔ جب یہ حاصل ہو جائے تو اس کی نگہداشت (حفاظت) ضروری ہے۔ یہاں تک کہ دل کا ملکہ (حاصل) ہو جائے اور حضور دائمی بن جائے۔ غفلت کو راستہ نہیں ملتا، خواہ ظاہر میں دنیا کے معاملہ میں مصروف ہو، لیکن باطن میں اللہ سبحانہٗ سے مانوس رہتا ہے۔ جس طرح کہ کہا گیا ہے: ''دل دوست کے ساتھ اور ہاتھ کام میں مصروف۔'' حضرت محی الدین ابن عربی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے نزدیک یہ دائمی حضور اس وقت میسر ہوتا ہے جب نیند میں بھی حضرت رب العزت سے غفلت نہ ہو۔ ہمارے نزدیک اس وقت (میسر) ہے کہ جب خواب سے بیدار ہو تو دل کو آگاہ پائے۔ (حضرت) مولانا (عبدالرحمٰن) جامی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے نزدیک جب دل کی طرف متوجہ ہو، دل کو مشاہدہ ذات میں پائے تو (یہ) حضور دائمی ہے۔

کمال حضور و مشاہدہ

حضرت عالی نے فرمایا کہ خطرات (خیالات) مرتبہ ولایت میں نقصان پہنچاتے ہیں اور مرتبہ کمالات نبوت میں نیک خطرہ (خیال) مضر نہیں ہے۔ جس طرح کہ امیر الاولیاء امام الاصفیاء حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عین نماز میں خدا کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کی تدبیر اور لشکر کی صفوں کی درستی فرمایا کرتے تھے اور آپ کا حضور اُن خیالات کی وجہ سے دل سے ضائع نہیں ہوتا تھا۔ جیسا کہ سورج کا مشاہدہ جو دل کے تصورات کی بدولت نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ یہ حضور و مشاہدہ کا کمال ہے۔ حق تعالیٰ میسر فرمائے۔ شعر:

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

یعنی: ہم نے تجھے گنج مقصود کا پتہ بتادیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے۔

صوفیہ کی خوراک

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں صوفیہ کی خوراک کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک نفس کی رضا ہے اور ایک نفس کا حق ہے۔ نفس کی رضا مزیدار، پُر لطف اور زیادہ کھانا ہے، اور نفس کا حق یہ ہے کہ اتنا کھائے جس سے فرضوں اور سنتوں (کی ادائیگی) کی طاقت باقی رہے۔ راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے، جس طرح کہ ایک بزرگ نے کہا ہے، شعر:

نہ چندان بخور کز دہانت برآید
نہ چندان کہ از ضعف جانت برآید

یعنی: نہ اتنا (زیادہ) کھا کہ تیرے منہ سے باہر نکل پڑے، اور نہ اتنا (کم) کھا کہ ضعف سے تیری جان نکل جائے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی خانقاہ میں صوفیہ ایک روز گدائی کرتے تھے اور چند روز تک کھاتے تھے۔

حضرت احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ بعض صوفیہ مزدوری کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ جیسا کہ (حضرت) احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ، جو ہارون رشید (عباسی خلیفہ) کے بیٹے تھے، وہ ہفتہ کے روز مزدوری کرتے تھے۔ چھ روز تک ایک دن کی مزدوری کھایا کرتے تھے اور حق تعالیٰ جَلَّ وَ عَلَا کی عبادت میں (زندگی) بسر کرتے تھے۔ وہ کبھی ہارون رشید کے گھر سے نہ کھاتے تھے (اور) مسجد میں ثابت قدم رہتے تھے۔ ایک روز ہارون رشید اُن کے پاس آئے اور کہا: ''اے بیٹا! تو نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا اس حال میں تباہ ہے۔'' انہوں (حضرت احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ''اباجی! آپ میری وجہ

سے رسوا نہیں ہے، آپ سے البتہ مجھے خجالت ہوتی ہے۔'' ہارون رشید نے کہا: ''کس طرح؟'' انہوں (حضرت احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ یہ پرندے جو ہوا میں اُڑ رہے ہیں، ان کو بلائیں۔ ہارون رشید نے ان کو آواز دی۔ پرندے زیادہ اوپر چلے گئے۔ حضرت احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا تو پرندے اُسی طرح اُن کے پاس آ گئے (اور) رُک گئے۔ پھر حضرت احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کی آواز سے بھاگتے ہیں اور میرے اشارہ سے آ جاتے ہیں۔

پھر (حضرت) احمد سبتی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک دوسرے شہر اور گاؤں میں چلے گئے۔ ان کی والدہ نے ایک ہیرا اُن کے بازو میں باندھا۔ وہ (صرف) ایک قرآن مجید تلاوت کے لیے اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب اس مقام میں پہنچے تو ہفتہ کے روز مستریوں کے ساتھ اینٹیں اٹھانے کی مزدوری کرتے تھے۔ صحرا میں ایک مسجد تھی۔ اس میں چھ روز تک خلوت میں رہتے تھے اور وہ مزدوری میں سستی و کمزوری، جیسی کہ مزدوروں کی عادت ہے، نہیں کیا کرتے تھے۔ وہاں کے مالک امیر نے دیکھا تو وہ اُن کا معتقد ہو گیا کہ یہ عجیب شخص ہے جو مزدوری میں کوئی نقصان نہیں کرتا اور پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔

مختصر یہ کہ وہ پرانی عادت کے مطابق ایک روز ہفتہ کے دن مزدوری کے لیے نہ آئے۔ امیر نے مزدوروں سے پوچھا کہ فلاں شخص آج کیوں نہیں آیا ہے؟ اور کہاں سکونت رکھتا ہے؟ ایک آدمی نے بتایا، وہ شخص فلاں مسجد میں قیام رکھتا ہے اور اُس کی طبیعت ناساز ہے۔ امیر اُن کے پاس گیا اور عیادت کی اور اخلاص سے پیش آیا۔ ان کی بیماری شدید تھی۔ فرمایا کہ میری تین وصیتیں ہیں، اگر تم بجالاؤ۔ امیر نے عرض کیا کہ جو کچھ ارشاد ہو، یقیناً میں وہ بجالاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ہارون رشید کا بیٹا ہوں اور اُن سے کبھی کوئی چیز نہیں لی ہے، مگر یہ ہیرا جو زور سے میرے بازو پر باندھا گیا اور ایک قرآن مجید میں خود ہمراہ لایا تھا۔ پس یہ دونوں اس وقت میرے پاس موجود ہیں۔ پس پہلی وصیت یہ ہے کہ یہ دونوں امانتیں ہارون رشید کو پہنچانا۔ دوسری (وصیت) یہ ہے کہ میں نے عمر بھر کوئی کام اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی رضا کے مطابق نہیں کیا ہے اور گناہ اور نافرمانی کے سوا مجھ سے کوئی عمل نہیں ہوا،

(لہٰذا) ضروری ہے کہ موت کے بعد میرا چہرہ سیاہ کر کے گردن میں رسّی ڈالیں اور تمام شہر میں گلی گلی پھرائیں اور کہیں کہ جو شخص کسی کا غلام ہو اور اپنے مالک کی نافرمانی کرے اُس کا حال ایسا ہی ہوگا۔ تیسری (وصیت) یہ ہے کہ ہماری قبر کا (کوئی) نشان نہ رکھیں۔ انہوں نے یہ وصیتیں فرمائیں اور اس فانی دنیا سے رحلت فرمائی۔ امیر کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا، اور اُس نے چاہا کہ ان کی وصیت کے مطابق گردن میں رسّی باندھ کر پھیرے۔ غیبی آواز اور شک سے پاک ندا اُس کے کان میں آئی کہ اے بے ادب! تو ہمارے مقرب لوگوں کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتا ہے اور ہمارے غضب سے نہیں ڈرتا۔

فقر و درویشی

نیز فقر اور درویشی کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ درویشی پہلے اکابرین کیا کرتے تھے جو مجاہدوں اور ریاضتوں پر قیام کرتے تھے۔ وہ کثیر دنوں کے بعد خوراک کھاتے تھے اور نفس کا حق ادا کرتے تھے اور نفس کی رضا کو ترک کر دیتے تھے۔ مجھے درویشی کا نام لینے سے شرم آتی ہے، کیونکہ مجھ میں پہلے صوفیہ کی روِش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لطف اور مہربانیاں

پھر فرمایا:

ع عیبہا جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

یعنی: تو نے تمام عیبوں کو بیان کر دیا، (اب) اس کے ہنر بھی بیان کر۔

مجھ میں توجہ الی اللہ اور اُس کے غیر سے مکمل روگردانی اللہ تعالیٰ کے لطف اور مہربانیوں میں سے ہے۔ میں دونوں جہانوں میں حق تعالیٰ اور اللہ جَلَّ وَ عَلَا کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد و مطلوب نہیں سمجھتا۔ دوست کی ملاقات میں مست ہوں اور محبوب کے دیدار میں مدہوش ہوں، دنیا و آخرت سے کوئی کام نہیں رکھتا۔ نظم:

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی از بہر تو میرم و برائے تو زیم

یعنی: میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تیری محبت میں جیؤں، خاک بن جاؤں اور تیرے پاؤں

کے نیچے جئوں۔

۞ دو جہان میں مجھ عاجز کا مقصود تو ہی ہے، میں تیرے لیے مروں اور تیرے لیے جئوں۔

نیز حضرت عالی بعض اوقات اللہ جل جلالہٗ کے کمالِ شوق میں کامل عشق کے ساتھ یہ رُباعی بے اختیار پڑھتے تھے:

حوراں بنظارہ نگارم صف زد رضوان زتعجب کف خود بر کف زد
یک خال سیہ بران رخ مطرف زد ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد

(رباعیات ابوسعید ابوالخیر، ص ۳۹)

یعنی: حوروں نے میرے محبوب کے نظارہ کے لیے صف بنائی، رضوان (داروغہ جنت) نے حیران ہوکر ہاتھ سے تالی بجائی۔

۞ ایک سیاہ تل اس مطرف کے چہرے پر ظاہر ہوا۔ ابدال نے خوف سے قرآن (مجید) کو (مضبوطی) سے پکڑ لیا۔

گزارش حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ

نیز اِس بندہ نے اپنے حالات پر مشتمل ایک گزارش (حضرت عالی کے) حضور میں پیش کی۔ حضرت عالی نے اس کے جواب میں چند سطریں تحریر فرمائیں۔ ہم ان کو بطور تبرک پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

آپ کا رقعہ شریفہ پہنچا۔ اس میں درج مضامین نے مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آبائے کرام کے مقامات اور علوم و معارف تک پہنچائے۔ سیرِ قلبی میں تلوینات بہت زیادہ پیش آتی ہیں۔ یہ سب (کچھ) تلوینات میں سے ہے۔ کوشش فرمائیں اور بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ میں التجا کریں کہ باطن کے احوال تمکین تک پہنچ جائیں۔ اور جو حضوری حضرت حق سبحانہٗ کی ذات مبارک سے ہے، اس کا پرتو باطن شریف پر ظہور کرے (یعنی) حضور بے غیبت جہت فوق سے مبرا، جس کا وہم ہوتا ہے اور دوام پکڑتا ہے اور تمام جہات میں شامل ہو جاتا ہے،

(وہ نصیب ہو جائے) تا کہ نسبت نقشبندیہ حاصل ہو جائے۔ وہ گذشتہ کیفیات و حالات سے کامل توجہ کے بغیر شاملِ حال نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی فنا ہو جاتا ہے اور یہ فنا لطیفہ قلبی کی سیر کی تکمیل کی علامت ہے۔ والسّلام۔

بروز بدھ ۲۰/ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

طریقہ نقشبندیہ کی چار چیزیں

میں حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے: پہلی بے خطرگی، دوسری حضور وآگاہی کا دوام، تیسری جذبات اور چوتھی واردات۔

صوفیہ کے دس مقامات کا حصول

نیز (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ ''سفر در وطن''، جو طریقہ نقشبندیہ کی مصطلحات میں سے ہے، میرے نزدیک یہ ہے کہ (طالب) بری صفات سے حسنات (نیکیوں) کی طرف جائے اور صوفیہ کے دس مقامات حاصل کرے۔ یعنی بے صبری سے صبر کی طرف جائے، اور بے توکلی سے توکل کی جانب جائے، اور بے قناعتی سے قناعت کی طرف سفر کرے، اور اسی طرح قیاس کرو۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ان دس مقامات کے حاصل کرنے کا طریقہ اس طرح ہے کہ کثرت سے تہلیل (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) پڑھے اور کلمہ ''لَا اِلٰـهَ'' سے بے صبری کی نفی کرے۔ یعنی میرا مقصود بے صبری نہیں ہے، ''اِلَّا اللّٰـهُ'' مگر میرا مقصود ذات پاک (اللہ) ہے۔ کچھ عرصہ مداومت کرے، اِنْ شَآءَ اللّٰـهُ مقام صبر حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح بے توکلی اور بے قناعتی وغیرہ کی نفی کرے۔

مرتبہ ولایت کا کمال

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ مرتبہ ولایت کا کمال تمام اکابرین قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ کے نزدیک یہ ہے کہ ماسویٰ (اللہ) کا خطرہ (خیال) دل میں نہ آئے اور حضرت

حق جَلَّ وَ عَلَا کی طرف توجہ وشہود دل کا ملکہ بن جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے نزدیک اس سے بالا ہے، حق تعالیٰ نصیب فرمائے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا، میرے سینے سے چوٹی تک (کا حصہ) ایک صاف لوح (تختی) کی طرح ہے جس میں غیر کا خطرہ (خیال) تحریر نہیں ہوتا اور ماسویٰ اللہ کا خیال نہیں آتا۔ اگر میں ظاہر میں بھی کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں تو حضرت مولانا روم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے احوال کی طرح ایک خطاب ہوتا ہے۔ شعر:

قافیہ اندیشم و دلدار من
گویدم میندیش جز دیدار من

یعنی: قافیہ سوچتا ہوں اور میرا محبوب مجھے کہتا ہے کہ تو میرے دیدار کے سوا کچھ نہ سوچ۔

دس لطائف (لطائفِ عشرہ)

نیز حضرت عالی نے سات لطائف بیان فرمائے کہ پانچ عالم امر سے ہیں اور دو عالم خلق سے۔ جو پانچ عالم امر سے ہیں وہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ ہیں۔ اور جو دو عالم خلق سے ہیں، وہ نفس اور قلب ہیں۔ لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو اُنگلی کے فاصلہ پر، لطیفہ روح کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو اُنگلی کے فاصلہ پر، لطیفہ سر کا مقام بائیں پستان کے برابر وسطِ سینہ کے قریب، لطیفہ خفی کا مقام دائیں پستان کے برابر وسط سینہ کے نزدیک دو اُنگلی کے فاصلہ پر، لطیفہ اخفیٰ کا مقام وسط سینہ میں، لطیفہ نفس کا مقام پیشانی میں ہے۔ یہ چھ لطائف ہو گئے۔ ساتواں لطیفہ قلب ہے جو چار عناصر سے مرکب ہے اور عناصر کے لحاظ سے دس لطائف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ دس لطائف (لطائفِ عشرہ) کہتے ہیں۔

بروز جمعرات ۲۱ / ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

کمالات نبوت ورسالت اور ولایت

میں حضرت عالی قلبی وروحی فداہٗ کے حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ

ہمارے پیغمبر عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نبوت ورسالت اور ولایت کے تمام کمالات کے جامع ہیں، لیکن ہر کمال کے ظہور کے لیے ایک خاص وقت اور ایک مخصوص زمانہ مقرر ہے اور اُمت کے افراد میں لوگوں سے کسی شخص میں جلوہ گر ہوا ہے۔ مثلاً جو کمال زمین وزمان کے آنسرور (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا کے بدن مبارک سے جاری ہے، جیسے بھوکا رہنا، جہاد کرنا اور عبادت کرنا ہے، اس نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن میں جلوہ ظہور پایا۔ آنحضرت عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے قلب مبارک سے جو کمال جاری ہے، جس میں ذوق وشوق، استغراق وبیخودی، آہ ونعرہ اور اسرار وجود ہے، وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے امت کے اولیا میں ظاہر ہوا۔ آنسرور عَلَیْہِ صَلَواتُ اللّٰہ الملک الاکبر کے اشرف النفوس لطیفہ نفس سے جاری کمال، جس میں استہلاک و اضمحلال (فنا ونیستی) ہے، (یہ) بسلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین میں خواجہ خواجگان بہاء الملّۃ والدّین (حضرت) خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے وقت سے ظاہر ہوا، اور جو کمال (حضرت) محمد عَلَیْہِ صَلَواتُ اللّٰہ الملک الصّمد کے اسم شریف سے جاری ہے وہ ہزار سال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھُمْ میں جلوہ گر ہوا۔ غرض جو کمال کاملین (اولیائے عظام) میں ظاہر ہوا وہ (حضرت) پیغمبر (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کا ایک عکس اور پرتو ہے جو تمام کمالات کے جامع ہیں:

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یعنی: جو اوصاف تمام محبوب رکھتے ہیں، وہ سب ایک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں موجود ہیں۔

نظم:

اے ذات تو از صفات ما پاک — کنہ تو برون ز حدّ ادراک
ہم از تو منیر شمع انجم — ہم از تو بلند قصر افلاک
آدم ز توشد منور از مہ — پیداست مقام ذرّہ خاک

یعنی: اے وہ ہستی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذات ہماری صفات سے پاک ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حقیقت حدّ ادراک سے باہر ہے۔

۞ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذات سے ستاروں کی شمع منور (ہوئی) ہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے وجود سے آسمانوں کا محل بلند (ہوا) ہے۔

۞ آدم (علیہ السّلام) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نسبت سے چاند سے زیادہ منور (ہوئے) ہیں۔ خاک کے ذرّے کا مقام عیاں ہوا ہے۔

اطمینانِ نفس اور مقامِ رضا کا حصول

اس اثنا میں اطمینانِ نفس اور مقامِ رضا کے حصول کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں پہلے تصفیہ قلب، جو ماسویٰ اللہ کو بھلانے اور حضور وآگاہی سے عبارت ہے، توجہ، کثرتِ ذکر اور مراقبہ کے ذریعے فرماتے ہیں۔ اس کے دوران لطائف اربعہ کو ایک شائستگی حاصل ہو جاتی ہے۔ بعدازاں لطیفہ نفس میں مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ استہلاک و اضمحلال (فنا و نیستی) اور اَنانیت کے مٹانے سے عبارت ہے، کیونکہ سالک اَنا (میں) کے لفظ کو اپنے اوپر اطلاق کرنے سے عذر کرتا ہے۔ اس وقت وہ راضی و مرضی ہو جاتا ہے اور (اسے) فنائے اَنا حاصل ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ (نفس) مطمئنہ بن جاتا ہے اور بُری صفات ختم ہو جاتی ہیں۔ یعنی غرور و تکبر، حسد و بغض اور کینہ و بڑائی وغیرہ حسنات (نیکیوں) میں بدل جاتی ہیں۔

بروز جمعہ ۲۲ / ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت عالی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک (کے بارے) میں سوال کیا۔ حضرت عالی نے تمام سلوک اوّل سے آخر تک مختصر طور پر بیان فرمایا۔ بندہ کو اس دلوں کے کیمیا کی رشک اکسیر تقریر اس خوش اُسلوب طریقہ میں ہو بہو یاد نہیں رہی ہے، مگر اس کا حاصل تحریر کرتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ انسان نے دس لطائف سے ترکیب پائی ہے جن میں پانچ عالم امر میں سے ہیں: قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ۔ اور پانچ عالمِ خلق میں سے ہیں: نفس، ہوا، خاک، پانی اور آگ۔ تحت الثریٰ سے عرش تک عالمِ خلق ہے اور اس کے اوپر عالمِ امر۔ پس اوّل سالک کو ذکر قلبی، خواطر کی نگہداشت اور وقوف قلبی کی تلقین فرماتے ہیں۔ جب دل کو بے خطرگی یا کم خطرگی اور حضور و آگاہی حاصل ہو جاتی ہے تو جذبات و واردات آتے ہیں اور فنائے قلبی، جس سے مراد ماسویٰ اللہ کا بھول جانا ہے، نصیب ہو جاتی ہے اور تجلی افعال متجلی ہو جاتی ہے اور سالک اس حالت میں اپنے افعال کی نسبت خود سے اور تمام عالم سے نہیں کرتا، سب کاموں کو حقیقی فاعل (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور کہتا ہے۔ نظم:

طرۂ ناز را دو تا کرد کہ کرد یار کرد — دل بدو عالم آشنا کرد کہ کرد یار کرد

کعبہ و دیر و بتکدہ ساخت کہ ساخت یار ساخت — کافر و رند و پارسا کرد کہ کرد یار کرد

یعنی: زلفِ نازنین کو دو کر دیا، کس نے کیا، یار نے کیا۔ دل کو دو جہاں سے آشنا کر دیا، کس نے کیا، یار نے کیا۔

۞ کعبہ، گرجا اور بت خانہ بنایا، کس نے بنایا، یار نے بنایا۔ کافر، رند اور پارسا بنایا، کس نے بنایا، یار نے بنایا۔

لطیفہ قلبی کی سیر میں ذوق و شوق، آہ و نعرہ، استغراق و بیخودی اور وجد و رقص بھی سالک کے شاملِ حال بن جاتا ہے۔ توحید وجودی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اَنا الحق اور سبحانی کا نعرہ مارتا ہے اور بے اختیار کہنے لگتا ہے۔ شعر:

من نمی گویم اَنا الحق یار می گوید بگو
چون نمی گویم مرا دلدار می گوید بگو

یعنی: میں اَنا الحق نہیں کہتا، یار کہتا ہے کہ کہہ، جب میں نہیں کہتا تو میرا دلدار کہتا ہے کہ کہہ۔

جب نظر سے غیریت اُٹھ جاتی ہے تو خود کو عین وہی خیال کرتا ہے اور زبانِ حال

سے ترنم میں یہ بات کہتا ہے۔ نظم:

ماز دریائیم و دریاہم ز ماست
این سخن داند کسی کو آشناست

یعنی: ہم دریا سے ہیں اور دریا ہم سے ہے، یہ بات وہ شخص سمجھتا ہے جو آشنا ہے۔
اور وہ ایک وجود کے سوا کچھ نہیں۔ نظم:

آفتابے در ہزاران آبگینہ تافتہ بس برنگے ہر یکے تابے عیان انداختہ
جملہ یک نورست لیکن رنگہائے مختلف گفت وگوئے درمیان این وآن انداختہ

یعنی: ہزاروں آئینوں میں ایک سورج چمکا ہے۔ بس ایک ہی رنگ میں ہر ایک کو پوشیدہ کر دیا ہے۔

- سب ایک ہی نور ہے لیکن رنگ مختلف ہیں، اس نے اِس اور اُس کے درمیان ایک بات رکھ دی ہے۔

کبھی فنا کی پوشاک پہن لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

خواجہ مگو کہ من منم نہ منم نہ من منم جان من اوست درتنم من نہ منم نہ من منم
فاش و نہان اومنم گنج و روان او منم گوہر کان اومنم من نہ منم نہ من منم
شمس منم قمر منم بحر منم گہر منم جوہر سیم و زرمنم من نہ منم نہ من منم

یعنی: خواجہ مت کہہ کہ میں میں ہوں، میں میں نہیں ہوں، نہ میں میں ہوں۔ میری جان میرے تن میں وہ ہے، میں میں نہیں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

- اس کا ظاہر اور پوشیدہ میں ہوں، اس کا گنج وروح میں ہوں، اس کی کان کا موتی میں ہوں، میں میں نہیں ہوں، نہ میں میں ہوں۔
- سورج میں ہوں، چاند میں ہوں، سمندر میں ہوں، موتی میں ہوں، سیم و زر کا جوہر میں ہوں، میں میں نہیں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

کبھی بقا کی پوشاک پہنتے ہیں اور اظہار کرتے ہیں:

نقاش ہر نقشم عیان من عاشق دیرینہ ام دیگر کسے نے درمیان من عاشق دیرینہ ام

من ہم زمینم ہم سما من با تو ہستم جملہ جا ہم آفتابم ہم ضیا من عاشق دیرینہ ام

یعنی: میں ہر نقش کا نقّاش واضح، میں قدیمی عاشق ہوں۔ دوسرا کوئی شخص درمیان میں نہیں، میں قدیمی عاشق ہوں۔

۞ میں ہی زمین ہوں اور آسمان بھی، میں تیرے ساتھ ہر جگہ ہوں۔ سورج بھی ہوں، نور بھی ہوں، میں قدیمی عاشق ہوں۔

اس لطیفہ قلبی میں اوّل مراقبہ احدیت فرماتے ہیں۔ یعنی اسم مبارک ''اللہ'' کا لحاظ دل میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد مراقبہ معیّت، وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (سورۃ الحدید، آیت ۴۔ یعنی: اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) کا لحاظ رکھ کر کرتے ہیں۔ توحید وجودی اسی مراقبہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

جب سالک لطیفہ قلب کی سیر کو مکمل کرتا ہے تو لطیفہ روح کی سیر میں عروج واقع ہوتا ہے اور اس میں صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلی منکشف ہوتی ہے، جس میں صوفی اپنی صفات کو اور تمام عالم کی صفات کو محو اور (خود کو) حق کی صفات میں متلاشی پاتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ سر کی سیر واقع ہوتی ہے اور اُس میں شیونات ذاتیہ الٰہیہ کی تجلی (ظاہر) ہوتی ہے۔ اس کے بعد لطیفہ اخفی کی سیر ہے اور اس میں شان جامع الٰہی کی تجلی منکشف ہوتی ہے۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔

یہ سب جو بیان کیا گیا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی تلقین کا طریقہ ہے، لیکن حضرتین (خواجہ محمد سعید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے لمبے راستے کو چھوٹا بنایا ہے اور اپنا معمول بنایا ہے کہ لطیفہ قلب کے تصفیہ کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہوتے ہیں اور (لطیفہ) قلب کے دوران ہی ان چار لطائف کا تصفیہ بھی مختصر طور پر میسر ہو جاتا ہے۔ غرض اس مقام تک دو دائرے، ''دائرہ امکان'' اور ''دائرہ ولایت صغریٰ''، طے ہو جاتے ہیں۔ ان دو دائروں کا ثمرہ ''مقامات عشرہ''، جو توبہ و انابت، زہد و ورع اور توکل وغیرہ ہیں، حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب (بناؤ سنوار) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور فنائے اَنا اور توحید شہودی منکشف ہو

جاتی ہےاوراس مقام میں ''مراقبہ اقربیت'' کرتے ہیں۔یعنی ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ '' (سورۃ ق، آیت ۱۶۔یعنی: اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں) کے معنی کا لحاظ کرتے ہیں۔اس لطیفہ میں ساڑھے تین دائرے طے ہو جاتے ہیں، کیونکہ ''دائرہ ولایت کبریٰ'' ان دو دائروں میں شامل ہے۔

اس کے بعد عنصرِ خاک کے علاوہ تین عناصر کی سیر شروع ہوتی ہےاوراسے ولایتِ علیا کہتے ہیں، جو عالمِ بالا کی ولایت ہے۔ بعدازاں کمالات نبوت کا دائرہ منکشف ہوتا ہے۔اس مقام میں عنصر خاک کی سیر ہےاور تجلی ذاتی دائمی ہوتی ہے۔پس اس کے بعد کمالات رسالت کا دائرہ اور بعدازاں کمالات اولوالعزم کا دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے۔دائرہ حقیقت کعبہ، دائرہ حقیقت قرآن، دائرہ حقیقت نماز، دائرہ معبودیت صرفہ، دائرہ حقیقت ابراہیمی (علیہ السّلام)، دائرہ حقیقت موسوی (علیہ السّلام)، دائرہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، دائرہ حقیقت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، دائرہ حب صرفہ اور دائرہ لاتعین منکشف ہو جاتے ہیں۔کس کا نصیب ہے جو یہاں تک پہنچے؟ کس کا مقدر ہے جو اِن مقامات کی سیر کرے؟ اس مقام میں ذہین عقلمندوں کی عقل سرگردانی کے سمندر میں غرق ہےاورزیرک دانشوروں کی ہوش اس جگہ جیبِ تفکر میں گم ہے۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ. (سورۃ المائدہ، آیت ۵۴)۔یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ ہزار سالہ اولیاء کے برابر ہیں۔

بروز ہفتہ ۲۳ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

حلال کی طلب وترک اور خواہش نفسانی

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔اس وقت حلال کھانے کی طلب کا ذکر آیا۔حضرت عالی نے ارشاد فرمایا: ''جس طرح مومنوں پر حلال کی طلب فرض ہے، اسی طرح عارفوں پر

حلال کا ترک واجب ہے۔"

پھر اِس دوران میں خواہش نفسانی کے ترک کرنے کا ذکر آیا۔ (حضرت عالی نے) فرمایا: جو شخص خواہش کی پیروی میں ہے، وہ کب بندۂ خدا ہے؟

ع اے عزیز! تا کہ در بند آنی بندۂ آنی

یعنی: اے عزیز! تو جب تک خواہش کی قید میں ہے، تو اُسی کا بندہ ہے۔

صوفیہ کی بے نفسی

بعد ازاں صوفیہ کی بے نفسی کا تذکرہ ہوا۔ (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک شخص (حضرت) ابوالعباس ابن قصاب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیعت کے لیے آیا۔ اس نے استنجا کے لیے پانی کا کوزہ مانگا۔ ایک صوفی نے کوزہ میں پانی بھر کر اُسے دیا۔ اس شخص نے کوزہ کو توڑ دیا اور دوسرا طلب کیا۔ اسے دوسرا کوزہ دیا گیا۔ اس نے اس کو بھی توڑ دیا اور تیسرا مانگا۔ یہاں تک کہ خانقاہ کے سارے کوزے ٹوٹ گئے۔ وہ کہنے لگا کہ اپنے شیخ کو کہو اپنی داڑھی ہمارے استنجا کے لیے لائے۔ حضرت ابوالعباس (رحمۃ اللہ علیہ) کو خبر پہنچی۔ وہ آئے اور اپنی داڑھی کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا کہ واہ قصاب کے بیٹے کی سعادت! کہ اس کی داڑھی ایک مسلمان کے استنجا کے کام آئے۔ وہ آدمی ان کے پاؤں مبارک پر گر پڑا اور بیعت کر لی، اور کہنے لگا کہ میں حضرت کی بے نفسی دیکھنا چاہتا تھا۔

صبر

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں صبر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک بزرگ صابر تھے اور ان کا تمام بدن مبارک زخمی تھا۔ یہاں تک کہ سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک کیڑے پڑ گئے اور وہ جسم کا گوشت کھاتے تھے۔ ایک روز اُس بزرگ نے اپنے مرید سے پوچھا کہ میرے جسم میں کوئی جگہ بغیر کیڑوں کے رہ گئی ہے یا نہیں؟ مرید نے کہا: "زبانِ مبارک کے علاوہ کوئی نہیں۔" انہوں نے فرمایا: "شکر ہے کہ زبان شکر ادا کرنے کے لیے باقی رہ گئی ہے۔" نیز کہا کہ اسی طرح باطن میں دل کے علاوہ کوئی جگہ کیڑوں سے خالی نہیں رہی۔ شکر ہے کہ دل ذکر کے لیے باقی ہے۔ پھر اُس بزرگ نے کہا

کہ حضرت ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے ''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ '' (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳۔ یعنی: مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے) فرمایا اور میں نے اب تک (یہ) نہیں کہا ہے۔

ماسوی اللہ سے منہ موڑنا

بعد ازاں ماسوی اللہ سے منہ موڑنے کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ ممشاد دینوری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میرے سامنے بہشت کے دروازے کھولتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں دیکھوں اور میں آنکھ کو غیر سے اُٹھا چکا ہوں، (لہٰذا) میں اُس کی طرف بھی نہیں دیکھتا۔

بروز اتوار ۲۴ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

آسان راستہ

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ قدیم بزرگوں کا طریقہ ریاضات و مجاہدات تھا۔ خواجہ خواجگاں پیر پیراں دردمندوں کے دل کے مرہم حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے سنت پر عمل فرمایا ہے اور راستے کو آسان بنایا اور آیت (کریمہ) یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵۔ یعنی: خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا) کے مطابق سخت ریاضتوں سے منع کر کے ہم کم ہمتوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اس طریقہ عالیہ میں بغیر محنت کے اکابر پیروں کی توجہات سے فیض نصیب ہوتا ہے اور سالک ہر مقام سے ایک حصہ پا لیتا ہے۔ سبحان اللہ! خواجہ خواجگان کی عجیب شان ہے کہ زبان اس کے وصف سے قاصر ہے۔ شعر:

سکّہ کہ در یثرب و بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند

یعنی: جو سکہ یثرب اور بطحا میں ڈھالا گیا، وہ آخری بار بخارا میں ڈھالا گیا۔

بروز سوموار ۲۵ ر ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

ثواب کے تین حصے

میں (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا: میں جو کچھ راہِ الٰہی میں فقرا کو دیتا ہوں، اُسی وقت دل میں ثواب کے تین حصے کر لیتا ہوں۔ ایک حصے کا ثواب سیّدالاوّلین والآخرین حضرت (محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ اَفْضَلُ صَلَوَاتُ الْمُصَلِّیْن کے روح (مبارک) کو، ایک حصہ اپنے پیرومرشد قلبی وروحی فداہٗ (حضرت مظہر جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) جو جانتے ہیں اور اُن کے پیر جس طرح چاہیں تقسیم کر لیں، اور ایک حصہ اپنے والدین شریفین کے ارواح کو بخش دیتا ہوں۔

درویشوں کا مقام

اسی اثناء میں درویشوں کے مقامات کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور ایک دوسرے بزرگ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ حضرت ابوالعباس ابن قصاب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ ہمیشہ کی خوشی بہتر ہے یا ہمیشہ کا غم؟ حضرت ابن قصاب (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ میں ان دونوں سے برتر ہوں اور ایک ایسے مقام میں پہنچ گیا ہوں جس میں خوشی اور غم دونوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ شعر:

از وصل و فصل رفت در منزلی درآئیم
شادی و غم نگنجد در محفلی کہ مائیم

یعنی: وصل وجدائی سے گزر کر ہم ایک منزل میں آتے ہیں۔ خوشی اور غم اس میں نہ سماتی ہم جس محفل میں ہیں۔

ولایت اور ولی کے معنی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ولایت کے معنی میں بات چھڑی۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ولایت واو کی زیر سے تصرف کے معنی میں ہے اور واو کے زبر سے

قربِ الٰہی۔ ہمارے طریقہ میں زبر سے ہونی چاہیے اور زیر سے ضروری نہیں ہے۔

نیز فرمایا کہ ولی بروزن فعیل صفت مشبہ ہے، فاعل اور مفعول دونوں کے معنی میں آیا ہے، یعنی حق کو دوست رکھنے والا اور حق کا دوست رکھا ہوا، دونوں ایک ہی ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ اسے گناہوں اور منع کی ہوئی چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، یا وہ حق جَلَّ وَ عَلَا کی مدد سے منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہتا ہے، بلکہ تمام ماسویٰ اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے۔

کشف وکرامات

بعدازاں (حضرت عالی کی) مجلس شریف میں کشف وکرامات کے بارے میں بات ہوئی۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ کرامات کی کثرت بیابانوں کے راستوں کے سیّاح سیّدالطائفہ (حضرت) جنید بغدادی (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ) سے شروع ہوئی، حرام کے پرہیز کے ساتھ کم کھانے، کم بولنے، عوام سے خلوت میں رہنے، کم سونے، ہمیشہ روزہ رکھنے، ذکر کی کثرت اور ہمیشہ متفکر رہنے وغیرہ جیسے مجاہدے اور ریاضتیں کرنے کی بدولت۔ لیکن اس طریقہ شریفہ میں امام الاصفیاء سیّدالاولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے سلسلہ کی بنیاد دو چیزوں پر رکھی، پہلی محبت اور دوسری شریعت کی پیروی کرنا۔ اگر کر سکے تو عزیمت سے عمل اختیار کرنا، ورنہ رخصت کی بھی اجازت دی ہے۔ پس اس طریقہ عالیہ کی کرامت یہ ہے کہ ہمت کر کے طالب کے دل میں ذکر القا کرتے ہیں اور توجہ کر کے طالب کے دل میں جمعیت پیدا کرتے ہیں اور متوجہ ہو کر طالبین کے دلوں میں حضور و آگاہی اور جذبات و واردات لاتے ہیں۔ خاص بزرگ اسی کو کرامت شمار کرتے تھے، اگرچہ عام لوگوں کے نزدیک کرامت مُردوں کو زندہ کرنا اور دوسری خرقِ عادت ہے، جو راہِ الٰہی میں کام نہیں آتی۔ یہ درست راستہ ہے اور ان اولیائے عظام کا طریقہ عالیہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے طریقہ کے مطابق ہے، جن میں حضور و جمعیت تھا (اور) کشف وکرامت نہ تھی۔ شعر:

ما برائے استقامت آمدیم
نی پے کشف و کرامت آمدیم

یعنی: ہم استقامت کے لیے آئے ہیں، کشف وکرامت کے لیےنہیں آئے ہیں۔

بروز منگل ۲۶ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

طریقہ نقشبندیہ کی افضلیت

بندہ (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دو چیزیں اختیار کرتے ہیں، سنت کی پیروی اور دل کی جانب توجہ۔ جس طرح کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں تھی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کمالات میں امت کے تمام اولیاء میں افضل ہیں، کیونکہ ان کے کمالات اصول ہیں اور اولیاء کے کمالات شاخیں اور سائے ہیں۔ پس جس طریقہ میں صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کا طور اور طریقہ ہو، وہ دوسرے طریقوں سے افضل ہے۔

جمعیت و بے خطرگی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں جمعیت اور بے خطرگی کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جب دل سے خطرات (خیالات) ختم ہو جاتے ہیں اور دل میں نہیں آتے ہیں تو دل کے باہر اِرد گرد جگہ پکڑتے ہیں۔ پس چاہیے کہ اس جگہ سے بھی ان کو دُور کرے اور اطراف و جوانب سے بھی دور کرے۔ جب وہاں سے بھی دفع ہو جاتے ہیں تو حسِ مشترک سے پیشانی میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جب یہ مقام بھی خطرات (خیالات) سے فارغ ہو جاتا ہے تو ان کا ورود دماغ کے تخیلات میں ہونے لگتا ہے۔ جب پروردگار کے فضل اور اکابر بزرگوں کی توجہات سے اس جگہ سے بھی دور ہو جاتے ہیں تو پھر کسی جگہ بھی نہیں آتے۔ لیکن ان کا اس طرح کا خاتمہ نصیب ہونا بہت مشکل ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (سورۃ الحدید، آیت ۲۱)۔ یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔

الہام

بعدازاں (حضرت عالی کے) حضور میں الہامات کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے

فرمایا کہ الہام کے لیے حلال کھانا، سچ بولنا، ہمیشہ کی طہارت اور عام خلوت چاہیے اور منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کی ضرورت ہے۔ الہام کی چند اقسام ہیں۔ پہلی زمین و آسمان کے مالک کی القا، دوسری فرشتے کی آواز، تیسری روحانی آواز اور چوتھی نفس مطمئنہ و فانی کی آواز ہے۔ پس جس طرح بھی ہو اُس قدر غور اور دل کی طرف توجہ کریں کہ غیبی الہام لاریبی آواز بن جائے اور شیطان کا گمراہ کرنا نہ بنے۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ یعنی: ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

بروز بدھ ۲۷ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

فنا

یہ غلام قبلہ انام اور خاص و عام کے کعبہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ فنا سے مراد ہے آرزوؤں کا خاتمہ۔ ایک بزرگ نے جو (یہ) کہا ہے، اس میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ شعر:

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تیری آرزو ہے اگر آرزو ہے

مقربین کی مصیبتیں اور آزمائشیں

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حق جَلَّ وَ عَلَا کے مقربین پر مصیبتوں اور آزمائشوں کے نازل ہونے کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ مصیبتوں میں مبتلا کرنا اور غموں میں غمگین بنانا، نازنین معشوق کا مسکین عاشق کے عشق کی سچائی کا امتحان لینا ہے۔ شعر:

نیست بے موجب پے آزار ما
امتحان می خواہد از ما یار ما

یعنی: وہ بلاوجہ ہمیں دکھ نہیں دیتا، ہمارا یار ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے، افسوس! صد

افسوس! جس قدر عاشق روتا ہے، وہ ہنستا ہے اور چونکہ غمگین عاشق دُکھی ہے، (لہٰذا) وہ مسرور ہے۔ پریشان عاشق کا غم دلبر معشوق کا آرام ہے، عاشق شیدا کی مصیبت معشوق رعنا کی خوشی ہے۔ شعر:

چندان کہ طپید بسمل ما
خندان ترگشت قاتل ما

یعنی: جس قدر ہمارا زخمی (دل) تڑپا، ہمارا قاتل اتنا ہی زیادہ ہنسا۔

مہذّب (شائستہ) آدمی

نیز حضرت عالی نے اس مجلس میں فرمایا کہ مہذّب (شائستہ) آدمی وہ ہے جو دو ٹوٹی ہوئی چیزیں اور دو درست چیزیں رکھتا ہو؛ ٹوٹا ہوا دل اور ٹوٹا ہوا پاؤں، اور درست دین اور درست یقین۔ یعنی مولا (پاک) کی تمنا کے سوا (سب) آرزوؤں سے ٹوٹا ہوا دل اور ماسویٰ (اللہ) کی جستجو میں بھاگ دوڑ سے ٹوٹا ہوا پاؤں۔ اور شریعت وسنت کے مطابق درست دین اور حقیقت ومعرفت کے موافق درست یقین۔

بروز جمعرات ۲۸/ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

ایمان باللہ

مخلص (حضرت عالی کی) بلند محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان (لانا) فرض ہے۔ (حضرت عالی نے) اس بات کے تین معنی ارشاد فرمائے۔ پہلا: حق جَلَّ وَ عَلَا کی وحدانیت پر ایمان لانا، دوسرا: ہر کام جو واقع ہو رہا ہے اُس کو بے نیاز (اللہ) جَلَّ جَلَالَهٗ کی قضاء سے سمجھنا، تیسرا: جو خوشی وغم اور مسرّت ودُکھ بھی پیش آئے اسے حق (سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی) سے سمجھے اور حق (سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی) سے کہے اور حق (سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی) سے دیکھے۔ غم کے آنے سے خوش اور دُکھ کے آنے پر ہنسے۔

محبوب سے پیش آنے والی ہر شے عزیز ہے

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ جو کچھ محبوب

سے ہے وہ پسندیدہ ہے اور جو کچھ دوست ہے وہ دوست کی مصلحت سے ہے:

ناصحا گر گشت ما را دوست ما دانیم دوست ور بقتل من رضائے اوست ما دانیم دوست

قہر او عین رضاء و مہر او عین مراد اے عزیزان این چہ گفت و گوست ما دانیم دوست

یعنی: اے ناصح! اگر وہ ہمارا دوست بنا ہے تو ہم پسند کرتے ہیں، اور اگر میرا قتل اس کی رضا ہے تو ہم پسند کرتے ہیں۔

٭ اس کا غصہ عین رضا اور اس کی مہربانی عین مراد ہے، اے عزیزو! یہ کیسی بات ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔

عاشق کو چاہیے کہ محبوب کے ظلم کو عین احسان اور (اس کی) جفا کو عین وفا سمجھے۔ شعر:

جور و احسانت یکسان عاشق بیتاب را
تشنہ لب نشناسد از آب بقا سیلاب را

یعنی: تیرا ظلم اور احسان بیقرار عاشق کے لیے برابر ہے۔ پیاسے ہونٹ والا پانی سے سیلاب کی بقا کو نہیں سمجھتا۔

نہیں، نہیں! گالی میں انعام سے زیادہ لذت ہے اور ظلم میں اکرام سے زیادہ مسرّت ہے۔ شعر:

بدم گفتی و خرسندم عَفَاکَ اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

(دیوان حافظ، ص۲)

یعنی: تو نے مجھے گالی دی اور میں خوش ہوں، اللہ تجھے معاف کرے، تو نے اچھا کہا، (کیونکہ) بہت زیادہ میٹھے لبِ سرخ کو کڑوا جواب (ہی) جچتا ہے۔

جی ہاں! جو شخص ایسا نہیں ہے، وہ عشق کے قریب بھی نہیں ہے۔ بیچارہ عاشق خستہ حال اور غمگین ہونا چاہیے اور بیچارگی کے غم سے لذت آشنا اور خستہ حالی پر خوش ہونے والا ہونا چاہیے جو ناز و ادا کے تیر کے ہر زخم کو راحت سمجھتا ہے اور اَبرو کے اشارے سے کمال مسرّت پاتا ہے۔ ایک شخص کیا خوب فرماتا ہے:

خوبان دل و جان مبتلا می خواہند   زخمے کہ زنند مرحبا می خواہند
این قوم این قوم چشم بد دور این قوم   خون می ریزند و خون بہا می خواہند

یعنی: حسین لوگ دل و جان (عشق میں) مبتلا چاہتے ہیں، جو زخم بھی لگاتے ہیں، اُس پر شاباش چاہتے ہیں۔

۞ یہ لوگ، یہ لوگ، ان لوگوں کو خدا بُری آنکھ سے بچائے، خون کے پیاسے ہیں اور خون بہا (دیت) چاہتے ہیں۔

حرمت سماع

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں سماع اور اہلِ سماع کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ پیر طریقت ہادی حقیقت سمندری اور پہاڑی قطب حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی حرمت منقول ہے۔ فرمایا کہ سماع کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ سماع میں دل کا میلان نافرمانی کی طرف ہوتا ہے اور مجھے حق تعالیٰ کی جانب رجوع (حاصل) ہوتا ہے۔ پس جب سبب بند کیا گیا ہو تو مسبب کب موجود ہوتا ہے۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ. یعنی: جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ سماع ولایت قلبی میں یقیناً ترقی بخشتا ہے اور ولایتِ عالیہ میں قرآن (مجید) کی تلاوت، درود شریف پڑھنا اور نفلوں کی کثرت ولایت کے درجات کے فرق کے ساتھ (ترقی بخشتا ہے)۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ نقشبندیہ مجددیہ نسبت پتلے بادل کی صورت میں ہماری چوٹی پر پھیلی ہوئی ہے۔ سماع، نغمہ اور گانے کی آواز جو بھی کان میں پہنچتی ہے تو اُس کو پھاڑ دیتی ہے اور دل کو متوجہ کر لیتی ہے، ذوق و شوق پیدا کرتی ہے اور بیقرار بنا دیتی ہے۔

بروز جمعہ ۲۹ / ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

فقر وفاقہ طریقہ کا کمال

سب سے کمتر بندہ اصحابِ دین کے قبلہ (کی محفل) میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ فقر وفاقہ طریقہ کا کمال ہے۔ درویشوں کو پیغمبر (اکرم) عَلَیْہِ صَلوٰات اللّٰہِ الْاَکْبَرْ کی سنت (پر عمل کرنا) چاہیے اور اُس کے خلاف زیب نہیں دیتا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حالات یہ تھے کہ بھوک کی انتہا سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ توکل سے بیٹھتے تھے، مصیبت پر صبر اور عطا پر شکر کرتے تھے۔ قلّت طعام کے بارے میں آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بہت سی احادیث وارد ہیں، جیسا کہ **شمائل ترمذی** میں آیا ہے:

مَا شَبِعَ آلِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مِنْ خُبْزٍ الشَّعِرْ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم.

(**ترغیب**، جلد۴: ۱۸۷؛ **مجمع الزوائد**، جلد۱۰: ۳۱۴؛ **مشکوٰۃ**، نمبر۴۱۹۳، ۵۳۷، متفق علیہ)

یعنی: آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی دو دن لگاتار جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال فرمایا۔

وَ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ... الخ بھی **شمائل ترمذی** میں آئی ہے (نیز دیکھئے: **جامع الترمذی**، نمبر ۲۳۵۸، الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ)۔

درویشوں کی شبِ معراج

فقراء کہتے ہیں کہ بھوک والی رات درویشوں کی شبِ معراج ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ درویش اگر تین روز کے بعد کھانا مانگے تو وہ صوفی نہیں ہے۔ اس کو خانقاہ سے نکال دیا جائے گا۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ کے دل میں تین رات دن کے بعد کھانے کا خیال آیا۔ الہام ہوا کہ اے کم ہمت! تو نے میری صحبت کو روٹی سے بیچ ڈالا۔

حضور مع اللہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُر نور میں حضور مع اللہ کا ذکر ہوا۔ حضرت

عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ مراقبہ میں بغل میں سر ڈال کر بیٹھے تھے۔ اس جگہ ایک بلّی بھی چوہے کی گھات میں دل سے متوجہ تھی۔ اتفاق سے اُس بزرگ کے دل میں غیر کا خیال آیا۔ ایک عتاب نازل ہوا کہ اے کم ہمت! میں چوہے سے کمتر نہیں ہوں اور تو بلّی سے کم نہیں۔ پس تو دیکھ کہ بلّی کس طرح چوہے کی جانب متوجہ ہے اور تو غیر سے ہم آغوش اور میری یاد سے غافل ہے۔

حضور و جمعیت، توحید وجودی اور فنائے اَنا و نیستی

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضور و جمعیت اور توحید وجودی لطیفہ قلب کی سیر میں (حاصل) ہوتی ہے، لیکن اَنا کی فنا اور اضمحلال و استہلاک (نیستی و فنا) لطیفہ نفس کی سیر میں واقع ہوتے ہیں، اور عاجزی اور نابودی و نیستی سالک کے حال میں شامل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ شعر:

چیست معراج فنا این نیستی
عاشقان را مذہب و دین نیستی

یعنی: معراج کیا ہے، اس نیستی کی فنا، عاشقوں کا مذہب یہ نیستی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد افضلیت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کے بعد افضلیت کا ذکر آیا کہ تابعین کی صدی میں زیادہ فاضل کون ہے؟ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے نسب اور عبادت کے سبب امام العارفین حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی ہے۔ بعض نے فقر و زہد، ترک و تجرید اور حضرت خاتم النبیّین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّاتُ کی محبت کی زیادتی کی وجہ سے حضرت اویس قرنی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کو افضل قرار دیا ہے۔ بعض نے شریعت کی ترویج اور ملت کی تجدید کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو افضل قرار دیا ہے، اور بعض نے شریعت کی اشاعت اور طریقت کے طریقوں کے اجرا کی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بہتر کہا ہے۔

بروز ہفتہ ۳۰ ربیع الآخر (۱۲۳۱ھ)

انوار وظلمات کی معرفت

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ انوار کی معرفت یہ ہے کہ سالک فیوض و برکات، انوار و اسرار اور ہر چیز کے امتیاز کو الگ الگ کر دیتا ہے، یعنی قرآن (مجید)، درود اور نماز وغیرہ پڑھنے کے انوار کے درمیان فرق کرتا ہے۔ اور ظلمات کی معرفت یہ ہے کہ منع کی ہوئی چیزوں میں سے ہر چیز مثلاً حرام اور شبہ کے کھانے، غیبت اور فحش وغیرہ کی ظلمت میں امتیاز کرتا ہے۔

تعبیر خواب

نیز اِس مجلس میں میاں رمضان شاہ (رحمۃ اللہ علیہ)، جو مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا ہے کہ بہت زیادہ عدل کرنے والوں کے امام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس جہاں سے رحلت فرمائی ہے اور (حضرت) ام کلثوم رضی اللہ عنہا سوگ کے آنسو پُرغم آنکھ سے بہا رہی ہیں۔ میں بھی اس خواب میں رو پڑا ہوں اور غم کی شدت سے بیدار ہو گیا ہوں۔ میں اس کی تعبیر میں حیران ہوں۔

حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ تم سے امر معروف ترک ہو گیا ہے یا (آئندہ) ہوگا۔ حضرت عالی نے اس تعبیر کے لیے ایک مثال بیان فرمائی کہ عالمگیر بادشاہ نے خواب میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات دیکھی تھی۔ اسی روز شاہ علیم اللہ رائے بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی رحلت ہوئی۔

بے ادب شخص

ایک شخص (حضرت عالی کی) مجلس شریف میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ شیخ احمد کے مکتوب میں اس طرح لکھا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا: ''شیخ احمد کون ہیں؟'' اس شخص نے کہا کہ شیخ احمد سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ (حضرت عالی نے) فرمایا: ''میری مجلس سے چلا

جا، میرے سامنے میرے پیر کی اِس طرح بے ادبی کرتا ہے!'' غرض اُس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔

انوارِ خانہ کعبہ شریف

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حجاز کے سفر کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے نام سے میرا ماحول انوار سے بھر جاتا ہے اور میرا دل طواف کے شوق میں بے اختیار ہو جاتا ہے۔

نیز فرمایا کہ میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے ارادہ سے اپنی نشست کی جگہ سے نیم قد اُٹھا تھا کہ الہام ہوا کہ تیرا اِس مکان میں رہنا بہتر ہے کیونکہ خلقت کے لیے نفع بخش ہے۔

نیز فرمایا کہ خانہ کعبہ شریف میں ایک رکعت پڑھنا دوسری جگہ ایک لاکھ رکعت پڑھنے کی طرح ہے جو قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے کرنے کے ساتھ پڑھی گئی ہو۔

احوالِ صوفیہ

اسی اثناء میں صوفیہ کے احوال کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ صوفی دنیا و آخرت کو پسِ پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور حق جَلَّ وَ عَلَا کے غیر سے کوئی کام نہیں رکھتا۔ شعر:

ملت عاشق ز ملتہا جداست
عاشقان مذہب و ملت خداست

یعنی: عاشق کی ملت (دوسری) ملتوں سے جدا ہے، عاشقوں کا مذہب و ملت خدا ہے۔

نسبت مجددیہ کی محبت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں نسبت مجددیہ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے دعا کے لیے دست (مبارک) اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ الٰہی! زندگی میں، نزع میں اور قبر میں اس نسبت شریفہ سے لبریز رکھ اور قیامت اور حشر و نشر میں بھی اسی نسبت عالیہ سے محشور فرمانا۔

نیز حضرت عالی درگاہ الٰہی میں دست (مبارک) اٹھا کر اور بڑی عاجزی اور زاری سے یہ رُباعی پڑھتے تھے، نیز کہتے تھے کہ اے رحمان! ہمارا حال بھی اسی طرح بنادے:

منگر کہ دلِ ابنِ یمین پر خون شد بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست با پیک اجل خندہ زنان برون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین پر خون ہوا، تو دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا۔

۞ ہتھیلی پر قرآن مجید اور پاؤں راستے کی طرف اور آنکھ دوست کی جانب، موت کے قاصد کے ساتھ ہنستا ہوا باہر چلا گیا۔

بروز اتوار یکم جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

نسبت نقشبندیہ بے مزہ نہیں

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اور میں ایک مجلس میں تھے۔ اچانک نسبت نقشبندیہ کا ذکر ہوا۔ مولوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ کی نسبت بے نمک (بے مزہ) ہے۔ میں نے کہا کہ میں بے مزہ دسترخوان کا مہمان نہیں ہوں۔ میں ایسی نسبت چاہتا ہوں جو کیفیات و جذبات، واردات اور انوار و اسرار رکھتی ہو۔ پس بے اختیار میری زبان پر یہ شعر آ گیا:

آن قدر عشق تو بدخوی آورد مرا
کہ تسلی بدو عالم نتوان کرد مرا

یعنی: تیرے عشق نے مجھے اس قدر بدخو بنا ڈالا کہ دو جہاں سے بھی مجھے تسلی نہیں دی جا سکتی۔

پیر کا عصا پیر کی جگہ

نیز حضرت عالی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کا درس دے رہے تھے۔ ایک جگہ تامل کر کے متوجہ ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد سر

مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ پیر کا عصا پیر کی جگہ۔ اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی پیر کی جگہ ہیں، اور یہ مصرع پڑھا:

ع گفت انسان پارہ انسان بود

یعنی: کہا کہ انسان انسان کا ٹکڑا ہے۔

اولیاء اللہ کا صبر

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے رحلت فرمائی۔ لوگوں کو خبر دی گئی۔ حضرت گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو کسی جگہ ڈال دیں۔

اکابرین وحدت الوجود کے احوال

بعد ازاں وحدت الوجود کے اکابرین کے احوال کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا: اس مقام کے مجتہد، کانِ احدیت کے لعل، بحر فردیت کے موتی اور گوہر طلب کے جوہر (حضرت) محی الدین (ابن) العربی قَدَّسَ سِرَّہٗ ہیں، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے:

لَا آدَمَ فِي الْكَوْنِ وَلَا اِبْلِيْسُ لَا مُلْکَ سُلَيْمَانَ وَلَا بِلْقِيْسُ

فَالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰى يَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مَغْنَاطِيْسُ

یعنی: جہان میں نہ آدم ہے اور نہ ابلیس، نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السّلام) کا ملک ہے اور نہ (حضرت) بلقیس (رضی اللہ عنہا)۔

۞ پس یہ سب عبارت ہیں اور تو معنی ہے، اے وہ ہستی! جو دلوں کے لیے مقناطیس ہے۔

اکثر اولیاء اللہ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ معرفت کے اسی سمندر کے غوطہ لگانے والے ہیں۔ راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ (حضرت) مولانا روم قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے، شعر:

سجدہ خود را می کند ہر لحظہ او

سجدہ پیشِ آئینہ است از بہر رو

یعنی: وہ ہر لحظہ خود کو سجدہ کرتا ہے، چہرہ (دیکھنے) کے لیے سجدہ آئینہ کے سامنے ہے۔

(حضرت) مولانا مغربی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ نے فرمایا ہے:

ز دریا گونا گون برآمد ز بے چونی برنگ چون برآمد
گہی در صورت لیلیٰ فروشد گہی در کسوت مجنون برآمد
چو یار آمد ز خلوت خانہ بیرون ہمون نقش درون بیرون برآمد

یعنی: دریا سے قسم قسم (کی صورتیں) نکلیں، بے مثال سے مثال کی شکل میں نکلیں۔

- کبھی لیلیٰ کی صورت میں سامنے آئی، کبھی مجنون کے لباس میں نکلی۔
- جب محبوب خلوت گاہ سے باہر آیا تو وہی اندر والا نقش باہر نکلا۔

(حضرت) مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ما ز دریائیم و دریا ز ماست
این سخن داند کسی کو آشناست

یعنی: ہم دریا سے ہیں اور دریا ہم سے ہے، یہ بات وہ شخص جانتا ہے جو آشنا ہے۔

(حضرت) مولانا عبدالرحمٰن جامی قَدَّسَ سِرَّهٗ نے فرمایا ہے:

چیست می دانی صدائے چنگ و عود اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ کَافِیْ یَا وَدُوْد
ہست بے صورت جناب قدس عشق لیک در ہر صورتے خود را نمود
در لباس حسن لیلیٰ جلوہ کرد صبر و آرام از دل مجنون ربود
پیش روئے خود ز عذرا، پردہ بست صد در غم بر رخ وامق کشود
در حقیقت خود بخود میباخت عشق وامق و مجنون بجز نامے نبود

یعنی: تو جانتا ہے کہ ساز اور بربط کی آواز کیا ہے؟ میرے لیے تو کافی، اے ودود! تو کافی ہے۔

- بارگاہ عشق پاک بے صورت ہے، لیکن اس نے ہر ایک صورت میں خود کو دکھایا ہے۔
- اس نے لیلیٰ کے حسن کے لباس میں جلوہ کیا (اور) مجنوں کے دل سے صبر و آرام لے گیا۔

۞ اپنی پیش روئی عذرا کے پردے میں دکھائی (اور) وامق کے چہرے پر سیکڑوں غم طاری کیے۔

۞ دراصل خود بخود عشق ہار رہا تھا (اور) وامق و عذرا ایک نام کے سوا کچھ نہ تھے۔

پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ ان تمام اکابرین کو اگر حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِهِ السَّامِیْ کامل ہمت کے ساتھ توجہ فرمائیں تو (ان کو) اس مقام سے عروج حاصل ہو جائے، لیکن حضرت محی الدین ابن العربی قَدَّسَ سِرَّهٗ اس سمندر میں یوں غرق ہیں کہ ان کو زبان پر لانے سے بھی انہیں عذر ہے۔ لیکن امید ہے کہ وہ بھی اس مقام سے عروج کر لیں گے۔

مشاہدہ حق

نیز حضرت عالی حق جَلَّ وَ عَلَا کے مشاہدہ کے ذکر میں یہ شعر پڑھتے تھے:

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

یعنی: چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (لہٰذا) سب آفتاب سے ہی کہتا ہوں، نہ تو میں رات ہوں (اور) نہ ہی رات کا پجاری کہ خواب کی بات کروں۔

بروز سوموار ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

فنا اور اُس کی اقسام

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول فنا سے مراد ہے، اوصاف سے گم ہونا، اور بقا سے مراد ہے، بُری عادت کی جگہ حسنات کا پیدا ہونا۔ حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی سیّد محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے نزدیک فنا کی تین اقسام ہیں؛ پہلی فنائے خلق، یعنی خلقت سے امید اور خوف نہ رہنا، دوسری: فنائے ہوا، یعنی حق تعالیٰ و تقدس کے علاوہ کسی سے کوئی امید بالکل نہ رہنا۔ اس معنی میں حضرت عالی کا (یہ) شعر بھی ہے:

من نہ آن مستم کہ جام مے ہوس باشد مرا
گردش از ساغر چشم تو بس باشد مرا

یعنی: میں وہ مست نہیں ہوں کہ مجھے شراب کے جام کی ہوس ہو، تیری آنکھ کے ساغر کا دَور ہی میرے لیے کافی ہے۔

تیسری فنائے ارادہ، یعنی دل میں کوئی ارادہ بھی باقی نہ رہے۔ایک بزرگ نے فرمایا ہے: اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدَ. یعنی: میں نے چاہا کہ میں نہ چاہوں۔

ارادہ خواہش کی جڑ ہے، جس طرح کہ چشمہ ایک ندی کی بنیاد ہے۔فنائے خلق اور فنائے ہوا حضرات مجددیہ کی اصطلاح کے مطابق لطیفہ قلب کی سیر میں، جو کہ تجلی افعال سے عبارت ہے، میسر ہو جاتی ہے اور فنائے ارادہ لطیفہ نفس میں ظاہر ہوتی ہے۔

''آدمی المشرب'' اور ''ابراہیمی المشرب''

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرات مجددیہ کے طریقہ میں ہر لطیفہ کی فنا الگ الگ ہوتی ہے۔پہلی فنا، فنائے قلب ہے جو ماسویٰ (اللہ) کا بھلانا ہے۔قلب حضرت آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے زیرِ قدم ہے۔جس شخص کو حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اس ولایت سے مشرف فرماتا ہے اور اپنے قرب کا معاملہ اس راستے سے فرماتا ہے، اُس کو ''آدمی المشرب'' کہتے ہیں۔اس کے بعد لطیفہ روح کی فنا ہے جو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا السَّلَامُ کے قدم کے نیچے ہے، جس شخص کو اس ولایت سے خاص کرتے ہیں، اُس کو ''ابراہیمی المشرب'' کہتے ہیں۔

بروز منگل ۳؍جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

سیر لطائف

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا اور حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ قلب حضرت آدم (علیہ السّلام) کے قدم کے نیچے ہے اور اس ولایت کی سیر میں تجلی افعالی ظاہر ہوتی ہے۔روح حضرت نوح (علیہ السّلام) اور حضرت ابراہیم (علیہ السّلام)

کے قدم کے نیچے ہے اور اس کی سیر میں صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ لطیفہ سر حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) کے قدم کے نیچے ہے اور اُس کی سیر میں شیونات ذاتیہ الٰہیہ کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ لطیفہ خفی حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) کے قدم کے نیچے ہے اور اس کی سیر میں صفات سلبیہ الٰہیہ کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ اور لطیفہ اخفیٰ حضرت خاتم الرسل عَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کے زیر قدم ہے اور اس کی سیر میں شان جامع الٰہی کی تجلی ظاہر ہوتی ہے جو صفات کی اصل ہے۔ جس طرح کہ چمک، جو سورج کی اصل ہے اور سورج کے قریب ہے۔ اس لطیفہ میں تجلی ذاتی بھی بجلی کی مانند جلوہ گر ہوتی ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ لطیفہ روح کی سیر میں خود سے صفات کو سلب اور اُن کی نسبت حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کی جانب کرنا، لطیفہ سر کی سیر میں ذات کا اضمحلال (نیستی) حق سبحانہٗ کی ذات میں، لطیفہ خفی میں جناب کبریا کی تفرید تمام مظاہر میں اور لطیفہ اخفیٰ میں حق سبحانہٗ کے اخلاق سے اپنے اخلاق کو جوڑنا سالک کے شاملِ حال ہو جاتا ہے۔

کسبِ صوفیہ

اس کے بعد صوفیہ کے کسب (کاروبار) کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بعض صوفیہ حلال کھانے کے لیے تجارت کا کاروبار وغیرہ بھی کرتے ہیں، لیکن وہ صبح کی نماز سے ظہر تک اس کام میں مصروف ہوتے ہیں۔ دوسرے اوقات کو اپنے دوستوں کے ساتھ حلقہ و مراقبہ اور ذکر و توجہ میں مشغول رکھتے ہیں۔

نماز میں دیر کرنے والے صوفی کی حکایت

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ صوفیہ جو کام بھی کرتے ہیں، جب اذان کی آواز سنتے ہیں تو اُسے چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے جو روئی دُھننے کا کام کرتے تھے۔ ان سے کپڑے کے چند دھاگوں کے ختم کرنے کا کام باقی رہ رہا تھا کہ ان کے کان میں اذان کی آواز آئی۔ وہ کام سے (نہ) رکے حتیٰ کہ دھاگوں (کے کام) کو ختم کیا۔ اذان کے بعد وضو کے پانی کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا، پانی کی جگہ ڈول درہموں سے پُر ہو گیا۔ جب انہوں نے ڈول کو کھینچا تو دیکھا کہ پانی کی جگہ درہم آ گئے ہیں۔ انہوں

نے ان کو زمین پر ڈالا اور پھر ڈول پانی کے لیے کنویں میں ڈالا۔ پھر وہ سونے کے دیناروں سے پُر ہو گیا۔ پھر ڈالا تو تیسری بار ڈول جواہرات سے پُر ہو گیا۔ پھر ڈالا اور عرض کیا: ''اے الٰہی! مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ میں ان کو کیا کروں گا؟ مجھے وضو کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے کہ میں نے نماز میں دیر کر دی ہے۔ تیری مغفرت زیادہ وسیع ہے، میرے گناہ (کی وجہ) سے میرے حال پر نظر رحمت فرما اور میرے احوال پر بخشش فرما، اے کارساز اللہ! وضو کے لیے پانی عطا فرما۔''

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ایک روز استنجے کے لیے ڈھیلا تلاش کر رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں سرخ یاقوت آ گیا۔ آپ نے اس کو زمین پر ڈالا اور عرض کیا کہ (اے اللہ!) میں استنجے کے لیے ڈھیلا چاہتا ہوں اور تو سرخ یاقوت عطا فرماتا ہے، تیرا سرخ یاقوت تجھے مبارک ہو، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض یہ ہے کہ عارفوں کی نظر میں دنیا کی قدر رائی کے دانے سے بھی زیادہ کم ہے۔ جو شخص محبوب کا طالب ہے، وہ اس سے بیزار ہے۔

دنیا عارفوں کی نظر میں

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ جو شخص اس (دنیا) میں مبتلا ہے، وہ خدا کا عاشق کب ہے؟ اللہ کا طالب دونوں جہانوں سے آزاد ہو چکا ہے۔ سُبحَانَ اللّٰہِ! ایک شخص نے کتنا خوبصورت کہا اور کیسے نادر موتی پروئے ہیں:

گیرم کہ سریت از بلور و یشم است — سنگش داند ہر آنکہ او را چشم است

این مسند قاقم و سمور و سنجاب — در دیدہ بوریا نشینان پشم است

یعنی: میں جانتا ہوں کہ تیرا تخت شیشے اور یاقوت جیسے قیمتی موتی کا ہے (لیکن) جس شخص میں بصیرت ہے وہ اس کو پتھر سمجھتا ہے۔

۞ یہ مسند قاقم، سمور اور سنجاب جیسے نایاب جانوروں کی قیمتی کھال کی ہے (لیکن) چٹائی پر بیٹھنے والوں کی آنکھ میں یہ اون ہے۔

دعا کے انوار و برکات

اس کے بعد (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں دعا کے انوار و برکات کی معرفت کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ دعا کے وقت انوار و برکات آتی ہیں، لیکن فرق کرنا مشکل ہے کہ یہ دعا کے انوار ہیں یا قبولیت کے۔ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ اگر دونوں ہاتھوں میں بھاری پن محسوس ہو تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔ میں اس طرح امتیاز کرتا ہوں کہ اگر دعا کرتے وقت انبساطِ قلب اور انشراحِ دل (حاصل) ہے تو یہ قبولیت کی علامت ہے، ورنہ دعا کے انوار کی۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مرزا صاحب قبلہ مظہر اسرار رحمان مصدر انوار سبحان حضرت جان جاناں نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے ایک کام کے لیے دعا فرمائی تو انوار آئے۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ دعا کی قبولیت کی امید ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کام نہیں ہوگا۔ حکمِ الٰہی سے وہ کام واقع نہ ہوا۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی۔ میں نے معلوم کیا کہ قبول نہیں ہوئی ہے۔ پھر میں نے دعا کی۔ پھر بھی مجھے قبول نہ ہونا معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ قبول نہیں ہوئی ہے۔ میں نے پھر دعا کی۔ پس میرے دل میں خوشی ہوئی۔ میں نے کہا کہ دعا مقصد کے ہم آغوش ہوگئی۔ حق سبحانہٗ کے فضل سے وہ کام ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کے غیر سے دعا کرنا

اس کے بعد بارگاہ الٰہی جل شانہٗ کے غیر سے دعا کرنے کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حق جَلَّ وَ عَلَا کے غیر سے دعا کرنا یقیناً ناجائز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے مدد مانگنا اگر تقرب خدا کے سبب سے ہے تو جائز ہے۔

حق تعالیٰ کے مقربین سے مدد مانگنے کا طریقہ

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ بزرگوں سے کوئی کام چاہنا غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی ہے، اور کسی مشکل کا حل بزرگوں کی توجہ

سے طلب کرنا بجا ہے اور عین رضا ہے۔ آدمی کو چاہیے حق تعالیٰ کے مقربین سے اس طرح مدد مانگے کہ حضرت توجہ فرمائیں اور دعا کریں کہ حق تعالیٰ مراد پوری کرے۔

یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ شَیْئًا لِلّٰہِ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ میں ایک روز کہہ رہا تھا: ''یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ''۔ غیب سے شک کے بغیر آواز میرے کان میں پہنچی کہ کہو، یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ شَیْئًا لِلّٰہِ.

بازار کا پیشہ اختیار کرنا

حضرت عالی نے فرمایا کہ بازار کا پیشہ اختیار کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن خلقت کی ضرورت کو پورا کرنے کی نیت سے ہو کہ لوگوں کو اس کام کی ضرورت ہوتی ہے جو مجھ سے حاصل کرنے سے پورا ہوتا ہے اور کام کرنے اور اسباب کو مؤثرِ حقیقی نہ سمجھے۔ اکثر اولیاء اللہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ اسباب و تعلقات کو ترک کر کے حق جَلَّ وَ عَلَا کے توکل سے بیٹھ جاتے ہیں۔

ترک اسباب

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اسباب تین اقسام میں تقسیم ہیں؛ پہلی قسم اسباب قطعیہ ہیں، جس طرح کہ کھانا بھوک کو دُور کرنے کے لیے ہے۔ اس کا ترک کرنا موجبِ گناہ ہے۔ مثلاً ایک آدمی کھانا نہیں کھاتا اور وہ اس کے سامنے موجود ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حق سبحانہٗ کھلائے تو کھاؤں گا، (یہ) گناہ ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ دوسری قسم اسباب ظنیہ ہیں، جس طرح کہ تجارت اور نوکری اختیار کرنا، پیشہ کسب کرنا، اور بیماری کی دوا کرنا وغیرہ۔ اس میں اختیار ہے، لیکن ان اسباب کو ترک کرنا اور توکل سے بیٹھنا اولیٰ ہے۔ تیسری قسم اسباب وہمیہ ہیں، جس طرح کہ فال نکالنا، کام کے لیے مبارک اور نامبارک ساعتوں کا لحاظ رکھنا اور ہر چیز کی سعادت اور نحوست پر نگاہ رکھنا جو بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ (ایسی چیزوں پر) عمل کرنا شرک میں سے ہے اور ان کا ترک کرنا واجب ہے۔ اولیاء اللہ جن اسباب و تعلقات کو ترک کرتے ہیں، وہ انہی دو آخری اقسام

میں سے ہے۔

ہمت وتوجہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت پیر طریقت ہادی حقیقت مرشد اندراج النہایۃ فی البدایۃ فانی فی اللہ خواجہ محمد باقی باللہ عَطَرَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ وَ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے پُر انوار مزار پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کی توجہ سے حضرت شیخ احمد سرہندی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ امام ربانی مجدد الف ثانی بن گئے۔ میں بھی حضور کی عنایت کا امیدوار ہوں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) مزار مبارک سے باہر آئے اور مجھ پر ہمت وتوجہ فرمائی۔ دوپہر کا وقت تھا اور شدید گرمی، تھوڑی دیر بیٹھ کر میں اٹھا اور جیسا ٹھہرنا چاہیے تھا، نہ ٹھہرا۔ اب تک مجھے ایک حسرت ہے۔ میں نے حضرت (خواجہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی توجہ سے خود میں اس طرح اثر پایا جو بیان نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حضرت بوعلی قلندر قَدَّسَ سِرَّہٗ کی دعا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بوعلی قلندر قَدَّسَ سِرَّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت بوعلی قلندر (قَدَّسَ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ تو وہی خسرو ہے جو ہاہا اور ہی ہی کرتا ہے۔ حضرت امیر (خسرو رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر حضرت بوعلی قلندر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ تو شعر کہتا ہے اور میں نے بھی ایک غزل کہی ہے۔ پھر آپ نے اپنی غزل پڑھی۔ اس کے سننے سے حضرت امیر (خسرو رحمۃ اللہ علیہ) کی آنکھ سے چشمہ کی مانند آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت بوعلی قلندر (قَدَّسَ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ تم میرے کلام سے کچھ سمجھے ہو کہ رو پڑے ہو؟ حضرت امیر (خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ میرا رونا نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے کہ میں حضرت کے کلام کو نہیں سمجھتا۔ میں اپنی طبع کی ناسمجھی پر رو رہا ہوں۔ حضرت بوعلی قلندر (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) بہت زیادہ خوش ہوئے اور اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ خسرو خوش جیئے گا اور خوش مرے گا اور خوش ہی اُٹھے گا۔

بروز بدھ ۴؍جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

فیض حضرت مظہر جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ چند طالبین حضرت عالی کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لیے سمرقند سے آئے تھے۔ حضرت عالی نے بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور زاری کی۔ اس کے بعد قبلہ دین وایمان، مظہر انوار رحمان حضرت مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کے پُر انوار مزار کی جانب اشارہ فرمایا (اور) کہا کہ اے حضرت مرزا صاحب اور میرے قبلہ! میں اس کے لائق نہیں ہوں کہ ایسے اکابرین اس طرح کے دور و دراز کے سفر کے مراحل سے گزر کر اور منازل طے کر کے میرے پاس آئیں۔ یہ سب آپ کی عنایت ہے اور آپ ہی کے حضور آتے ہیں۔ میں جو ایک نالائق پنجابی آدمی تھا، وہی ہوں۔ آپ کی نظر عنایت ہے کہ لوگ یہاں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ آپ کی کیمیا اثر نگاہ نے میرے چاندی کے وجود کو سونے کا مرتبہ بخشا ہے۔ شعر:

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ ہمہ چیز تست

یعنی: میں گھر سے کوئی چیز پہلے نہیں لایا، سب تو نے دیا (اور) سب کچھ تیرا ہی ہے۔

میرا رُتبہ یہی ہے کہ خاک پر بیٹھا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

خاک نشینی است سلیمانیم
عار بود افسر سلطانیم

یعنی: خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے (اور) میرے لیے بادشاہی تاج باعثِ شرمندگی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں (ایسی) زبان نہیں رکھتا کہ جناب الٰہی کا شکر بجالاؤں اور جناب حضرت آنسرورِ عالم عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کا شکر اور جناب حضرت جان جانان مظہر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی رُوْحِہِ الْاَطْھَرُ کے شکر کا اظہار کروں۔ شعر:

شکر فیض تو چمن چون کند اے ابر بہار
کہ اگر خار و گرگل ہمہ پروردۂ تست

یعنی: اے بہار کے بادل! تیرے فیض کا شکر چمن کس طرح کرے کہ کانٹے اور پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں۔

بروز جمعرات ۵؍جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

رسالہ مراقبات

غلام قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی خواجہ خواجگان پیر پیران حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰـهُ سِرَّهٗ کے روضۂ منورہ پر تشریف لے گئے۔ مخلص بھی (حضرت عالی کی) رکاب سعادت میں حاضر تھا۔ حضرت عالی نے راستے میں بہت زیادہ معارف بیان فرمائے، لیکن وہ اس وقت یاد نہیں رہے۔ جب اپنے پُرفیض مکان میں تشریف لائے تو حکیم عبدالحکیم جنجھانی نے حضرت عالی سے عرض کر کے رسالہ مراقبات، جو حضرت عالی کی تصنیفات میں سے ہے، نقل کیا۔ قبلہ خاص و عام (حضرت عالی) قلبی و روحی فداہٗ نے اس سے پہلے وہ اس غلام کو بھی عنایت فرمایا تھا، جو یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر نے عالم مثال میں مقاماتِ قرب کو صحیح کشف سے اور صریح معائنہ سے دیکھ کر ان مقامات کی تعبیر مناسب دائرہ میں پائی ہے کہ وہ بے جہت اور بے مثل مقامات ہیں۔ ایک دائرہ بے جہت ہے، ورنہ جہاں خدا ہے وہاں دائرہ کہاں ہے؟ پہلا دائرہ، ''دائرہ امکان'' ہے۔ اس کے نچلے نصف میں سیر آفاقی ہاتھ لگتی ہے اور اس سے مراد اپنے باطن کے باہر مختلف رنگوں میں (اس دائرہ کے) اوپر والے نصف (حصے) میں انوار کا دیکھنا ہے۔ یہ انفسی سیر و سلوک ہے اور وہ اپنے باطن میں انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہے۔ انعامات و واقعات پر اعتبار نہ رکھتے ہوئے حضور و آگاہی کے دوام کے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ اس مقام پر اسم ذات اور نفی و اثبات

کا ذکر کرنا اور زبانی طور پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔ مراقبہ احدیت صرفہ حضرت ذات، جو اسم مبارک اللہ سے مسمّٰی ہے، کرتے ہیں۔ وقوف قلبی دل کی طرف توجہ کر کے اور (اس) معنی کا لحاظ رکھ کر کہ ''ذات پاک (اللہ) کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے'' ذکر کے الفاظ کی صحت کے ساتھ۔ دل کی وسوسوں سے نگہداشت ہمیشہ ہونی چاہیے، کیونکہ دل زیادہ ذکر کے بغیر نہیں کھلتا۔ دل کی طرف توجہ اور دل کی توجہ حضرت ذات حق سبحانہٗ کی جانب، وسوسوں سے نگہداشت، ذکر الفاظ کی صحت کے ساتھ اور معنی کا لحاظ رکھ کر کہ ذات پاک (خدا) کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے اور بازگشت کہ اے خدا! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔ اپنی نیستی (فنا) اور حضرت ذات پاک (خدا) کی ہستی کے اثبات (بقا) کے ملاحظہ اور انکساری و عاجزی کے ساتھ دائمی (ذکر) ہونا چاہیے۔ جب کم خطرگی اور بے خطرگی توجہ و کیفیت کے مانع نہ ہو اور (وقت) چار گھڑی تک پہنچ جائے تو مراقبہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سورۃ الحدید، آیت ۴۔ یعنی: تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) ہر آن اور ہر لحظہ کرنا چاہیے اور زبانی ذکر بھی۔ یہ ''مراقبہ ولایت صغریٰ'' میں کرتے ہیں جو ''دوسرا دائرہ'' ہے۔ یہاں تجلیات افعالیہ الٰہیہ اور ظلال اسماء و صفات (ہوتی) ہیں (اور) اس مقام میں توحید وجودی، ذوق و شوق، آہ و نالہ، استغراق و بیخودی اور دوام حضور و توجہ وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ جب توجہ چھ سمتوں کا احاطہ کرتی ہے اور کوئی انتظار نہیں رہتا تو ''دائرہ ولایت کبریٰ'' کی سیر کا آغاز کرتے ہیں اور یہ ''تیسرا دائرہ'' ہے جو ایک دائرہ اور تین قوس پر مشتمل ہے۔ ''پہلا دائرہ'' میں ''مراقبہ اقربیت'' وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق، آیت ۱۶۔ یعنی: ہم اس کی رگِ جان سے بھی بہت قریب ہیں) کرتے ہیں اور ذکر تہلیل (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ) زبان سے پڑھنا ترقی کا ذریعہ بنتا ہے اور خیال سے (کرنا) بھی فیض کا مقام (ہوتا ہے)۔ اس جگہ ''لطائف خمسہ'' ہیں۔ لطیفہ نفس کی شرکت سے، لطیفہ نفس دائرہ اوّل کے نیچے، اسماء و صفات کی بڑھی ہوئی تجلیات پر مشتمل ہے اور اس کا اوپر والا نصف (حصہ) اعتبارات و شیون ذاتیہ پر مشتمل (ہوتا ہے)۔ دوسرا دائرہ ان تجلیات کے اصول اور تیسرا دائرہ اس اصول کا اصول اور قوس اس اصولِ اصول کا

اصول۔اس دوسرے، تیسرے دائرہ اور قوس میں مراقبہ محبت يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴۔یعنی: جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں) کرتے ہیں۔اس جگہ فیض کا مقام لطیفہ نفس ہے۔ جب پہلا دائرہ ختم ہوتا ہے تو دوسرے دائرہ میں مراقبہ وذکر، پھر تیسرے دائرہ میں اور پھر قوس میں ذکر ومراقبہ کرنے کا معمول ہے۔اس ''ولایت کبریٰ'' میں، جو انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی ولایت ہے، توحید شہودی، اَنا کی فنا، نسبت باطن میں استہلاک واضمحلال، حقیقی اسلام، شرح صدر، عالم کو ظلِ وجود اور وجودِ حضرت حق سبحانہٗ کے توابع پانا، بری صفات کی فنا اور نیک اخلاق سے آراستہ ہونا ہاتھ لگتا ہے۔ان تمام تجلیات ظلال اسماء وصفات، تجلیات اسمائی وصفاتی اور اس کے اصول سے اسم ظاہر کی سیر مکمل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد تجلیات اسم الباطن اور اس کے حالات کی سیر پیش آتی ہے اور یہ مقامات کا ''چوتھا دائرہ'' ہے۔اس سیر کو ''ولایت علیا'' مقرر کیا گیا ہے۔ یہاں نفل نمازیں لمبی (دعائے) قنوت کے ساتھ اور مراقبہ ''اسم الباطن'' ترقی کا سبب بنتے ہیں۔اس کے بعد تجلی ذاتی دائمی کی سیر ہاتھ لگتی ہے اور اس تجلی ذاتی دائمی کو کمالات نوبت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ''پانچواں دائرہ'' ہے۔تجلیات ذاتیہ کے درجات ہیں۔(درجہ) اوّل ''کمالات نبوت'' ہے۔اس جگہ مراقبہ ذات بحت اعتبارات سے کرتے ہیں۔یہاں ''لطیفہ عنصر خاک'' فیض کا مقام ہے۔قرآن مجید کی تلاوت اس جگہ ترقی بخشتی ہے اور حالات باطن کی نکارت، بے رنگی اور بے کیفیتی شاملِ حال ہو جاتی ہے۔اس مقام میں نیتوں اور عقائد کو قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور ایک استدلال واضح ہو جاتی ہے اور ان درجات کے محققین کو قرآن (مجید) کے حرفِ مقطعات کے اسرار کا کشف حاصل ہو جاتا ہے۔درجہ دوّم ''دائرہ کمالات رسالت'' ہے اور یہ چھٹا دائرہ ہے۔درجہ سوّم ''دائرہ کمالات اولوالعزم'' ہے۔یہ ساتواں دائرہ ہے۔ان دو دائروں میں فیض کا مقام ہیئت وجدانی ہے کہ سالک تصفیہ اور حصول فنا کے بعد عالمِ امر کے لطائف خمسہ اور عالمِ خلق کے لطائف خمسہ کی ایک اور ترکیب پاتا ہے اور اس کے بعد ''حقائق سبعہ'' پیش آئیں گے، جن کے فیض کا مقام بھی ''ہیئت وجدانی'' ہے اور قرآن مجید کی تلاوت، خاص کر نمازوں میں ترقی کا ذریعہ بنتی

ہے۔بعض اکابر نے ''کمالات ثلاثہ'' کے حصول کے بعد حقائق انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کی سیر مقرر فرمائی ہے۔ ''دائرہ خلّت''، جو دائرہ ہشتم ہے، حقیقت ابراہیمی عَلَیْهِ السَّلَامُ ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ حقیقت ابراہیمی علیہ السّلام اس سے جاری ہے اور درود ابراہیمی بہت پڑھتے ہیں۔ ''دائرہ محبّیت''، جو نواں دائرہ ہے، حقیقت موسوی عَلَیْهِ السَّلَامُ ہے، اس مقام پر حضرت ذات پاک (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ کرتے ہیں جو حقیقت موسوی (عَلَیْهِ السَّلَامُ) کا منشاء ہے۔اور ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِکَ مُوْسٰی وَ بَارِکْ وَسَلِّم'' کے درود کا وِرد کرتے ہیں۔ ''دائرہ محبّیت ذاتیہ'' محبوبیّہ ذاتیہ حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہوا ہے۔ یہ دسواں دائرہ ہے۔اس مقام پر حضرت ذات پاک (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ کرتے ہیں، جو حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منشاء ہے۔ ''دائرہ حقیقت احمدی'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، یہ گیارہواں دائرہ ہے جو ''محبوبیّۂ صرفہ ذاتیہ'' ہے۔اس مقام پر حضرت ذات سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی کا مراقبہ اس لحاظ سے جو کہ حقیقت احمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، کرنا چاہیے۔ دائرہ حب صرفہ ذاتیہ، یہ بارہواں دائرہ ہے۔ (اس مقام پر) حضرت ذات (پاک سبحانہٗ وتعالٰی) کا مراقبہ اس لحاظ سے جو کہ حب ذاتیہ کا منشاء ہے، کرتے ہیں اور ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ'' کے درود (شریف) کی کثرت یہاں ترقی بخشتی ہے۔اس کے بعد ''مرتبہ لاتعیّن'' اور اطلاق حضرت ذات سبحانہٗ ہے۔ دائرہ حقیقت کعبہ حسنٰی کے بعد، یہ تیرہواں دائرہ ہے جو حضرت ذات سبحانہٗ کی عظمت و کبریائی کے ظہور سے عبارت ہے۔اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ اس کی مسجودیت کے اعتبارات سے ممکنات کو کرتے ہیں۔ پھر دائرہ حقیقت قرآن (ہے) اور یہ چودھواں دائرہ ہے۔ حقیقت قرآن حضرت ذات (سبحانہٗ) کے مبدء وسعت سے عبارت ہے۔اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ اس اعتبار سے کرتے ہیں جو حقیقت قرآنی کا منشاء ہے۔ پھر دائرہ حقیقت صلٰوۃ ہے اور یہ پندرہواں دائرہ ہے جو حضرت

ذات سبحانہٗ کی بے مثل وسعت کے کمال سے عبارت ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ حقیقت صلوٰۃ کے منشاء سے کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مرتبہ معبودیت صرفہ ہے۔ اس مقام پر سیر نظری ہوسکتی ہے، نہ کہ سیر قدمی، کیونکہ وہ مقام عابدیت میں ہوتی ہے۔ طریقہ احمدیہ مجددیہ کے مقامات اور مراقبات کے نام یہ ہیں، جن کی تفصیل مکتوبات شریفہ میں درج ہے۔ ولایت ثلاثہ میں (ان) کیفیات کا ظہور ہوتا ہے: بیخودی واستغراق، توحید وجودی، استہلاک واضمحلال، توحید شہودی، اَنا کی فنا۔ لطیفہ قالبیہ کی کیفیات، تجلیات ذاتیہ دائمی کا ظہور جو کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ میں لطافت، بساطت اور وسعت، نسبت باطن میں بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں اور ایمانیات وعقائد حقہ میں قوت (کی صورت میں) ہاتھ لگتا ہے۔ جو شخص ان بلند مقامات میں مراقبات کی کثرت کرتا ہے وہ ہر مقام کی بساطت و بے رنگی میں فرق کرسکتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ تَمَّ کَلَامَہُ الشَّرِیْفِ. یعنی: اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اصطلاحات نقشبندیہ کا بیان مبارک آخر کو پہنچا۔

بروز جمعہ ۶ / جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

بزرگوں کی ملاقات کا طریقہ

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ جناب اخوی صاحب اس مجلس میں حاضر تھے۔ ان کی زبانی تحریر کر رہا ہوں کہ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بزرگوں کی ملاقات کے لیے جائے تو چاہیے کہ اوّل دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد اپنے دل کو ان بزرگ کی طرف متوجہ کر کے راستہ طے کر کے (ان بزرگ کے) حضور والا میں حاضر ہو، تا کہ ان کے فیض سے بہرہ ور ہو۔ ان بزرگ کی صحبت میں خاموش بیٹھے کہ بموجب:

ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

یعنی: خاموشی ایسا نفع رکھتی ہے جو کہنے میں نہیں آسکتا۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَهَيْئَاتِ الْاَسْوَاق. (المعجم الکبیر، جلد۱۰: ۱۰۸)۔ یعنی: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم بازاروں میں جانے سے بچو۔

آدابِ گفتگو

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ منہ مبارک میں پتھر کے ٹکڑے رکھتے تھے تا کہ منہ سے اونچی آواز نہ نکلے۔ نیز حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسْ مصری منہ میں رکھتے تھے اور گفتگو کم فرمایا کرتے تھے، کیونکہ انسان پر زیادہ تر مصیبتیں زبان (کی وجہ) سے آتی ہیں اور اکثر مصیبتوں کو خاموشی دور کرتی ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی) مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) کی مثنوی کا (یہ) شعر نیز پڑھتے تھے:

اے زبان ہم رنج بے درمان توئی
اے زبان ہم گنج بے پایان توئی

یعنی: اے زبان! بے درماں رنج بھی تو ہی ہے (اور) اے زبان! نہ ختم ہونے والا خزانہ بھی تو ہی ہے۔

بیعت کی اقسام

نیز حضرت عالی اس فیض والی مجلس میں اکثر یہ شعر زبان شریف سے پڑھتے تھے:

بعشقت گر جنون پیدا نمی کردم چہ می کردم
چو مجنون سر سوئے صحرا نمی کردم چہ می کردم

یعنی: اگر میں تیرے عشق سے جنون پیدا نہ کرتا تو کیا کرتا، مجنون کی طرح صحرا کی طرف سر نہ کرتا تو کیا کرتا۔

بعد ازاں میں نے عرض کیا کہ مولوی نور محمد صاحب بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بیعت کی تین اقسام ہیں۔ پہلی بیعت توسل ہے کہ ایک شخص حضرات نقشبندیہ، یا قادریہ، یا چشتیہ وغیرہم کے اکابر پیروں سے متوسل ہونے کے لیے

جس طریقہ میں چاہتا ہے بیعت کرتا ہے۔ دوسری بیعت گناہوں کو دُور کرنے کے لیے، اور یہ بیعت گناہ کے صادر ہونے سے ٹوٹ جاتی ہے، پس اس کی تجدید جائز ہے، بلکہ گناہ کے واقع ہو جانے کے بعد ضروری ہے۔ تیسری بیعت باطنی سلوک کے کسب کرنے کے لیے ہے۔

بروز ہفتہ ۷رجمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

سخت ترین مصیبتوں میں رونا

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آدمی جب بیماریوں اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے درد کی شدت کی وجہ سے آہ اور نعرہ مارتا ہے۔ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اَشَدُّ بَلَائِہٖ فَاِنِّیْ اُحِبُّ بُکَائِہٖ یعنی: میں سخت ترین مصیبتوں میں رونا پسند کرتا ہوں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) یہ شعر پڑھا:

چندانکہ طپید بسمل ما
خندان تر گشت قاتل ما

یعنی: جس قدر ہمارا زخمی (دل) تڑپا، ہمارا قاتل اتنا ہی زیادہ ہنسا۔

پھر (حضرت عالی نے) زاری کرتے ہوئے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ دَوَامَ الْعَافِیَۃَ. یعنی: اے اللہ! بیشک میں عافیت کا طالب ہوں، اے اللہ! بلاشبہ میں دین و دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں ہمیشہ کی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

الگ کرنا اور ملنا

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں الگ کرنے اور ملنے کا ذکر ہوا۔ حضرت

عالی نے فرمایا کہ بعض اکابرین الگ کرنے کو ملنے پر مقدم سمجھتے ہیں اور بعض عارفین ملنے کو الگ کرنے پر مقدم جانتے ہیں۔ یعنی جب حق (تعالیٰ) سے وصل ہوا تو ماسویٰ اللہ سے جدائی ہوگئی یا جب ماسویٰ اللہ سے جدائی ہوگئی تو حق (تعالیٰ) سے وصل ہوگیا۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ دونوں قول درست ہیں، کیونکہ جب عشق الٰہی کی آگ دل میں شعلہ مارتی ہے تو بدن کا ایندھن جل جاتا ہے۔ نیز جب دل کا آئینہ ماسویٰ اللہ کے خطرات (وسوسوں) کی کدورت سے پاک اور صاف ہوجاتا ہے تو محبوب کے رخسار کے انوار جلوہ نما ہوتے ہیں:

آئینہ کز زنگ و آلائش جداست — ہر شعاعے نور و اسرار خداست

رو تو زنگار از رخ او پاک کن — بعد ازان آن نور را ادراک کن

یعنی: جو آئینہ زنگ اور آلائش سے پاک ہے (اس کی) ہر کرن خدا کا نور و اسرار ہے۔

۞ جا تو اُس کے چہرے سے زنگ صاف کر، اس کے بعد اُس نور کو ادراک کر۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ میرے نزدیک ملنا الگ کرنے پر مقدم ہے، کیونکہ جب تک محبت الٰہی نہیں آتی، دنیا کی محبت نہیں جاتی۔ بعض عارفوں نے دونوں کو ایک ساتھ فرمایا ہے۔ یعنی جب حق (تعالیٰ) کا اتصال (ملنا) نصیب ہوتا ہے تو خلقت سے انفصال (جدائی) حاصل ہوجاتا ہے اور جب خلقت کے تعلق سے قطع تعلقی ہوجاتی ہے تو حق (تعالیٰ) کا وصال نصیب ہوجاتا ہے۔

مؤلف کی رُباعی

چون رشتہ اخلاص دو عالم بشکست — در راہ محبت الٰہی بنشست

رافت نہ تقدم و تاخر این جاست — آن دم کہ گسست در ہماندم پیوست

یعنی: جب دو جہان کے اخلاص کا تعلق ٹوٹ گیا (تو) محبت الٰہی کے راستے میں بیٹھ گیا۔

۞ رافت یہاں پہل اور آخر نہیں ہے، جب بھی جدا ہو، اسی وقت مل گیا۔

حق تعالیٰ کی طلب میں گم ہونا

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُر نور میں حق جَلَّ وَ عَلَا کی طلب میں گم

ہونے کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے یہ دوہڑا فرمایا۔ شعر:

پلٹ کہانی میں کہوں سنو سکھیو تم آئے
پی کو ڈھوہن میں گئی آئی آپ گنوائے

یعنی: میں عشق کا افسانہ کہتی ہوں۔ اے دوستو! تم سنو، میں یار کو ڈھونڈنے گئی تھی اور خود کو گم کر کے آ گئی۔ اس کا پانا کہاں؟

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ گم کرنا خود اُس کو پانا ہے۔ شعر:

رفتم از خویش نگارم آمد
بیخودی طرفہ پکارم آمد

یعنی: میں خود سے گم ہوا تو میرا محبوب آ گیا (اور) بے خودی نے مجھے عجیب پکارنا شروع کر دیا۔

خودی کا پردہ ابدی معشوق کا چہرہ ہے، جس شخص نے اس کو پھاڑا، اُس کو دیکھا۔ شعر:

نقاب چہرہ ندارد نگار دلکش ما
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

یعنی: ہمارا دلکش محبوب چہرے پر پردہ نہیں رکھتا، حافظ تو خود خودی کا حجاب ہے، درمیان سے اٹھ جا۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اپنی خودی کو کاٹ دے، کیونکہ اللہ کو خودی سے دشمنی ہے۔ جب تک تو خودی کو پھینک نہ دے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ سے نہیں جڑے گا۔ اور جب تک اپنی خودی سے دور نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے وصال سے مسرور نہیں ہوگا۔ جی ہاں! اس راستے میں:

ع با خودی کفر و بیخودی دین است

یعنی: خودی کے ساتھ کفر اور بیخودی کے ساتھ دین ہے۔

راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو اس جگہ ایک نقل یاد آ گئی ہے،

اسے نظم کی ڈوری میں پرو کر لکھتا ہوں۔ نظم:

یکے چابکی بود مرد خدا نہایت بدل طالب کیمیا
بشوقش ہمہ کار بگذاشت او خیالش کنقش حجر داشت او
دران عہد یک عارف با صفا ولی خدا نائب مصطفیٰ
شفائے ہمہ رنجہائے درون و دائی ہمہ سوز و درد جنون
چو کردی نظر جانب خاک او چو اکسیر خالص شدی پاک او
غرض آن شہ دین دران مصر بود بیامد بنزدیکش آن مرد زود
بگفتا کہ من طالب سرّ حق بیاموز ما را سبق در سبق
ولے در دلش شوق اکسیر بود ازان حضرت او را نہ تاثیر بود
اگر صاف چون آئینہ دل شود پس البتہ تاثیر کامل شود
کہ بیند بدل عکس روئے نگار نماید بہ عکش بود گر غبار
ہمہ وقت نزدیک آن با صفا شدی حاضر آن طالب کیمیا
یکے روز از آنحضرت آن نیک مرد بصد آرزوئے و ادب عرض کرد
کہ اے گوہر بحر ذات خدا سؤالم شنو بہر ذات خدا
دل پر تمنائے من شاد کن مرا کیمیا زود ارشاد کن
بگفت آن ولی خوب نزدم بیا ز من یاد کن نسخہ کیمیا
کہ اینست و اینست و این بنا کن تو این نسخہ را ہمچنین
مگر خطرۂ شکل میمون بدل نیاری بدان وقت اے مشتغل
پس آن مرد گفت اے ولی زمان ز تو فیض یاب است جملہ جہان
اگر دادن نسخہ منظور بود پس از ذکر میمون ترا شد چہ سود
نہ فہمید آن مرد راز نہان کہ در پردہ گفت آن ولی زمان
اگر دور این خطرہ از دل شود بلاشبہ اکسیر حاصل شود
ز میمون مراد این خودی تراست اگر این رود از دلت کیمیاست

برو از خودی تا رسی باخدا | خدا را ز خود بگذار اے جان ما
تو خود گشتہ، پردۂ روئے یار | خدا را ببین و خودی را گذار
بحسن خود آراش نظارہ کن | حجاب خودی را ز خود پارہ کن
بشنو نسخۂ ماسویٰ اللہ را | بجو نکتہ قلب آگاہ را
نظر تا بہ کے می کنی سوئے خط | ز خط بگذر و فہم کن در نقط
کہ شد نقط بود خط در عیان | ولے آن نقط را تو کردی نہان
بس این نکتہ کافی ست رأفت خموش | مکن ظاہر این را ز ہا را بپوش

یعنی: ایک شخص چست مردِ خدا تھا، دل میں کیمیا کا نہایت طالب تھا۔

- اس کے شوق میں اس نے سب کام چھوڑ دیے۔ اس کا (یہ) خیال جیسے پتھر پر نقش ہو گیا تھا۔
- اس زمانے میں ایک باصفا عارف، اللہ کے ولی اور (حضرت محمد) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نائب تھے۔
- اندر کے سب دکھوں کا علاج (اور) جنون کے تمام سوز و درد کی دوا کرنے والے تھے۔
- جب وہ خاک کی جانب نگاہ کرتے تو وہ اکسیر کی طرح پاک ہو جاتی تھی۔
- غرض وہ شاہِ دین اس شہر میں تھے، وہ شخص جلدی سے ان کے پاس آیا۔
- کہنے لگا کہ میں حق (تعالیٰ) کے راز کا طالب ہوں، آپ مجھے سبق در سبق پڑھائیں۔
- لیکن اس کے دل میں اکسیر کا شوق تھا، ان حضرت سے اسے تاثیر نہ تھی۔
- اگر دل آئینہ کی طرح صاف ہو جائے تو پھر یقیناً تاثیر کامل ہوتی ہے۔
- کیونکہ وہ دل سے محبوب کے چہرے کا عکس دیکھتا ہے، اگر غبار ہو تو اس کے عکس کو دکھا دیتا ہے۔
- تمام وقت اس باصفا کے پاس وہ کیمیا کا طالب شخص حاضر ہو گیا۔

- ایک روز اس نیک شخص نے ان حضرت سے بہت زیادہ آرزو اور ادب سے عرض کیا۔
- کہ اے بحرِ ذات کے گوہر! اللہ کے واسطے میرا سوال سنیں۔
- میرا پُر تمنا دل شاد کریں، مجھے جلدی کیمیا ارشاد کریں۔
- اس ولی نے کہا، خوب! میرے پاس آؤ (اور) مجھ سے کیمیا کا نسخہ یاد کرو۔
- کہ وہ یہ ہے اور یہ ہے اور یہ ہے، اور یہ، تم اس نسخہ کو اس طرح تیار کرو۔
- لیکن اے غصے والے! اس وقت دل میں بندر کی شکل کا خیال نہ لانا۔
- پس اس شخص نے کہا کہ اے زمانے کے ولی! آپ سے تمام جہان فیض یاب ہے۔
- اگر آپ کو نسخہ دینا منظور ہے تو پھر بندر کا ذکر کرنے سے کیا نفع ہوا۔
- وہ مرد پوشیدہ راز کو نہ سمجھا، جو اس زمانے کے ولی نے پردے میں کہا تھا۔
- اگر یہ خیال دل سے دور ہو جائے تو بلاشبہ اکسیر حاصل ہو جائے۔
- بندر سے مراد یہ تیری خودی ہے۔ اگر یہ تیرے دل سے نکل جائے تو (وہ) کیمیا ہے۔
- خودی سے آزاد ہو جا، تا کہ خدا تک پہنچ جائے، اے ہماری جان! خدا کو خود سے بڑا جان۔
- تو خود محبوب کے چہرے کا پردہ بن گیا ہے، خدا کو دیکھ اور خود کو چھوڑ دے۔
- اپنے حسن سے آراستہ ہو (اور) نظارہ کر۔ خودی کے پردہ کو خود سے پارہ کر۔
- تو ماسویٰ اللہ کا نسخہ بن جا (اور) آگاہ دل کا نکتہ تلاش کر۔
- تو کب تک خط کی طرف دیکھتا رہے گا، خط کو چھوڑ دے اور نقطہ میں غور کر۔
- کیونکہ نقطوں سے خط عیاں ہوا، لیکن تو نے ان نقطوں کو پوشیدہ کر دیا۔
- بس یہ نکتہ کافی ہے، رافت خموش ہو جا، مت ظاہر کر ان رازوں پر پردہ ڈال۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مزاح

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مزاح بھی فرمایا کرتے تھے،

لیکن ایسا مزاح کہ اس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہو۔ جس طرح کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ بات درست ہے اور سچ ہے یا جھوٹ؟ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مزاح کے طور پر فرمایا کہ جوان عورتیں بہشت میں داخل ہوں گی، بوڑھی نہیں۔ وہ بوڑھی عورت غمگین ہوکر اپنے گھر رخصت ہوگئی۔ پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس عورت سے ارشاد فرمایا کہ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بوڑھی عورت کو نوجوانی کی خلعت عطا فرما کر جنت میں داخل کریں گے۔ پس یقیناً جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا، بلکہ جوان ہوگا۔

پھر حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے میرا مزاج بھی مزاح کی جانب مائل تھا۔ ایک روز مجھے الہام ہوا کہ مزاح نہیں کرنا چاہیے۔

بروز اتوار ۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

اوقات کو ضائع کرنا

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے میر قمر الدین سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے۔ اوقات کا ضائع کرنا درجات کے نقصان کا سبب ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نمازِ تہجد، شکر النہار اور نمازِ استخارہ

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نمازِ تہجد تیرہ رکعت لمبی قرأت اور لمبے قومہ اور جلسہ سے ادا فرماتے تھے اور کبھی نو رکعت اور کبھی پانچ رکعت، مختلف روایات اور اوقات کے اختلاف پر۔ صبح کی نماز کے بعد (اپنی جگہ پر) بیٹھتے، یہاں تک کہ سورج مشرق کی جانب اتنا اوپر آجاتا جتنا کہ عصر کے وقت مغرب کی طرف نظر آتا ہے۔ اس وقت دو رکعت شکر النہار اور دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھا کرتے تھے، اور دعا فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! جس کام میں دنیا اور آخرت میں میرے لیے خیر ہو، وہ مجھ سے سرزد ہو۔ جو کام دنیا

اور آخرت میں میرے حق میں برا ہو، وہ مجھ سے صادر نہ ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے: مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ جَلَسَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى تَطْلِعَ الشَّمْسَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹؛ رواہ الترمذی)

یعنی: جو شخص صبح کی نماز با جماعت ادا کر کے بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگ جائے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، پھر دو رکعت نماز ادا کرے تو اُس کا ثواب حج اور عمرے کی مانند ہے۔

استخارہ کی جو دعا نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھی ہے، یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَ يَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ. (صحیح البخاری، جلد۲: ۷۰، النکاح باب ۲۷؛ مسند احمدؒ، جلد۳: ۳۴۴)

یعنی: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری قدرت کے ساتھ قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ بیشک تو قدرت والا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو غیبوں کو بہت جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو سمجھتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین اور میری روزی میں یا آخرت کے معاملہ میں میرے کام میں جلدی اور اس کے اختتام کے لیے بہتر ہے تو اِسے میرا مقدر بنا دے اور اس کو میرے لیے آسان فرما دے۔ پھر اس میں میرے لیے برکت بھر دے۔ اور اگر تو سمجھتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور میری روزی میں یا آخرت کے معاملہ میں میرے کام میں جلدی اور اس کے اختتام کے لیے بُرا ہے تو اِس کو مجھ

سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لیے خیر مقدر کر دے، جیسے کہ تھی۔ پھر اس کے ذریعے تو مجھ سے راضی ہو جا۔

نمازِ ضحیٰ، نماز فی الزوال اور نماز اوّابین

اس کے بعد جب سورج مشرق کی طرف اتنا بلند ہو جاتا جتنا کہ ظہر کے وقت مغرب کی جانب مسافت رکھتا ہے تو (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم) نمازِ ضحیٰ ادا فرماتے۔ بعد ازاں زوال کے وقت نماز فی الزوال لمبی قرأت کے ساتھ ادا فرماتے۔ عصر سے پہلے چار رکعت اور مغرب کے بعد چھ رکعت نماز اوّابین اور عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مفخر زاہد شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نمازِ تہجد میں ساٹھ بار سورہ یٰسین پڑھتے تھے۔

درود شریف، کلمہ تمجید، ماثورہ دعائیں، ذکر قلبی، زبانی تہلیل، مراقبات اور منزل قرآن مجید

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ درود ہزار مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ کلمہ تمجید، دوسری ماثورہ دعائیں اور استغفار جتنا ہو سکے پڑھنا چاہیے۔ باقی رات اور دن ذکر قلبی، زبانی تہلیل (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) اور مراقبات میں مشغول رہنا چاہیے اور قرآن مجید کی ایک منزل بھی پڑھنی چاہیے۔

بروز سوموار ۹ / جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

لطائف کے جذبات و فیض

میں (حضرت عالی کے) حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے مولوی شیر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ تمہارے کون سے لطیفہ میں جذبات پیدا ہوتے ہیں اور فیض کس مقام میں آتا ہے؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی توجہات سے ہر لطیفہ میں جذبات آتے ہیں اور پہلا فیض لطیفہ نفس میں آتا ہے۔ اس کے بعد سینے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مضمحل اور مستہلک بنا ڈالتا ہے۔

پھر حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جب نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور راضی اور مرضی ہو جاتا ہے تو معاملہ سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اور شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اور (سالک) ایمانیات میں دلیل کا محتاج نہیں رہتا اور نظر واضح اور اعتقاد کشفی حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ سبحان اللہ! حضرات نقشبندیہ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ کا طریقہ عالیہ عجیب ہے جو زیادہ آسان اور زیادہ مفید ہے۔

نسبت نقشبندیہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حضرات نقشبندیہ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ کی نسبت کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِهِ السَّامِیُ سے پہلے نسبت احسان تھی۔ ان سے اس نسبت کی پرداخت اور حضور و آگاہی پیدا ہوئی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ سے نیا طریقہ ظاہر ہوا، کیونکہ انہوں نے بارہ روز تک دعا فرمائی کہ الٰہی! مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو بلاشبہ موصل (پہنچانے والا) ہو۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور زیادہ آسان اور زیادہ موصل (پہنچانے والا) طریقہ عنایت فرمایا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوا تھا اور اُن سے توجہ و امداد طلب کی اور عرض کیا کہ شَیْئًا لِلّٰه شَیْئًا لِلّٰه. میں نے مشاہدہ قلبی سے دیکھا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک حوض ہے جس کے کنارے سے پانی گر رہا ہے اور القا ہوا کہ تیرا سینہ عرفان مجددی کے انوار سے اس طرح بھرا ہوا ہے جو دوسرے کے نور کی گنجائش نہیں رکھتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے مزار پر حاضری

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں (حضرت) نظام الدین (اولیاء قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کے روضہ منورہ پر گیا اور عرض کیا کہ مجھ پر توجہ فرمائیں۔ حضرت نظام الدین

اولیاء قَدَّسَ سِرَّہُ نے فرمایا کہ تمام احمدی کمالات آپ کو حاصل ہیں۔ میں نے عرض کی کہ آپ اپنی نسبت بھی عطا فرمائیں۔ انہوں نے توجہ فرمائی اور اپنی نسبت سے بہرہ مند فرمایا اور میں نے اس کے آثار بھی خود میں پائے اور مشاہدہ کیا کہ ان کے چہرے کا رنگ میری صورت میں جلوہ زن ہوا اور میرا چہرہ ان کے چہرہ کی شکل میں ہو گیا۔ شعر:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

یعنی: میں تُو ہوا، تُو میں ہوا، میں تن ہوا تُو جان بن گیا، تا کہ اس کے بعد کوئی شخص نہ کہے کہ میں اور ہوں (اور) تُو اور ہے۔

بروز منگل ۱۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

محبتِ الٰہی کی حرارت کا جوش

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی کو اُس وقت ضعف قلب کی وجہ سے بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کو کمال ضعف ہے۔ کئی دوائیوں سے اس کو دُور کرنے کے لیے تدبیریں فرمانی چاہیے تھیں۔ محبتِ الٰہی کی حرارت نے حضرت عالی میں جوش مارا، بے اختیار ہو کر آپ نے یہ شعر پڑھا۔ شعر:

ہرچند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

(دیوان حافظ، ص ۲۰۶)

یعنی: اگرچہ میں بوڑھا، شکستہ دل اور ناتواں ہو گیا ہوں (لیکن) جب بھی مجھے تیرے چہرے کی یاد آئی تو میں جوان ہو گیا۔

پس حضرت عالی اٹھ بیٹھے اور حلقہ کے اہل دوستوں کو توجہ فرمائی۔

سیر الی اللہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ سیر الی اللہ سے مراد تعلقات سے الگ ہونا اور آرزوؤں

کا چھوڑ دینا ہے۔ جب تعلقات ختم ہو گئے اور آرزوئیں گم ہو گئیں تو سیر فی اللہ شروع ہو گئی۔

حضرت مرزا جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ضعف اور توجہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا و مرشدنا و ہادینا مظہر اسرار رحمان مرزا جان جاناں عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے ضعف کے طاری ہونے پر توجہ کو روک دیا۔ دوست توجہ کے لیے آئے اور عنایت کے منتظر ہو کر بیٹھ رہے۔ پس حضرت مرزا صاحب وقبلہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے یہ شعر پڑھا:

خضر از حسد بمیرد چو بروئے یار یافر
کند آخرین نگاہ و رہ پائدار گیرد

یعنی: خضر حسد سے مرتا ہے جب وہ رقاص دوست کے چہرے کی طرف آخری نگاہ ڈالتا ہے اور وہ مضبوط (ہو کر) راستہ چلنے لگتا ہے۔

اور پوری طاقت کے ساتھ اٹھ بیٹھے اور توجہ فرمائی۔

لطائف خمسہ عالم امر، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ کو متحد کرنا

نیز حضرت عالی نے میر قمر الدین سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ متوجہ ہو جاؤ، ہم ہمت کرتے ہیں تا کہ تمہارے لطائف خمسہ عالم امر، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ ایک ہو جائیں۔ پھر (حضرت عالی نے) مولوی شیر محمد، مولوی محمد عظیم، مقبول النبی کبروی کشمیری اور میاں محمد جان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کو ارشاد فرمایا کہ تم چاروں ساتھی متوجہ ہو جاؤ کہ ہم تم پر توجہ کرتے ہیں کہ تمہارے لطائف خمسہ لطیفہ نفس سے متحد ہو جائیں اور ان کے درمیان مسافت نہ رہے۔

لطائف کے ایک ہونے کا مطلب

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ لطائف کے ایک ہونے سے مراد ہے، ہر لطیفہ کی سیر مکمل ہونا۔ ہر ایک لطیفہ اپنے بعد کے لطیفہ سے اتحاد رکھتا ہے۔ یعنی لطیفہ قلبی کی انتہا لطیفہ روحی کی ابتدا سے جڑی ہوئی ہے اور اسی طرح باقی کو لطائف کی ترتیب کے لحاظ سے قیاس کرو۔ پس جو سالک ایک لطیفہ کو مکمل کرتا ہے، وہ

دوسرے میں قدم رکھتا ہے اور اس کی سیر کو شروع کرتا ہے۔

مقامات سلوک کی اقسام

مقامات کے سلوک کی دو اقسام ہیں۔ پہلی (قسم) ہر مقام کے سلوک کو مکمل کرنا ہے جو (سالک) اپنے مرشد کی توجہ سے ایک لطیفہ کے مقام کی سیر کی ابتداء سے اس کی انتہا تک طے کرتا ہے، اس کے بعد دوسرے لطیفہ کی سیر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دوسری (قسم) سلوک کے مقامات کو پھلانگنے کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ مرشد جس شخص کو چاہتا ہے کہ اس کا کام جلدی سے مکمل ہو، اسے لطیفۂ اوّل کی توجہ دیتا ہے، اور ابھی پہلا لطیفہ طے نہیں ہوا ہوتا کہ دوسرے لطیفہ کے انوار اُس میں القا کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرا لطیفہ طے نہیں ہوا ہوتا کہ تیسرے لطیفہ کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ اسی طرح (مرشد) اپنی توجہ سے ہر مقام سے ایک حصہ اور ہر جگہ سے ایک فیض، انوار اور ایک کیفیت سالک کے باطن میں القا فرماتا ہے۔ پھر وہ صاحبِ پھلانگ سالک گویا ہر مقام کو اختصار کے طور پر دیکھ لیتا ہے اور اس کے بعد اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے ہر مقام کی تفصیل بھی حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت عالی نے جن چار دوستوں کو لطائف متحد کر کے توجہ فرمائی (اس سے) معلوم ہوا کہ حضرت عالی نے پہلے ان کو لطائف کی تسلیک پھلانگ کے طریقہ پر فرمائی تھی اور اب ہر لطیفہ کی سیر مکمل ہونے پر توجہ فرما رہے تھے۔

بروز بدھ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

علم کی عبادت پر فضیلت

فقیر قبلہ عالی اور پیر حاضر کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت شاہ رفیع الدین (رحمۃ اللہ علیہ) ایک مجلس میں تھے۔ اتفاق سے علم کی عبادت پر فضیلت کا ذکر چھڑا۔ (حضرت) شاہ رفیع الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو علم کی فضیلت عبادت پر آئی ہے، اس سے مراد علم مسائل ہے۔ میں نے کہا کہ اس سے مراد علم باللہ ہے، اور علم باللہ دو معنی رکھتا

ہے۔ایک یہ کہ خدا کی ذات میں مستغرق ہو، دوسرا یہ کہ واقعات کو حکیم مطلق کی قضاء سے اور یا قادر برحق کا فعل سمجھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی اولاد کی فضیلت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ السَّامِیْ کی اولاد کی فضیلت کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے کہ میری نسبت میری تمام اولاد میں جاری ہے اور قیامت تک رہے گی، لیکن بعض میں زندگی کے دوران ظاہر ہوتی ہے اور بعض میں موت کے وقت جلوہ گر ہوتی ہے۔ کسی کو اس نسبت شریفہ سے محرومی نہیں ہوگی۔

حضرت مرزا جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی خانقاہ کی وسعت کی خواہش

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت مرشدنا وقبلتنا مولانا مظہر رحمٰن حضرت جان جاناں قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کی یہ خانقاہ وسیع ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ میں اہل وعیال نہیں رکھتا کہ ان کے لیے چاہتا ہوں، مگر میری خواہش صرف اللہ کے لیے ہے، کیونکہ لوگ حق جَلَّ وَ عَلَا کی طلب کے لیے اپنے وطنوں سے آتے ہیں اور قیام کی جگہ نہیں پاتے، ان کے لیے مکان کی وسعت چاہتا ہوں۔

حضرت شاہ ابوسعید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی جانشینی اور مناقب کا ذکر

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میرے بعد اس مکان (خانقاہ) میں (حضرت) شاہ ابوسعید (رحمۃ اللہ علیہ) بیٹھیں گے اور حلقہ، مراقبہ اور درس حدیث وتفسیر میں مشغول ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خداوندا! میرے بعد کیا ہوگا؟ میرے طور طریقہ کی طرح یا دوسرے طور پر؟ بعد ازاں فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے حال پر اس قدر عنایت کیوں ہے؟ وہ نہیں سمجھتے کہ میاں ابوسعید (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے پانچ سو مرید آدمی چھوڑ کر میرے پاس آئے ہیں اور وہ اس سے پہلے دوسرے مشائخ سے خرقہ خلافت حاصل کر چکے تھے۔ پس اپنے مرشد کی زندگی میں خلافت واجازت چھوڑ کر انہوں نے میری بیعت کا حلقہ اپنی گردنِ اخلاص میں ڈالا اور پیری سے مریدی کی جانب بھاگ آئے۔ پھر وہ کس طرح

مور دِعنایت اور مصدر ہمت نہ ہوں۔

خواجگان نقشبندیہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ کے نام

نیز اس روز خواجگان نقشبندیہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ کے ناموں کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ خواجگان نقشبندیہ، جن کا ختم مشہور ہے، سات ہیں: پہلے (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، دوسرے (حضرت) خواجہ عارف ریوگروی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، تیسرے (حضرت) خواجہ محمود انجیر فغنوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، چوتھے (حضرت) خواجہ علی رامیتنی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، پانچویں (حضرت) خواجہ (محمد) بابا سماسی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، چھٹے (حضرت) خواجہ میر کلال قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور ساتویں (حضرت) خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ۔

بروز جمعرات ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت

بندہ (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ (حضرت) میر قمر الدین سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت عالی سے عرض کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ) سے تھے یا تابعین میں سے؟ حضرت عالی نے فرمایا کہ کم عمر صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ) میں سے تھے۔ حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آنسرور (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوٰتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ سے حدیث شریف: ''دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا یُرِیْبُکَ'' (یعنی: جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے، اس کی طرف جو تجھے شک میں نہیں ڈالتی۔ دیکھئے: **جامع الترمذی**، نمبر ۲۵۱۸؛ **مسند احمد بن حنبل**، ۱: ۲۰۰، ۳: ۱۱۲، ۱۵۳) روایت فرمائی ہے۔ نیز مذہب (حضرت) امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) میں جو دعائے قنوت پڑھتے ہیں، وہ بھی آپ نے سرور کائنات عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ سے روایت کی ہے، اور وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَا یَذُلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یُعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ. (مسند احمد بن حنبل، جلد۱:۱۹۹، ۲۰۰، ش جلد۲: ۳۰۰)۔

اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے دوحدیثوں کی روایت آئی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایاتِ حدیث کی کمی وبیشی کا سبب

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے جو حدیث کی روایات کم آئی ہیں، اُس کا سبب یہ ہے کہ آپ نبی (اکرم) عَلَیْهِ تَحِیَّاتُ اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کے بعد چھ ماہ سے زیادہ بقیدِ حیات نہیں رہی ہیں۔ اور اسرارِ تحقیق کے کاشف امیرالمؤمنین (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث کی روایات اس سبب سے کم ہیں کہ آپ کی عمر بھی نبی (اکرم) عَلَیْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کے وصال (مبارک) کے بعد دو سال اور تین ماہ سے زیادہ لوحِ حیات پر نقش نہیں رہی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو احادیث کی روایات زیادہ آئی ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کی عمر لمبی ہوئی ہے۔ نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک روز حضرت ابوہریرہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ اپنی چادر کو پھیلاؤ۔ آپ نے چادر کو پھیلایا۔ پھر آنحضرت اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نے اپنے دونوں دست مبارک سے تین بار ایک نور (اس چادر میں) ڈالا اور (ارشاد) فرمایا کہ اپنے سینے پر مَل لو۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے اسی طرح کیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اِس طرح قوتِ حافظہ عطا فرمائی کہ کوئی چیز آپ کی یاد سے نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سات ہزار پانچ سو احادیث روایت کی ہیں۔

توجہ اور ہمت کرنے کا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اثبات

پھر عرض کی گئی کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ توجہ اور ہمت کرنا بھی نبی (کریم) عَلَیْهِ

صَلَوَات اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ سے مروی ہے۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس القا سے سمجھ آتی ہے کہ آنسرورانبیاء عَلَیْہِ صَلَوَات اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ نے حفظ کی القا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے کو فرمائی، لیکن ہمت کرنا بھی اوجِ رسالت اور عنقائے قاف قرب (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ مِنَ الصَّلَوَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا کی (ایک) دوسری حدیث سے ظاہر اور واضح ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دل میں جہالت کا خطرہ (وسوسہ) آیا، امام الانبیاء (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَات اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَعْلٰی نے ہمت سے اپنا دستِ مبارک ان کے دل پر پھیرا، فوراً ان کے دل سے یہ خطرہ دور ہو گیا اور ان کے بے کینہ سینہ کی لوح سے یہ نقش باطل مٹ گیا اور انہوں نے کہا: ''کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی اللّٰهِ فِرَقًا''یعنی: گویا کہ میں اوپر اللہ کی طرف دیکھتا ہوں۔

نیز سیّد اولادِ آدم (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دوسرے صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ) کے ماسویٰ اللہ خطرات کو دُور کرنے کے لیے (ان کے) سینہ سے ناف تک اپنا رشکِ یدِ موسیٰ (علیہ السّلام) دستِ مبارک پھیرا، جس کا ایسا اثر ظاہر ہوا کہ ان کی زندگی کے دوران کبھی کسی خطرہ نے ان کے بے کینہ سینے کو بے آرام نہیں کیا۔

شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

نیز (حضرت عالی کے) حضور گنجور میں (حضرت) شیخ طاہر لاہوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا، جو حضرت مجدد الف ثانی (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کے خلفا میں سے تھے، ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا، حضرت شیخ طاہر (رحمۃ اللہ علیہ) شانِ عظیم اور مرتبہ بلند رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کو الہام ہوتا تھا کہ اے طاہر! کہو کہ میرا قدم اولیاء اللہ کے مفارق (سر) پر ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ حلقہ میں بیٹھے تھے کہ مکاشفہ کے ذریعے آپ پر (حضرت) شیخ طاہر (رحمۃ اللہ علیہ) کے احوال ظاہر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حلقہ کے حاضرین میں سے ایک شخص ضلالت کا طوق گردن میں ڈالے گا۔ عِیَاذًا بِاللّٰهِ

سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِکَ. یعنی: اللہ سبحانہٗ کی پناہ اس سے۔

میں نے اس کی پیشانی میں لفظ ھُوَ الْکَافِر (یعنی وہ کافر ہے) لکھا ہوا دیکھا ہے۔

پس حلقہ کے دوست، جنہوں نے بندگی کا حلقہ گوش اخلاص میں ڈال رکھا تھا اور طریقہ کے مرید، جنہوں نے جانثاری کے گھوڑے کو میدان ارادت میں دوڑا رکھا تھا، وہ مُرید مُرید کے ان حالات، سخت وعید کے انجام اور ایمان کے زوال سے خوفزدہ ہو گئے۔ آخر کار انہوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات سے خوفزدہ اور اس رنج و دکھ سے افسردہ ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ عین عنایت کی نگاہ فرمائیں اور اسے اس نکارت کے بھنور سے (نکال کر) امان کے کنارہ پر لے آئیں۔ ہم میں سے جس شخص کے خراب کام کا انجام اس دریائے بلا کی تہہ میں ہے اور ہم سے جس آدمی کے نامناسب کردار کا حال بحر ابتلا کا غوطہ خور ہے، آپ ارشاد فرمائیں کہ وہ افسردہ کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟ جب اس کا انجام بتایا گیا تو اُس کا نام بھی فرمائیں۔ پس واقف اسرار رحمانی حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ نے فرمایا کہ یہ شیخ طاہر لاہوری ہے۔ دوست حیران ہو گئے کہ اس طرح کا بے مغز و پوست پاکیزہ آدمی گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا اور روشنی سے اندھیرے کی جانب بھاگ پڑے گا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت (مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے فرمان کے مطابق واقع (پیش) آیا کہ شیخ طاہر نے اسلام کی پاکیزگی کو کفر کی پلیدی سے بدل ڈالا اور گمراہی کی زنار گلے میں ڈال لی۔ کیونکہ شیخ طاہر حضرتین (حضرت خواجہ محمد سعید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے استاد تھے، لہٰذا (گرامی قدر) صاحبزادگان نے عرض کی کہ حضرت (مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) توجہ فرمائیں، تاکہ شیخ طاہر دوبارہ اسلام کے شرف سے مشرف ہو جائے۔ حضرت امام ربانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) متوجہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ان کے حق میں لوحِ محفوظ میں ھُوَ الْکَافِرْ (وہ کافر ہے) لکھا ہے۔ پھر حضرت (مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے بارگاہ الٰہی میں نہایت گڑگڑا کر عرض کی کہ الٰہی! حضرت غوث الثقلین (سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو نہ ٹلنے والی قضا پر دسترس نہیں ہے، مگر مجھے بھی فرمایا گیا ہے

کہ ''اَلرَّجُلُ مَنْ یُنَازِعُ الْقَدْرُ لَا مَنْ یُّوَافِقُهٗ.'' (یعنی: آدمی اپنی اس تقدیر سے جھگڑتا ہے جو اس کے موافق نہیں ہوتی) ۔ جب تو نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو یہ مرتبہ کرامت فرمایا ہے تو میں بھی امید رکھتا ہوں کہ میرے واسطہ سے یہ مصیبت ٹل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت (مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کی اس دعا کو قبول فرمایا اور (حضرت) شیخ طاہر (رحمۃ اللہ علیہ) کو شرفِ اسلام بلکہ ولایتِ خاصہ سے مشرف فرمایا اور اپنے قرب میں مزید امتیاز بخش دیا۔

تقدیر کی اِقسام

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ تقدیر کی تین اقسام ہیں۔ پہلی تقدیر معلق (لٹکی ہوئی تقدیر) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دعا یا دوا کے ساتھ موقوف (ٹلنے والی) بنایا ہے۔ دوسری تقدیر مبرم (نہ ٹلنے والی تقدیر) ہے کہ وہ کسی شخص سے موقوف (ٹلنے والی) نہیں ہے، جس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ وہ واقع ہو کر رہتی ہے۔ تیسری تقدیر علم الٰہی جل شانہٗ سے ہے جو لوحِ محفوظ میں نہ بطور معلق (لٹکتی ہوئی) اور نہ توثیق شدہ لکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس میں عرض کرنا روا ہے اور ''اَلرَّجُلُ مَنْ یُنَازِعُ الْقَدْرُ لَا مَنْ یُّوَافِقُهٗ'' کا قول اسی تقدیر کے حق میں (مذکور) ہے۔

نسبتِ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے حضرت پیر و مرشد (خواجہ جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کے روضہ منورہ میں بیٹھا تھا۔ میں نسبتِ عالیہ چشتیہ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِهِ السَّامِیْ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے صاحب! اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔ جو نسبت حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ سے پہنچی ہے، اس سے متوجہ ہونا چاہیے اور اس سے مشغول ہونا چاہیے۔

حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی کرامت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مرزا (جان جاناں) صاحب قبلہ فرمایا کرتے

تھے کہ حضرت غوث الاعظم (سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے چار حضرات سے بیعت کی تھی اور مجھے تین حضرات معلوم ہیں؛ ایک اپنے والد ماجد حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے (حضرت) شیخ ابوسعید مخزومی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، تیسرے (حضرت) حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت حماد (رحمۃ اللہ علیہ) سانچہ بنانے والے تھے، لیکن ان کے کپہ پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی، یہ ان کی کرامات میں سے تھا۔ ایک روز ایک شخص نے آپ کے پاس آکر سفرِ تجارت کے لیے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ اس سفر میں تمہارے مال اور جان کا نقصان نظر آتا ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اس شخص نے حضرت غوث الاعظم (سیّد عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی خدمت میں آکر اجازت چاہی۔ حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے رخصت دی۔ پس وہ شخص تجارت پر چلا گیا۔ جب وہاں سے واپس لوٹا تو راستے کے دوران خواب میں دیکھا کہ ڈاکوؤں نے چار طرف سے گھیر کر اس کے سب سامان، اموال واجناس اور نقدی کو لوٹ لیا اور جسم کو تلوار اور تیر کے وار سے زخمی کر دیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو مال و جان کو سلامت پایا۔ منازل اور مراحل کو طے کر کے صحت وسلامتی کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس کے بعد حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت (حماد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے قضا کو دعا سے ردّ کر دیا اور اسے بیداری سے خواب میں ڈال دیا۔

حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی دعا کی قبولیت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے مزارِ پُرانوار پر بیٹھے تھے کہ اچانک آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور حق جَلَّ وَ عَلَا کی بارگاہ میں زاری کی۔ اس کے بعد ایک لحظہ میں آپ کے چہرے کا رنگ اصلی حالت میں لوٹ آیا۔ آپ اٹھے اور حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے روحِ پُرفتوح کے لیے فاتحہ پڑھی۔ ایک شخص نے آپ سے اس حال کو ظاہر کرنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے

فرمایا کہ ایک روز حضرت حماد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے مجھے سخت سردی کے دنوں میں حوض میں ڈال دیا تھا۔ میرا تمام جسم اس پانی سے زیادہ سرد ہو گیا تھا۔ میرے ہاتھ میں کتاب تھی۔ میں نے ہاتھ اونچا کر کے اسے محفوظ رکھا۔ جب میں اس پانی سے باہر آیا تو حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ میں تمہاری تمکین دیکھ رہا تھا اور آزمائش کے لیے پانی میں ڈالا تھا۔ پس آج حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ جس ہاتھ سے آپ کو پانی میں ڈالا تھا، میرا وہ ہاتھ خشک ہو گیا ہے۔ آپ دعا کریں کہ میرا ہاتھ پہلی طرح کا ہو جائے۔ میں نے دعا کی اور (میرے) ساتھ اولیاء میں سے پانچ سو اشخاص نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہ فوراً قبولیت ہو گئی۔ حضرت (حماد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کا ہاتھ پہلے کی طرح صحیح اور سالم ہو گیا۔

پھر اس عجیب واقعہ کو سن کر لوگوں نے حضرت غوث الاعظم (سیّد عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی اس کرامت کا انکار کیا اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آپ اپنے پیرو مرشد کے بارے میں بھی اپنی کرامات بتاتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے اس انکار سے مطلع ہو کر ارشاد فرمایا کہ چالیس روز کے اندر حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ خود تم سے فرمائیں گے۔ اچانک حضرت حماد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے خلیفہ دور و دراز کے راستہ سے آئے اور کہا کہ مجھے میرے پیر نے فرمایا ہے کہ عبدالقادر جو کچھ کہتے ہیں، وہ درست ہے۔

مجددی بننے کا راز

اس کے بعد حضرت عالی نے دوستوں کو توجہ دی اور حلقہ اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ پھر اسی حلقہ میں برخوردار سعادت اطوار (حضرت) میاں احمد سعید طَالَ عُمْرُہٗ (آپ کی عمر لمبی ہو) کی جانب فیض اثر نگاہ فرما کر اخوان صاحب سے فرمایا کہ ان کو فوق کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اخوان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں کہ ان کے لطائف خمسہ متحد ہو جائیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ یہ متحد ہو جائیں گے، لیکن کوئی شخص اس سے مجددی نہیں بنتا، مجددی تب بنتا ہے جب نسبت کمالات پیدا کرے۔

بروز جمعہ ۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات کا ثمرہ

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جذبہ اسم ذات سے پیدا ہوتا ہے اور سلوک کے راستے کا کشف نفی و اثبات سے۔ یعنی دل سے مذکورہ لحاظ سے اسم مبارک اللہ اللہ کہنا جذبہ کا مددگار رہے اور کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ راہِ سلوک کو کشف کرنے والا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ سے پہلے وقوف قلبی اور نگاہداشت خواطر تھی، اسم ذات کا طریقہ اس طرز پر نہ تھا۔ چنانچہ میرے حضرت پیر و مرشد (جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) نے مجھے بھی اسم ذات تلقین نہیں فرمایا اور وقوف قلبی اور نگاہداشت (خواطر) پر ہی اکتفا کیا، لیکن چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے مکتوبات شریف سے اسم ذات کی تلقین کرنا ظاہر اور واضح ہے (لہٰذا) میرا معمول بھی اس پر ہو گیا ہے اور (یہ) سالک کے لیے جذبہ کے حاصل کرنے میں بھی بہت زیادہ مفید ہے۔

اَنا کو چھوڑنا اور فانی ہونا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ بچوں کو شروع میں الگ الگ حروف پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہو الف زَبر آ، الف زیر اِی اور الف پیش اُو۔ معنی یہ ہے کہ تو بالا آ اور تو زیر آ یعنی نیچے ہو۔ اس کے سامنے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ حاصل یہ ہے کہ اوپر آ اور اپنی اَنا کو چھوڑ دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اَنانیت نہیں ہے، جب تک تو خود کو فنا نہیں بنائے گا، اس بارگاہ میں باریابی نہیں پائے گا، جب تک تو ہے، تو نہیں ہے، اور جب تو نہیں ہے تو تُو ہے۔

بروز ہفتہ ۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

غلام قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کو

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے نماز کے لیے نیند سے جگایا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ آپ کو میری نماز سے کیا واسطہ ہے؟ حضرت خضر (عَلَیْهِ السَّلَامُ) نے فرمایا کہ اٹھو اور میرے لیے دعا کرو۔ اس بزرگ نے فرمایا: ''آپ میرے حق میں دعا فرمائیں، پھر میں آپ کے حق میں (دعا کروں گا)۔'' حضرت خضر (عَلَیْهِ السَّلَامُ) نے دوبارہ فرمایا کہ تم کرو۔ اس بزرگ نے دعا فرمائی: ''وَفَّرَ اللّٰهُ نَصِیْبُکَ عَنْهُ'' یعنی: اللہ تعالیٰ تجھے اس سے زیادہ حصہ نصیب کرے۔

اولیاء کا کمال

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اولیاء کا کمال حضور و آگاہی اور بے خطرگی (میں) ہے، جس طرح کہ فرمایا گیا ہے: ''کام کا آخر انتظار ہے اور کام کا حاصل انتظار ہے۔'' حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ نے فرمایا ہے کہ کمال یہ ہے کہ انتظار بھی نہ رہے۔ جس طرح کہ انتظار علم حضور میں استہلاک (فنا) ہوتا ہے تو کمال قرب میں انتظار نہیں رہتا۔ مثلاً ایک شخص اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے سے لا کر اپنے چہرے کے سامنے کرتا ہے (تو یہ) انتظار ہے اور جب آنکھ کی پتلی پر رکھتا ہے (تو یہ) انتظار ہے اور (اس طرح) مشاہدہ (باقی) نہیں رہتا۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنے نفس کا علم (حاصل) ہے، لیکن علم کا علم (حاصل) نہیں۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے اپنے پیرو مرشد حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے حالات میں لکھا ہے کہ اکابرین طریقت کی توجہ سے سالک کے دل میں ایک توجہ پیدا ہوتی ہے اور میرے مرشد کی توجہ سے میرے دل سے توجہ کا زوال ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے، پس تو سمجھ لے۔ حضرت عالی نے اس بارے میں یہ بھی فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: کَانَ اللّٰهُ فِیْ عَمَاءٍ. یعنی: اللہ تعالیٰ بادلوں میں ہے۔

اس عظیم دولت اور بڑی بخشش کا حاصل کرنا کمالات میں میسر ہوتا ہے۔

بروز اتوار ۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

اطاعتِ رسول اطاعتِ خدا ہے

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آیت کریمہ: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء، آیت ۸۰۔ یعنی: جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی) سے بعض اکابرین طریقت، جو توحید وجودی کے قائل ہیں، نے اپنی سند پکڑی ہے۔ آنحضرت، یعنی رسول اللہ عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کو عین ذات حضرت خداوندی سمجھتے ہیں اور وحدت وجود کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک اس آیت کریمہ سے یہ مشرب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوامر اور نواہی میں سے جو چیز بھی فرمائی ہے، وہ سب حق سبحانہٗ سے لائے ہیں۔ پس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو احکام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے نازل ہوئے ہیں، وہ دو قسم کے ہیں: بعض وحی جلی سے نازل ہوئے ہیں اور وہ قرآن مجید کی آیات ہیں۔ بعض وحی خفی سے (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے) قلب مبارک پر نازل ہوئے ہیں اور ان کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو بھی ارشاد فرمایا ہے وہ حق سبحانہٗ کا فرمایا ہوا ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا صدقہ اور توسط

(حضرت عالی نے) اس محفل میں نقل فرمایا کہ ایک روز حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر قَدَّسَ سِرَّہٗ کی مجلس میں شہر کے بڑے اور شریف لوگوں کی جماعت حاضر تھی اور اس مجمع میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد میں سے ایک سیّد بھی تشریف رکھتے تھے۔ اس اثناء میں ایک مغلوب الحال مجذوب آئے۔ حضرت شیخ (ابوسعید قَدَّسَ سِرَّہٗ) نے ان مجذوب کو سیّد (صاحب) سے مقدم بٹھایا۔ سیّد (صاحب) کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ حضرت شیخ (ابوسعید قَدَّسَ سِرَّہٗ) نے فرمایا اور ان سیّد (صاحب) کی طرف خطاب کیا کہ آپ کی

تعظیم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجہ سے ہے اور اس مجذوب کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے، لہٰذا میں نے اس مجذوب کو آپ پر مقدم رکھا۔

پھر حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی یہ روایت اچھی نہیں لگتی اور اس مجذوب نے جو کمال پیدا کیا تھا، وہ سب حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ سے تھا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص بھی حضرت حق (تعالیٰ) تک نہیں پہنچ سکتا۔ شعر:

محال است سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

یعنی: سعدی محال ہے کہ (حضرت محمد) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع کے بغیر راہِ صفا طے ہو سکے۔

عمل مسنون کی قدر و قیمت

(حضرت عالی نے) نیز اُس موقع پر فرمایا کہ ہمارے پیر حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ نماز کی ادائیگی کے دوران قیام کے وقت میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنا مسنون عمل ہے اور یہ عمل ان کئی چلّوں سے زیادہ بہتر اور مفید ہے جو سنت کے خلاف کاٹے جائیں۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ (حضرات) خواجگان کا طریقہ اگرچہ اتباع (سنت) ہے، لیکن حضرت شاہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ سے عمل کی کامل پابندی واقع ہوئی ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے اسی اتباع سنت کے طریقہ کو شائع اور رائج فرمایا ہے۔

بروز سوموار ۱۶ / جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

فنا اور فنا کی فنا

میں (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا

کہ پرانے بزرگوں کے نزدیک فنا سے مراد بے شعوری ہے اور فنا کی فنا بے شعوری کا عدمِ شعور ہے۔ یعنی جب ماسویٰ اللہ کا عدم شعور دل میں ہوا تو فنا حاصل ہوگئی، اور جب بے شعوری کا شعور بھی نہ رہا ہو تو فنا کی فنا (حاصل) ہوگئی۔ چنانچہ (حضرت) مولوی (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اور انہوں نے سالک کو طریقہ کی اجازت دینے کے لیے بھی یہی مقام مقرر کیا ہے۔

اجازت وخلافت حضرت مولانا شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد (حضرت عالی نے) مٹھائی طلب فرمائی۔ (حضرت) مولوی شیر محمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو طریقہ کی اجازت دی اور ان کو خرقہ (خلافت) اور اپنی ٹوپی مبارک پہنائی۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں کے ارواح (مبارک) کا فاتحہ پڑھ کر پیروں سے مدد طلب کی اور اُن کے حق میں بہت زیادہ دعا فرمائی۔

اجازت وخلافت کا مقام

نیز اِس اثناء میں حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ مجددیہ کی ادنیٰ اجازت کا مقام تصفیہ قلب کے بعد ہے، کیونکہ جب دل میں حضور وآگاہی اور بے خطرگی حاصل ہوگئی تو وہ طریقہ کی تلقین کی اجازت کے قابل بن گیا۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ کے بعد بھی اوسط (درجے) کی اجازت کا مقام ہے۔ چنانچہ میں اکثر سالکوں کو تزکیہ نفس کے بُعد طریقہ کی اجازت دیتا ہوں۔ بعدازاں جب سالک نسبت کمالات پیدا کر لیتا ہے تو وہ خلافت کے قابل ہو جاتا ہے۔ پس اجازت کا پہلا مقام (لطیفہ) قلب ہے، دوسرا (لُطیفہ) نفس اور تیسرا نسبت کمالات کا حاصل ہونا۔ بعض کاملین کبھی کبھی ناقص کو بھی طریقہ کی اجازت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ خواجگان (حضرت) بہاءالدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے حضرت مولانا یعقوب چرخی (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ) کو طریقہ کی اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ جو کچھ مجھ سے تجھے پہنچا ہے (اسے) لوگوں تک پہنچاؤ۔ پھر اُن کا کام حضرت خواجہ (نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ) کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ علاءالدین عطار (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ) کی خدمت میں مکمل ہوا۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ آج ایک شخص نے غیب سے مجھے کہا کہ جلدی حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی نیاز کرنی چاہیے۔ پس میں نے مٹھائی طلب کر کے نیاز کر دی۔

بروز منگل ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

مناقب غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

غلام خاص و عام کے قبلہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی قلبی و روحی فداہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ (سیّد) عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کم عمر تھے اور اُس وقت بغداد میں ایک کامل عارف اور وقت کے غوث تھے جو کبھی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتے اور کبھی حاضر۔ حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) اللہ کی رضا کے لیے اس بزرگ کی زیارت کے لیے گئے۔ راستے کے دوران ایک دوسرے شخص سے ملاقات ہوئی اور اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت (غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا: ''اس بزرگ کی زیارت کے لیے۔'' اس شخص نے کہا: ''میں بھی اس جگہ جا رہا ہوں اور (اس کے) کمال کا امتحان کروں گا۔'' پھر ایک اور شخص ابن سقہ آیا اور کہنے لگا کہ میں بھی اس بزرگ کے پاس جا رہا ہوں اور ایک مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکے گا۔

جب حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) ان دو شخصوں کے ہمراہ اس بزرگ کی خدمت میں پہنچے تو اس بزرگ نے ان دو اشخاص سے فرمایا کہ تم میرے پاس امتحان کی غرض سے آئے ہو۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ انہوں نے ہر ایک کا مسئلہ اور اُس کا جواب (بیان) فرمایا۔ اس کے بعد ایک شخص کو فرمایا کہ تو دنیا میں اس طرح طوفان میں ہلاک ہوگا اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تیرا ایمان سلب کر لیا جائے گا۔ اتفاق سے اس شخص نے نصرانیوں کے ایک امیر آدمی کی بیٹی سے نکاح کیا اور نصرانی ہو گیا۔ نزع کے وقت اسے کہا گیا کہ تو عالم اور قرآن مجید کا حافظ تھا، کوئی چیز یاد ہے؟ اس نے کہا: سب کچھ میرے

دل سے فراموش ہو گیا، مگر ایک آیت یاد ہے اور وہ یہ ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ. (سورۃ الحجر، آیت ۲)

یعنی: کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔

پھر اُس بزرگ نے حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) سے فرمایا کہ آپ اللہ کی رضا کے لیے یہاں آئے ہیں۔ آپ کا مرتبہ بہت بلند ہوگا، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ منبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے کہ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ. یعنی: میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) شیر خوار تھے تو رمضان المبارک میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

بیعت طریقت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں دو آدمی بیعت کے لیے آئے۔ حضرت عالی نے ایک کو طریقہ قادریہ میں اور دوسرے کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کیا اور فرمایا کہ میرے آبا و اجداد میں سے اکثر (حضرات) سلسلہ عالیہ قادریہ سے وابستہ تھے۔ میں نے بھی اپنے پیر و مرشد سے اسی سلسلہ میں بیعت کی ہے، لیکن طریقہ نقشبندیہ کا سلوک حاصل نہیں کیا ہے۔ جو آدمی بھی اس طریقہ عالیہ مجددیہ میں بیعت کرتا ہے، خواہ سلسلہ قادریہ، خواہ نقشبندیہ، خواہ چشتیہ، (اور) خواہ سہروردیہ میں، (ہم) اس کو طریقہ نقشبندیہ کے ذکر و مراقبات تلقین کرتے ہیں، کیونکہ ان اکابرین کا عمل طریقہ نقشبندیہ پر ہی ہے۔

طریقہ مجددیہ کی چار نہریں

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اسرار الٰہی کی چار نہریں اس طریقہ مجددیہ میں جاری ہیں۔ ان میں سے دو نقشبندی ہیں اور ایک قادری، آدھی چشتی اور آدھی سہروردی ہے۔

چار آئینے

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ،

حضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، حضرت خواجہ معین چشتی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ ان اکابرین میں سے ہر ایک (ہستی) اسرارالٰہی کا چشمہ اور بے انتہا انوار کا مظہر ہے۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جاسکتی اور ایک کے کمال کو دوسرے کے کمال سے بلند سمجھنا زیب نہیں دیتا۔ ان بزرگوں کی مثال آئینوں کی طرح ہے، جن کے رنگ مختلف ہیں۔ مثلاً چار آئینے ہیں، جن میں ایک سرخ ہے، دوسرا سبز، تیسرا زرد اور چوتھا سفید۔ ہر ایک میں سورج کا عکس جلوہ گر ہے اور کرنیں، انوار اور سورج کی گرمی ظاہر ہے۔ پس سورج کے عکس میں سب برابر ہیں۔ اگرچہ رنگ میں اختلاف ہے، لیکن سورج کے فیض میں ہر ایک دوسرے کا ہم رنگ ہے۔

مردوں کی اقسام

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ تمام مرد چار قسم کے ہیں۔ پہلی (قسم کے لوگ) نامرد ہیں اور وہ دنیا کے طالب ہیں۔ دوسری (قسم کے لوگ) مرد ہیں اور وہ دنیا اور آخرت کے طالب ہیں۔ تیسری (قسم کے لوگ) وہ مرد ہیں جو آخرت کے لقاء (الٰہی) کے ساتھ طالب ہیں۔ چوتھی (قسم کے لوگ) جوانمرد ہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار کے طالب ہیں، وہ دنیا و آخرت سے کوئی کام نہیں رکھتے۔ جس طرح کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

ما در دوجہان غیر خدا کار نداریم ما یار بجز حضرت جبّار نداریم

مستانۂ خدائیم سر و پائے برہنہ حاجت بکسے جبّہ و دستار نداریم

یعنی: ہم دو جہاں میں خدا کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ ہم محبوب حضرت جبّار کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے۔

۞ ہم خدا کے مست ہیں اور سر و پاؤں سے ننگے ہیں۔ ہم کسی شخص کے جبّہ و دستار کی حاجت نہیں رکھتے۔

مشاہدہ میں حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی زیارت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں نے مشاہدہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ

بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ ایک مکان میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت غوث اعظم (سیّد عبد القادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ بھی اس مکان میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے حضور میں جاؤں، جب حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو دیکھا تو پاسِ ادب سے اُسی جگہ رک گیا اور حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی خدمت میں جانا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت غوث الثقلین (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے مجھے دیکھ کر سیکڑوں مہربانیوں کے ساتھ فرمایا کہ خواجہ کی خدمت میں جانے میں کیا مضائقہ ہے؟ چلے جائیں۔ پس میں خوش ہوگیا اور حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے حضور حاضر ہوگیا۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں محرومی نہیں ہے

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں محرومی نہیں ہے اور جو شخص ازلی بدبخت ہو، وہ اس طریقہ میں داخل نہیں ہوتا، اور جو آدمی (اس) طریقہ میں آیا وہ اس نسبت سے محروم نہیں جائے گا۔

بروز بدھ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

دائرۂ امکان، دائرۂ ولایت قلبی اور دائرۂ ولایت کبریٰ

مخلص (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو پہلا دائرہ سالک پر ظاہر ہوتا ہے وہ ''دائرۂ امکان'' ہے اور اس میں ''مراقبہ احدیت'' کرتے ہیں۔ دوسرا دائرہ ''دائرۂ ولایتِ قلبی'' ہے، جس کو ''ولایتِ صغریٰ'' کا نام دیتے ہیں۔ اس دائرہ میں ''مراقبہ معیت'' کرتے ہیں۔ تیسرا دائرہ ''دائرۂ ولایتِ کبریٰ'' ہے، جس میں تین دائرے اور ایک قوس شامل ہے۔ اس ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرہ میں مراقبہ اقربیّت کرتے ہیں اور اس جگہ مورد فیض لطائف امر کی شرکت کے ساتھ (لطیفہ) نفس ہے۔ ان دو نصف دائروں میں مراقبہ محبت کرتے ہیں اور یہاں صرف لطیفہ نفس مورد فیض ہے۔

معیت ذاتی کا ثبوت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت حق سبحانہٗ کی تمام عالم کے ساتھ معیت علماء کے نزدیک ایک علم ہے اور صوفیہ کے نزدیک معیتِ ذاتی ہے۔ (حضرت عالی نے) اس پر ایک مثال بھی (بیان) فرمائی کہ جو ہوا آسمان کی طرف جاتی ہے اُس کے گرد خاک اور اس کی محافظ ہوا اور خاک کا ہر ذرّہ معیتِ ذاتی ہوا ہے، ورنہ خاک بیکار محض ہے، ہوا کے بغیر اُس کی حرکت غیر ممکن ہے اور ہوا ''موجود'' ہے ''نہ ہونے'' کی مانند اور خاک ''نابود'' ہے ''ہونے'' کی طرح، کیونکہ ہوا شکل میں نظر نہیں آتی اور فاعل کے معنی میں ہے اور خاک ظاہر میں نظر آتی ہے اور باطن میں بے حرکت اور بیکار چیز ہے۔ اسی طرح روح بھی ہے جو جسم کی محافظ ہے اور ''موجود'' نہ ہونے کی مانند اور جسم ''نابود'' ہے ''ہونے'' کی طرح، اور جسم کا ہر ذرّہ روح کی حرکت سے متحرک ہے، ورنہ جسم بیکار محض ہے اور معیت روح جسم کے ہر ذرّہ ذرّہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح واجب الوجود ہے جو تمام ممکنات کا محافظ ہے اور واجب کی تحریک کے بغیر ممکنات کے ذرّات میں سے ایک ذرّے کی حرکت غیر ممکن ہے، کیونکہ تمام عالم کا قیوم وہ ہے۔ پس معیت ذاتی ثابت ہوگئی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا. یعنی: اور اللہ سبحانہٗ تمام امور کی حقیقتوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

بروز جمعرات ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

پیری، مسند نشینی اور ارشاد کے لائق

فقیر (حضرت عالی کی) فیض اکسیر محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آدمی پیری کے قابل، مسند نشینی اور ارشاد کے لائق اُس وقت ہوتا ہے جب ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو اور صوفیہ کے دس مقامات، جو توکل وقناعت اور زہد وصبر وغیرہ ہیں، اسے حاصل ہوں۔ نیز اہلِ دنیا کی صحبت سے پرہیز لازم پکڑے اور مشائخ کرام کی صحبت سے فیوضات پائے۔ صاحب کشف ہو یا ادراک ماسوی اللہ کے خطرہ (وسوسہ) سے پاک ہو۔ اس کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم اپنے احوال کا کیا اظہار کریں جو (فخر الدین) عراقی (رحمۃ اللہ علیہ) کے قول کے مطابق ہیں:

بزمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد — کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند — کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

یعنی: جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے آواز آئی کہ تو نے ریاکاری کے سجدہ سے مجھے خراب کردیا۔

۞ میں طواف کعبہ کے لیے حرم میں گیا تو مجھے راستہ نہ دیا گیا کہ تو نے دروازے کے باہر کیا کیا کہ (اب) حرم کے اندر آتا ہے!

بروز جمعہ ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

کشف اور وجدان

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ کشف میں غلطی اور درستی دونوں کا امکان ہے اور وجدان میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دور سے حیوان کی صورت دیکھی تو اس نے سمجھا کہ (یہ) شیر ہے اور حقیقت میں وہ شیر نہیں ہے، بلکہ کوئی دوسرا حیوان ہے۔ یا اس نے پانی دیکھا اور وہ شراب تھا۔ پس اہلِ کشف کی مثال یہ ہے اور وجدان ہوا کے پانے کی طرح جو نظر نہیں آتی اور اس کی گرمی اور سردی محسوس ہوتی ہے۔ اس ادراک میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔

پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ مجھے صحیح وجدانی ادراک عطا فرمایا گیا ہے کہ نزدیک و دور، آگے و پیچھے اور زندوں اور مردوں سے انوار اور نسبتوں کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔

حضور و جمعیت کی ترغیب

اس کے بعد حضرت عالی نے بندہ کو خطاب کرتے ہوئے (ارشاد) فرمایا کہ تم نے نقشبندی پیروں کے رسائل مثلاً فقرات حضرت خواجہ احرار قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور رشحات وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے؟ بندہ خاموش رہا۔ (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اس سلسلہ کے بزرگ

اپنی کتابوں میں طالبین کو اس حضور و جمعیت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے اور انہوں نے گرمی اور ذوق وشوق پر اتنا اعتبار نہیں دلایا ہے۔

بروز ہفتہ ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

بشریت وأنانیت کو جڑ سے اکھاڑنا

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ میرے بھائی (اخوان صاحب) نے حضرت عالی سے عرض کیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ قبلہ حضرت (صاحب) مجھ سے پوچھتے ہیں کہ جب تم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہو تو دیواریں بنیادوں سے گر پڑتی ہیں یا نہیں؟ پھر میں خواب میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن مجید پڑھتے وقت فیض و برکت نازل ہوتی ہے، لیکن دیواریں نہیں گرتیں اور دیواروں کا گرنا پہلے کے کسی اکابر سے بھی مروی نہیں ہے۔ حضرت عالی فرماتے ہیں کہ (اس) آیت کریمہ سے یہی معنی سمجھ آتے ہیں:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا. (سورة القصص، آیت ۸۳)

یعنی: وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔

حضرت عالی نے اس واقعہ کی تعبیر اس طرح ارشاد فرمائی کہ دیواروں سے مراد سالک کی ہستی ہے، یعنی چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت قاری اپنی ہستی اور اَنانیت سے خالی ہو جائے۔ اور اپنی بشریت اور اَنانیت کو بنیاد اور جڑ سے اُکھاڑ ڈالے۔ اس آیت کریمہ کے معنی کی تاویل اس طرح کی جائے کہ حضرت حق کا کمال قرب اس آخرت کے گھر میں مَیں ان لوگوں کو عطا کرتا ہوں جنہوں نے زمین پر اپنی بشریت کی بڑائی اور اَنانیت کی بلندی کا ارادہ نہیں کیا ہے اور فساد، بری صفات اور گھٹیا اخلاق اختیار نہیں فرمائے۔

ذکر خدا سے غافل کی صحبت ناجائز ہے

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیہ کے حالات معلوم کریں کہ ہر شخص کتنا

وقوف قلبی کرتا ہے؟ اور لسانی تہلیل (ذکر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ) معانی کے لحاظ کے ساتھ کس قدر کرتا ہے؟ اسمِ ذات (اللہ، اللہ) کے قلبی اور لسانی (ذکر) کی کتنی مداومت کرتا ہے؟ اور درود واستغفار اور قرآن مجید کی تلاوت کا وِرد کس قدر کرتا ہے؟ راتوں اور دنوں کو کس طریقہ سے گزارتا ہے؟ اور اوقات کو کس طریقہ سے منضبط رکھتا ہے؟ پس جو کوئی اس کام اور ان اذکار میں مصروف رہے، اسے خانقاہ میں رکھیں، ورنہ باہر نکال دیں، کیونکہ وہ فقرا کی صحبت کے قابل اور اولیاء کی ہمت کے لائق نہیں ہے۔ نظم:

رافت ہر کس کہ در لیل و نہار　　　نیست در ذکر خدا مصروف کار
مجلس او ظلمت دل آمدہ　　　صحبت او سم قاتل آمدہ
ہر کہ غافل یکدم از یاد خداست　　　ساعتی با او نشستن نارو است

یعنی: رافت جو شخص رات اور دن میں ذکر خدا (اور اس) کام میں مصروف نہیں ہے۔

- اس کی مجلس دل کی سیاہی ہے اور اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔
- جو شخص خدا کی یاد سے ایک لحظہ غافل ہے، اس کے ساتھ گھڑی بھر (بھی) بیٹھنا ناجائز ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے اپنے عنایت نامہ (مکتوب شریف) میں حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰـهُ سِرَّهُ کو لکھا تھا کہ ان احوال کے دوران یہاں ہمارے طریقہ کے دوست ایک مقام میں بند ہو گئے ہیں (اور ان کو) عروج واقع نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰـهُ سِرَّهُ نے اس کے جواب میں نیاز نامہ (مکتوب شریف) میں تحریر فرمایا کہ دوستوں کو (حکم) فرمائیں کہ اشغال ومراقبات، تہلیل (ذکر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) وتسبیح اور تلاوت ونوافل کی کثرت کریں تاکہ عروج واقع ہو۔ شعر:

کثرت اشغال دل را وا کند
آن خیال قد سوئے بالا کشد

یعنی: اشغال کی کثرت دل کو کھول دیتی ہے (اور) اس خیال کا قد اوپر (عروج) کی

طرف بڑھتا ہے۔

بروز اتوار ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ

اثر توجہ

غلام اخوان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ قبلہ انام (حضرت عالی) سے رخصت لے کر غیر سے منہ موڑنے والے قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے تخت شریف کی زیارت کو گیا تھا۔ اس وجہ سے اس خواص وعوام کے ہادی (حضرت عالی) کے فیض نظام کلام سے مستفیض نہیں ہوا، مگر مولوی صاحب (حضرت) شاہ محمد عظیم سَلَّمَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ سے سنا کہ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایک روز ہماری صحبت میں آیا۔ میں نے توجہ کی تو اس کے ادراک میں کوئی اثر نہ ہوا۔ دوسرے روز میں نے توجہ کی تو اس روز بھی اس نے خود میں کوئی اثر نہ پایا۔ تیسرے روز میں نے توجہ کی تو اس کے ذکر قلبی نے غلبہ پایا۔ اس نے اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر آہ کھینچی اور کہا کہ میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔ وہ شوق کی کثرت سے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر (اسے) چومتا تھا اور خوش ومسرور ہوتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عالی نے یہ شعر (زبان مبارک سے ادا) فرمایا:

ازان تیغی کہ آبش شست جرم کشتگان را
ربودم دل نشین زخمی کہ می بوسم دہانش را

یعنی: اس تلوار سے جس کی چمک نے مقتولوں کا جرم دھو ڈالا، میں دل نشین کو زخمی لے گیا اور اس کے منہ کو چوم رہا ہوں۔

بروز سوموار ۲۳ر جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

مناقب حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

جب اخوان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اور یہ عاصی تخت شریف کی زیارت سے لوٹ کر (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوئے تو حضرت عالی نے فرمایا کہ تخت

شریف میں مراقبہ کیا تھا؟ ہم نے عرض کیا کہ تخت شریف میں متوجہ ہو کر بیٹھے تھے، بہت زیادہ برکات اور انوار مشاہدہ کیے۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کی برکات کیسے بیان کی جائیں کہ حضرت قبلہ عالم (خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ) اپنے عہد کے قطب ارشاد تھے اور آپ کا نام عبدالملک تھا۔ جو شخص یہ منصب رکھتا ہے، اس کا نام یہی ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ جب تک پاؤں میں طاقت تھی اور اعضاء میں توانائی تھی ہم بھی پیدل غیر سے منہ موڑنے والے حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے عرس کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک روز میں عرس میں حاضر ہوا تو حضرت قبلہ عالم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کا مشاہدہ کیا اور آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ عبادت کی کثرت کریں، کیونکہ اس راستے میں عبادت چاہیے تاکہ تصرف کا دروازہ کھل جائے۔

درسِ مکتوباتِ امام ربانیؒ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں حضرت امام ربانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیُ کے مکتوبات شریف کا درس ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ یہ معارف بہت بلند ہیں، جو عارفوں کی سمجھ اور دانشمندوں کی عقل سے بالاتر ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ ان مکتوبات قدسی آیات کے سمجھنے میں ہمارا حال اس شخص کی مانند ہے جو ولایت فارس کے رہنے والوں میں سے تھا اور خالص اُمّی اور اَن پڑھ تھا۔ وضو کر کے قبلہ رو بیٹھا، قرآن مجید کھول کر اُنگلی کو سطروں پر دوڑاتا تھا اور کہتا تھا: ''الٰہی! تو نے سچ فرمایا، تو نے سچ فرمایا، تو نے موتی پروئے، تو نے موتی پروئے۔''

عدمیت اور اَنا کی فنا

نیز مکتوبات شریف میں عدمیت، اَنا کی فنا، خود اور اپنی صفات کو اصل سے دیکھنا اور خود کو محض عدم پانے کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے مولوی صاحب، فروع و اصول کے ماہر، معقول و منقول کے جاننے والے (حضرت) شیر محمد صاحب سَلَّمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے پوچھا کہ آپ کو یہ حال ہاتھ لگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کبھی حضور کی عنایات سے یہ حال نصیب ہوتا ہے کہ اپنی تمام صفات کو خود سے مسلوب پاتا ہوں، بلکہ اپنے وجود کو محض معدوم

(نابود) پاتا ہوں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جب یہ احوال عنایت الٰہی سے دوام (ہمیشگی) اختیار کرلے تو فنائے نفس حاصل ہوجاتی ہے۔

معارف حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ جو معارف حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے بیان فرمائے ہیں، وہ امت میں سے کسی نے بھی ظاہر نہیں کیے ہیں۔

اَناالحق کہنا آسان اور اَنا کا دور ہونا مشکل

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اَناالحق کہنا آسان اور اَنا کا دور ہونا مشکل ہے۔ شعر:

اَنا الحق گفتن آسان اے دل است این
اَنا را دور کردن مشکل است این

یعنی: اے دل! اَناالحق کہنا آسان ہے (اور) اَنا کو دُور کرنا مشکل ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا زُہد

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ فخر الواصلین حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قَدَّسَ سِرَّہٗ سات روز کے بعد طعام کھاتے تھے اور استنجا اور وضو کرتے تھے۔ پس تمام ہفتہ میں وضو کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ آپ قبرستان میں رہتے تھے۔ جب ہندوستان میں تشریف لائے تو قبولیتِ خداوندی حد سے زیادہ ہوگئی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی زمین حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے بادشاہ کے پاس آئے تھے، عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح کے تارکِ دنیا مال کے لیے کب التجا کرتے ہیں اور زمین کے تصرف سے کب راضی ہوتے ہیں۔ شعر:

ہر کہ زمین خودی قطع کند بہر دوست
او چہ کند ملک را ملک خدا ملک اوست

یعنی: جو شخص زمینِ خودی کو دوست (اللہ تعالیٰ) کے لیے چھوڑ دیتا ہے، اسے ملک کی کیا ضرورت؟ اللہ تعالیٰ کا ملک، اس کا ملک ہے۔

نیز (ایک اور) نظم:

گیرم کہ سریت از بلور ویشم است　　سنگے داند ہر آنکہ او را چشم است
این مسند قاقم و سمور و سنجاب　　در دیدہ بوریا نشینان پشم است

یعنی: میں جانتا ہوں کہ تیرا تخت شیشے اور یاقوت جیسے قیمتی موتیوں کا ہے (لیکن) جس شخص میں بصیرت ہے وہ اس کو پتھر سمجھتا ہے۔

۞ یہ مسند قاقم، سمور اور سنجاب جیسے نایاب جانوروں کی قیمتی کھال کی ہے (لیکن) چٹائی پر بیٹھنے والوں کی آنکھ میں یہ اون ہے۔

نیز (حضرت) شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ معین الدین اور تھے جو زمین حاصل کرنے کے لیے بادشاہ کے پاس آئے تھے۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ عارف کامل حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ جس شخص کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کا مصافحہ فرماتے، اس کو اُسی وقت فنائے قلبی کے مقام پر پہنچا دیتے تھے۔ ایک روز آپ کے حضور میں ایک فاسق شخص آیا اور اس نے کہا: ''مجھے بیعت فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا کہ پہلے تو اپنے ظاہر کو نبی (کریم) عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی شریعت سے آراستہ کر، اس کے بعد ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ وہ شخص بے دل ہو کر چلا گیا۔ آپ کو الہام ہوا کہ تم نے کیا کام کیا کہ میرے طالب کو اپنے دَر سے محروم لوٹا دیا اور (اسے) تلقین نہ کی۔ آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ اس شخص کو جلدی لے آؤ۔ یہ آدمی اس شخص کے پاس بڑی تیزی سے گیا اور کہا: ''آؤ! حضرت شیخ تمہیں بلا رہے ہیں۔'' اس شخص نے کہا: ''میں نہیں آتا۔'' پس حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے دوسرے آدمی کو بھیجا۔ وہ شخص نہ آیا۔ آخر کار حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک (تیسرے) آدمی کو فرمایا کہ اس شخص کے کان میں میری طرف سے لفظ مبارک ''اللہ'' کہو۔ وہ آدمی دوڑتا ہوا اُس شخص کے پاس گیا اور کہا کہ کھڑے رہو کہ تم سے ایک بات کہوں گا۔ وہ شخص قدرے ٹھہر ارہا۔ اس آدمی نے اس کے کان میں کہا کہ حضرت شیخ آدم نے تجھے لفظ مبارک ''اللہ'' (تلقین) فرمایا

ہے۔اس اسم شریف کے سننے سے فوراً اُس شخص کو شرم وحیا نصیب ہوگئی اور ولایت نقشبندی حاصل ہوگئی۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ جس کسی کو مرید کرتے تھے، بیعت کے وقت اُسی گھڑی اسے فنائے قلبی پر پہنچا دیتے تھے۔

بروز منگل ۲۴ر جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

مرشد کامل مکمل کا فیض

غلام ان خواص وعوام کے قبلہ کے پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔اس وقت حضرت امام ربانی، محبوب سبحانی، قرآن (مجید) کے مقطعات کے اسرار کے واقف، فرقان (حمید) کے متشابہات کے رموز کو ظاہر کرنے والے، (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات قدسی آیات کا درس (جاری) تھا۔اس میں مذکور تھا کہ ''ایک شخص نے حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ سے سوال کیا تھا کہ مرشد کامل مکمل سالک کو ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جاتا ہے، یا جو ولایت اس کا مقام ہے، اس میں ترقیاں بخشتا ہے؟ حضرت مجدد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جانے کا معلوم نہیں ہوا ہے، مگر اسی ولایت میں مرشد کی توجہات سے ترقیاں واقع ہوتی ہیں۔کلام شریف ختم ہوا۔''

حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے یہ مکتوب (شریف) حال کے آغاز میں لکھا ہے۔اس کے بعد حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَ سِرَّہٗ نے (ایک) دوسرے مکتوب (شریف) میں تحریر فرمایا کہ شیخ کامل ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جاتا ہے۔چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے اپنے بڑے صاحبزادے مظہر تصدیق و مورد تحقیق، پوشیدہ دقائق کے ظاہر کرنے والے، حقائق کے رازوں سے آگاہ، نبیوں اور رسولوں کے وارث، اصفیاء اور صدیقوں کے سردار، عالمِ عامل، حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے، خلقت کے فخر کرنے والے (حضرت) شیخ محمد

صادق رحمۃ اللہ علیہ کو توجہ اور ہمت فرما کر ولایت موسوی (عَلَیْہِ السَّلَامُ) کے مقام سے ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں پہنچایا۔

مناقب حضرت شیخ محمد عابد سنامی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کے شیخ، یعنی قطبوں کے قطب، بزرگوں اور جوانوں کے شیخ، آگاہ عارف، اللہ کے راستے کے مجاہد، لاہوت کے سمندروں میں سیر کرنے والے، ہاہوت کی فضا میں تیرنے والے، وجود کے سنگ میل، مقصود کے راستے کے سالک، دائرہ خلّت اور قیومیت کے مرکز، محبت اور محبوبیت کے فیض کے مورد، عابد زاہد (حضرت) شیخ محمد عابد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے جناب قیوم زمان، محبوب رحمان، ولایت کے آسمان کے سورج، ہدایت کے آسمان کے ستارے، ہویت کے سمندر کے غوطہ خور، الوہیت کی بلندیوں میں سیر وسیاحت کرنے والے، قاف قربت کے عنقاء، ریاض محبت کے طاؤس، برکات یزداں کے مظہر حضرت مولانا، ہمارے قبلہ اور ہمارے ہادی (حضرت) مرزا جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کو توجہ فرماتے ہوئے ولایتِ موسوی (عَلَیْہِ السَّلَامُ) سے ولایت محمدی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں پہنچایا اور ہمارے پیر و مرشد حضور نے بھی مشاہدہ فرمایا کہ میں حضرت سیّد البشر (محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ پھر دیکھا کہ جس جگہ میں تھا (وہاں) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں اور جس مقام میں آنحضرت عَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ تشریف رکھتے تھے (وہاں) میں ہوں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان دونوں جگہوں میں بدر الدجیٰ (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَعْلٰی تشریف فرما ہیں، میں کسی جگہ بھی نہیں ہوں۔ پھر میں نے مشاہدہ کیا کہ دونوں مقامات میں مَیں ہوں۔

بروز بدھ ۲۵/ جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

طالب کو داخل طریقہ کرنے کے لیے استخارہ کی ضرورت

یہ گنہگار پُر تقصیر (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو طالب شیخ کے پاس آئے، چاہیے کہ اوّل استخارہ کر کے اس کو طریقہ میں داخل کرے۔ پھر عرض کی گئی کہ ہر شیخ کو استخارہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ درویشوں کے قبلہ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ولایت کبریٰ کے صاحبِ مقام جس کی ناپسندیدہ صفات حسنات میں تبدیل ہوگئی ہوں، (اسے) انا کی فنا حاصل ہوگئی ہو، (اور وہ) شرح صدر اور حقیقی اسلام تک پہنچ گیا ہو، اسے استخارہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس وقت اس کا کام عین رضائے مولیٰ (ہوتا) ہے، کیونکہ وہ خود محض معدوم (نابود) اور نیست ہو چکا ہے۔

بروز جمعرات ۲۶/ جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا اندازِ بیعت

غلام ان قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ ایک شخص بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ درویشوں کے قبلہ حضرت عالی قلبی وروحی فداہٗ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کس طریقہ میں بیعت ہونے کا ارادہ رکھتا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میں غلامی کا طوق اخلاص کی گردن میں ڈال کر طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت کروں گا۔ حضرت عالی نے مٹھائی طلب فرما کر سیّد الاوّلین والآخرین (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْهِ اَفْضَلَ صَلَاةُ الْمُصَلِّیْنَ وَ اَزْکٰی سَلَامُ الْمُسْلِمِیْنَ کے روح پُر فتوح، حضرت غوث الاعظم سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی روح طیبہ، آپ کے پیران عظام کو آنسرور (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْهِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ تک نام بنام، آپ کے طریقہ کے متوسلین کو مولانا، ہمارے قبلہ، ہمارے ہادی، مظہر رحمان حضرت مرزا جان جاناں قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ اَجْمَعِیْنَ تک فاتحہ (شریف) پڑھا۔ اس کے بعد اس شخص کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں

دست مبارک میں مصافحہ کے طور پر پکڑ کر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہُ تین بار، کلمہ طیبہ دو مرتبہ اور کلمہ شہادت ایک بار پڑھایا۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں طریقہ قادریہ کے پیروں کے وسیلہ سے اس شخص کے دینی اور دنیاوی کاموں کی کامیابی اور تمام حاضر و غائب (طریقہ کے) دوستوں اور تمام مومنوں کے لیے دعا فرمائی۔ پھر اسے ذکر قلبی، نگہداشت خواطر، وقوف قلبی اور مراقبہ احدیت، جو کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں معمول ہے، کی تلقین فرمائی۔ حضرت عالی کا معمول یہی ہے کہ طالب کو جس طریقہ میں بھی بیعت کرتے ہیں، اس کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اذکار و مراقبات ہی تلقین فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ مجددیہ کا طریقہ یہی قرار پایا ہے کہ مرید ہر سلسلہ میں کرتے ہیں اور سلوک و تسلیک (اذکار و مراقبات) طریقہ شریفہ نقشبندیہ کا فرماتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عالی نے ایک دوسرے شخص کو طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں بیعت فرمایا پہلے کی طرح، اور مٹھائی پر سلسلہ نقشبندیہ (کے حضرات گرامی) کی ارواح (مبارک) کا فاتحہ پڑھ کر صرف تین بار اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (الترغیب والترہیب، ۲:۴۷۲) اسے پڑھایا اور دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلَہٗ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۔ نیز دعا فرمائی کہ الٰہی! حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی نسبت سے اس شخص کو بہت زیادہ حصہ عنایت فرما۔ اس شخص نے اسی وقت اپنے اندر اس نسبت شریفہ کا ایک اثر پایا اور بہت زیادہ برکات و فیوضات مشاہدہ کیے:

ع نگاہ پاکبازاں کیمیا ہست

یعنی: پاکبازوں (زاہدوں) کی نگاہ کیمیا ہے۔

بروز جمعہ ۲۷/ جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

نماز میں خشوع و خضوع کی اہمیت

مخلص (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی ایک شخص کو نماز پڑھنے کی نصیحت فرما رہے تھے کہ نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ (اور) جلسہ و قومہ اطمینان

سے (ادا) کرنا (حضرت) امام ابوحنیفہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مذہب میں واجب ہے اور بعض مذہب میں فرض جاننا چاہیے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا: صحابہ کرام (رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ) میں سے ایک شخص نے مسجد میں قومہ و جلسہ کو بغیر اطمینان کے ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی (اور) آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں آکر عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نماز پڑھ اور (پھر) آ۔ اس شخص نے پہلے کی طرح نماز ادا کر کے حضور میں حاضری دی۔ آنحضرت عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ نے پھر فرمایا کہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے گویا نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے پھر نماز پڑھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پھر فرمایا کہ ''صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ'' یعنی: نماز پڑھ، بلاشبہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پس اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! مجھے جو نماز آتی تھی میں نے پڑھی ہے۔ آنسرور عَلَيْهِ تَحِيَّاتُ الْمَلِكِ الْاَكْبَرُ نے اس کو نماز قومہ و جلسہ کے اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔

پھر حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایک نماز پڑھنے پر دس نمازوں کا ثواب پاتا ہے اور ایک آدمی نو نمازوں کا اور ایک شخص آٹھ نمازوں کا۔ اسی طرح ایک آدمی ایک نماز کا اَجر پاتا ہے اور ایک شخص (نماز) پڑھتا ہے اور اَجر نہیں پاتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو آدمی سنتوں کی رعایت، آداب و تدبر، خشوع و خضوع اور اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے وہ بہت زیادہ اجر پاتا ہے۔ اور جو کوئی زیادہ کمی کرتا ہے وہ زیادہ کم اجر پاتا ہے۔ بعض عارفوں کا نماز میں احوال اس عنوان کا ہوتا ہے، شعر:

چون کہ با تکبیرہا مقرون شدند
ہمچو بسمل از جہان بیرون شدند

یعنی: جب تکبیروں کے قریب ہوئے تو ذبح شدہ کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے۔

مکان شریف کا معطر ہونا

نیز حضرت عالی نے اپنی موتی بکھیرنے والی زبان سے فرمایا کہ ایک روز اچانک

اس طرح خوشبو میری مشام جان میں پہنچی کہ اس نے مجھے مست و مدہوش بنا ڈالا اور تمام مکان معطر ہو گیا۔ جب میں نے اس ہوش رُبا اور فرحت افزا حالت میں آنکھیں کھول کر اوپر دیکھا تو مشاہدہ کیا کہ میری چوٹی پر ایک منور، پاکیزہ (اور) معطر روح جلوہ نما ہے اور اس کے اِردگرد انوار کا ظہور سورج کی شعاعوں کی صورت میں جلوہ گر اور اس کی خوبصورتی کے اوپر فیوض و برکات کا زیور جلوہ نما ہے، میں حیران ہوا کہ یہ کیا ہے؟ اور متعجب ہوا کہ یہ کون ہے؟ اس راز سے آگاہ نہ فرمایا گیا اور (اس کے) نام ونشان کی کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ اس کے بعد ناداں دل میں خیال آیا ہے۔ اس طرح کی زیب و زینت کے ساتھ شاید حضرت سیّدالبشر (محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَات اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کی روح پُرفتوح کا ظہور ہوا ہے اور یا حضرت غوث الاعظم (سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی روح پاک کا۔ ان سطور کا لکھنے والا اعفی عنہ (شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ حضرت عالی کا خاصہ ہے کہ اکثر اوقات (آپ کا) تمام مکان شریف معطر ہو جاتا تھا اور اہلِ مجلس معمولی عطر کی مانند خوشبو سونگھتے تھے۔

خانقاہ شریف میں جھگڑا کرنے والا

اس روز عرش جیسی خانقاہ میں بعض آدمیوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی روح پاک تشریف لائی (اور) ارشاد فرمایا کہ خانقاہ میں جو شخص جھگڑا کرے، اسے باہر نکال دینا چاہیے۔

بروز ہفتہ ۲۸ / جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

درسِ مکتوبات شریفہ

غلام ان قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت مکتوبات قدسی آیات کا درس شروع ہوا تھا۔ حضرت کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ عصر کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا پُرفیض کلام پڑھا جاتا تھا۔ پس حضرت عالی متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ کر مکتوبات شریفہ سن رہے تھے۔ آپ نے موتی بکھیرنے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ میں ان

مکتوبات قدسی آیات سے اس طرح فیض اخذ کرتا ہوں جس طرح کہ مرید اپنے پیروں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

توجہ لینے کے لیے باری مقرر کرنا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ سبحان اللہ! حضرت (مجدد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے حضرت حق (تعالیٰ) جَلَّ جَلَالُہٗ کی کیسی تقدیس و تنزیہ (پاکی) بیان فرمائی ہے؟ آپ کا کلام انسانی بیان سے بالاتر ہے۔ سچ ہے کہ (یہ) سراسر الہام ربانی ہے۔ جب ان قبلہ انام کا پُر فیض کلام شریف خواص و عوام کو اس طرح ہدایت بخشنے والا ہے تو پھر کلام کرنے والے کو اس پر قیاس کرنا چاہیے اور ان کے وصف اور ستائش میں لگ جانا چاہیے۔ شعر:

من چہ گویم وصف آن عالی جناب
نیست پیغمبر ولی دارد کتاب

یعنی: میں ان عالی جناب کی صفت کیا بیان کروں؟ پیغمبر نہیں ہیں، لیکن کتاب رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عالی توجہ فرمانے کے لیے ان اہلِ طریقت کے حلقہ کی جانب متوجہ ہوئے جو اخلاص کا طوق گردنِ ارادت میں ڈال کر پھرتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ بااخلاص اور مخلص عقیدتمندوں کا مجمع خصوصیت کے ساتھ بیشمار ہے، کیونکہ لوگ سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، ملتان، کشمیر، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، بریلی، رامپور، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، بنگال، حیدرآباد، پونا وغیرہ سے حق (تعالیٰ) جَلَّ وَ عَلَا کی طلب کے لیے اپنے وطنوں کو چھوڑ کر آئے ہوئے تھے۔ حضرت عالی کو اِن دنوں میں بہت زیادہ ضعف (لاحق) تھا، (لہٰذا) ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی باری مقرر کی جائے۔ تیس اشخاص کو صبح کے حلقہ میں مخصوص کرو اور تیس آدمیوں کو عصر کے حلقہ میں۔ باقی آدمیوں کو دوسرے روز اسی طرح تیس تیس اشخاص کے گروہ میں لے آؤ تاکہ توجہ حاصل کریں۔ جب سب کو توجہ مل جائے تو پھر پہلے تیس آدمی (حلقہ میں) آجائیں اور توجہ سے مستفیض ہوں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، حضرتین (حضرت خواجہ محمد سعید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) اور قبلہ پیرومرشد برحق حضرت مرزا صاحب (جان جاناں مظہر) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا معمول یہی تھا کہ لوگوں کے لیے باری مقرر تھی۔

الہامِ ربانی

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز مجھے الہام ہوا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے اپنے خلفاء کو دکن کی طرف بھیجا تھا، تم اپنے خلفاء کو کابل، بخارا اور قندھار کی جانب بھیجو۔

بروز اتوار ۲۹ / جمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

عروج ونزول کے حصول کا طریقہ

بندہ (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے مولوی شیر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو ارشاد فرمایا کہ آپ کو عروج سے زیادہ نزول واقع ہے، (لہٰذا) چاہیے کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' زیادہ پڑھیں اور سو مرتبہ (پڑھنے) کے بعد کلمہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' پڑھیں، تاکہ عروج زیادہ ہو جائے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ جس سالک کو عروج زیادہ ہو جائے تو تہلیل لسانی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) ہر مرتبہ کلمہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' ملا کر پڑھے، تاکہ نزول زیادہ ہو جائے۔ جس شخص کو عروج اور نزول برابر ہوں وہ تہلیل (لسانی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) میں کلمہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' دس یا پندرہ بار پڑھے۔ یہ طریقہ عروج ونزول کے لیے بہت مفید ہے۔

سائل کی رقم

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور حضرت پیرومرشد برحق (جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے خلفائے اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں

تشریف رکھتے تھے۔ایک شخص آیا اور کہا کہ کھانے کے خرچہ کی امداد کے لیے حضرت مولوی ثناءاللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روپیہ یومیہ سائل کے لیے مقرر کیا ہے۔اہلِ مجلس نے کہا کہ سائل کی رقم حرمت کے قریب ہے،اس طرح کی رقم کے تصرف سے اس کے باطن میں ظلمت آئے گی۔حضرت محمد احسان (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے فیض کا پرنالہ جب بہتا ہے تو ظلمت کے پہاڑوں کو گھاس کے تنکوں کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔انہوں نے یہ بات کی اور ایک آہ بھری، (پھر) گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

بروز سوموار ۳۰ رجمادی الاولیٰ (۱۲۳۱ھ)

خدمت مرشد سے قبض کا رَفع ہونا

بندہ (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ میاں محمد (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت پیرومرشد برحق (جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے خلفاء میں سے تھے۔ایک روز اُن کو قبض لاحق ہوگئی۔حضرت پیرومرشد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے توجہ فرمائی، قبض رفع نہ ہوئی۔اس کے بعد خواجہ خواجگان، پیر پیران، خواجہ بزرگ حضرت بہاءالدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی روح مبارک جلوہ گر ہوئی (اور) ارشاد فرمایا کہ اے بیٹا! اس نسبت میں کیا کمی ہے؟ یعنی اگر ان احوال سے ترقی واقع نہیں ہوتی تو پھر یہ نسبت ہی کافی ہے۔اسی میں مشغول رہنا چاہیے۔

ایک روز میاں محمد موصوف (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت پیر و مرشد برحق قبلہ مرزا صاحب (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے منکروں کی مجلس میں بیٹھے تھے۔وہاں حضرت قبلہ مرزا صاحب (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کا ذکر اہانت کے طور پر آیا۔میاں محمد موصوف (رحمۃ اللہ علیہ) نے مخالفت کی اور اہلِ مجلس سے ناراض ہو کر اُٹھ پڑے۔جب حضرت قبلہ مرزا صاحب (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے حضور حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ مرزا صاحب (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے بہت زیادہ خوش دل ہو کر (ان پر) توجہ فرمائی۔فوراً قبض رفع ہوگئی اور

عروج حاصل ہوگیا۔

پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ جو ترقی خدمت کے سبب (حاصل) ہوتی ہے، اس آدمی کی ریاضتوں سے اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ خدمت ایسی چیز ہے جو کئی سالوں کا کام ایک پلک جھپکنے کی دیر میں میسر کر دیتی ہے اور خدمت ہی ہے جو سالک کو جذباتِ الٰہیہ تک پہنچا دیتی ہے۔

بروز منگل یکم جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

عاشقوں کی خوراک فاقہ کشی

بندہ (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ فاقہ جو عاشقوں کی خوراک ہے، اس کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے حدیث شریف پڑھی کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فاقے کاٹے ہیں اور اولیائے متقدمین نے کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاہدے کیے ہیں۔ درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں ان کی خوراک تھی۔ پرانے کپڑے جو راستے میں گرے پڑے ہوتے تھے، ان کو پاک کر کے اپنا لباس بناتے تھے۔ کوئی شخص پندرہ روز کے بعد کھاتا تھا اور کسی نے ایک ماہ کے قریب کچھ تناول نہیں فرمایا۔ کسی نے ساٹھ برس تک اپنی پیٹھ کو زمین پر نہیں لگایا۔ کوئی چالیس برس تک سویا نہیں۔ حضرت (خواجہ) بزرگ شاہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے اپنے طریقہ میں اعتدال کو اختیار فرما کر کہا ہے کہ آدھے آثار سے کم نہیں کھانا چاہیے تاکہ عبادت کی طاقت ختم نہ ہو جائے۔ (حضرت) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دودھ، گھی اور دوسری چیزیں جو روٹی کے ساتھ کھاتے ہیں، وہ بھی اس نصف آثار میں داخل ہونی چاہئیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اپنے حال کو رسالت پناہی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حالت (مبارک) پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں، بلکہ میں اپنے پروردگار کے سامنے کھاتا اور پیتا ہوں۔

بروز بدھ ۲/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

روزی دینے والے پر یقین

غلام (حضرت عالی کی) پُرفیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ حق سبحانہٗ کے وعدوں کی صداقت پر نظر رکھ کر ظنی اور وہمی اسباب پر نگاہ نہ کرے اور یقین رکھے کہ روزی اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے۔ اس نے جس کو پیدا کیا ہے اس کی روزی بھی مہیا فرماتا ہے:

ع رزق را روزی رسان پر می دہد

یعنی: روزی دینے والا بھرپور رزق مہیا فرماتا ہے۔

کارساز حقیقی کی بارگاہ میں دعا اور اس کی قبولیت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ خانقاہ کی تعمیر سے پہلے صوفیوں کی اقامت کے لیے مکان کی قلت کی وجہ سے سخت آرزو تھی کہ پڑوس ہی میں کوئی مکان ہو جس کا مالک بیچ ڈالے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ مکان آپ خرید لیں۔ اس زمانے میں ایک گھونگا بھی میرے پاس نہ تھا۔ میں نے کارساز حقیقی جَلَّتْ عَظْمَتُہٗ کی بارگاہ میں اس مقصد کے پورا ہونے کے لیے دعا کی۔ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے دعا کو (اس) مقصد کے ہم آغوش بنایا اور غیب سے ایک تحفہ پہنچایا، جس سے مکان خرید کر میں اپنے تصرف میں لایا۔ نیز میں نے چند دوسرے مکانات مبلغ سات آٹھ ہزار روپیہ میں خرید کر خانقاہ میں داخل کیے اور اب تک (اللہ تعالیٰ) غیب الغیب سے ایک خرچ عنایت فرما رہا ہے اور ضرورت کو احسن طریقہ سے پورا کرنے کی مہربانی فرما رہا ہے۔

بروز جمعرات ۳/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

تہجد کی پابندی اور محبوب کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید

بندہ (حضرت عالی کے) فیض سے بھرپور حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے

موتی بکھیرنے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیہ کے حالات معلوم کریں کہ وہ نمازِ تہجد پڑھتے ہیں اور اس کی مداومت کرتے ہیں یا نہیں؟ جو شخص اس کی مداومت پر عمل نہیں کرتا اس کو سخت پابند کریں۔ خود آ کر سوئے ہوئے کو جگاؤ اور جاگتے کو محبوب کی جانب متوجہ کرو، کیونکہ فرمایا گیا ہے، شعر:

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

یعنی: ایک پلک جھپکنے کی دیر بھی اس محبوب سے غافل نہ ہو، کیونکہ شاید وہ ایک نگاہ کرے اور تجھے خبر نہ ہو۔

شعر:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

یعنی: تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ بات ثابت ہوئی کہ ایک سانس بھی خدا کے ساتھ رہنا سلیمانی سلطنت سے زیادہ بہتر ہے۔

بروز جمعہ ۴؍ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

بادشاہِ حقیقی کے آداب کا خیال

فقیر فیض مآب حضرت پیر دستگیر کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نمازِ عصر کے لیے مسجد میں تشریف لا چکے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ملا گل محمد غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کسی شخص سے بات کی تو حضرت عالی نے بہت ڈانٹ فرمائی کہ حق جَلَّ وَ عَلَا کی بارگاہ میں آ کر بے ادب نہیں ہونا چاہیے اور اللہ سبحانہٗ کے غیر کی جانب متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم دنیا کے بادشاہ کے سامنے کتنے آداب کا لحاظ رکھتے ہو؟ پس جب حقیقی بادشاہ (اللہ سبحانہٗ) کے حضور آؤ تو چاہیے کہ خود کو بہت زیادہ عاجز بناؤ اور خود کو عدم محض بناؤ اور نابود ہو کر محبوب میں سما جاؤ۔

صوفی کی نماز

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ صوفی کے لیے ضروری ہے کہ نماز میں لحاظ رکھے کہ قیام میں کیا کیفیت حاصل ہوئی؟ رکوع میں کونسے انوار طاری ہوئے؟ سجدہ میں کیا اسرار ظاہر ہوئے؟ اور قعدہ میں کونسا فیض نازل ہوا؟ نماز کے بعد انجام کا خیال کرے کہ نماز ادا کرنے کی وجہ سے کونسی برکات نصیب ہوئیں؟

عدم وفنا کا عود

اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کا درس شروع ہوا۔ حضرت عالی نے مقاماتِ عالیہ کے بہت زیادہ اسرار اور دقائق بیان فرمائے۔

اس اثناء میں میر قمر الدین سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ فنا کو عود (حاصل) ہے اور عدم کو عود نہیں ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ عدم کے وجود کو عود ہے اور فنا کے وجود کو عود (حاصل) نہیں ہے۔ عدم کا مرتبہ اوّل ہے اور فنا کا مرتبہ آخر ہے۔ جب اعدام لگاتار آتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ شعر (زبان سے ادا) فرمایا:

وصل اعدام گر توانی کرد
کار مردان مردوانی کرد

یعنی: اگر تو اعدام (فنا) سے وصل کرنا چاہتا ہے تو بہادر مردوں والا کام کر۔

عدمیت میں ذکر کا نہ ہونا

اس کے بعد مولوی شیر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ مجھ پر عدمیت طاری ہوتی ہے اور ایک پہر رہتی ہے، کبھی کم کبھی زیادہ۔ اس حالت میں ذکر چلا جاتا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس وقت ذکر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کی نسبت سے مشغول ہونا چاہیے، تاکہ یہ احوال اس قدر ظاہر ہوں کہ ہرگز نہ جائیں۔ اس کے بعد حضرت عالی نے موتی بکھیرنے والی زبان سے یہ مصرع پڑھا:

ع بر نمی خیزد بتعظیم قیامت گرد ما

یعنی: قیامت کی تعظیم میں ہماری خاک بلند نہیں ہوتی۔

بیمار کی صحت کے لیے پانی دَم کرنا

اس کے بعد ایک شخص نے بیمار کی شفا کے لیے پانی دَم کرانے کے لیے (حضرت عالی کے) حضور میں پیش کیا۔ حضرت عالی نے تھوڑا سا اپنا بچا ہوا پانی اس پیالے میں ڈالا اور یہ (بات) نقل فرمائی کہ دارا شکوہ نے ایک بزرگ کے حضور میں بیمار کی شفا کے لیے پانی بھیجا کہ اس کو نوش فرما کر عنایت فرمائیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ: سُؤرُ الْمُؤْمِنُ شِفَآءٌ. یعنی: مومن کے جوٹھے میں شفا ہے۔ ان بزرگ نے اس پانی سے تھوڑا سا نوش فرما کر (باقی) بھیج دیا اور ہیبت الٰہی سے ان (بزرگ) کو اسہال لگ گئے کہ اے میرے خدا! (نجانے) میں ایمان کامل رکھتا ہوں یا نہیں؟ اگر اس مریض کو شفا مل گئی تو یہ ہمارے ایمان پر دلالت کرنے والی ہوگی، ورنہ افسوس ہم پر! اور وائے ہماری مصیبت!

حضرت عالی نے فرمایا کہ میں ہر روز یہ دعا پڑھتا ہوں اور ہر کسی کو (یہ) پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاشْفِنِیْ شِفَآءً عَاجِلًا لَایُغَادِرُ سَقَمًا وَاَنْتَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. (جامع الصغیر، جلد ا: ۵۵)

یعنی: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے دنیا اور آخرت میں معاف فرما۔ مجھے شفا نصیب فرما، جلدی کی شفا، جو بیماری کو (باقی) نہ چھوڑے اور تم سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور گناہوں سے بچنے اور عبادت کرنے کی قوت نہیں ملتی مگر اس بلند و بزرگ خدا کی توفیق سے۔

گفتگو میں متکلّم (بولنے والے) کی نسبت کا اظہار

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ گفتگو میں متکلّم (بولنے والی) کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے مولوی بشارت اللہ صاحب کا عریضہ آیا تھا، اس میں انہوں نے اپنے شروع سے آخر تک کے سب باطنی احوال لکھے تھے۔ میاں احمد یار

صاحب، جو صحیح ادراک کے مالک ہیں، وہ بھی اس وقت موجود تھے۔ جب میں وہ عریضہ پڑھ رہا تھا تو تمام مقامات جو اُس میں لکھے تھے، ان کی نسبت اس طرح ظاہر ہوگئی کہ میاں احمد یار صاحب نے بھی معلوم کرلیا۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ میاں ابوسعید صاحب نے بھی اپنے باطنی احوال میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ میں نے اسے اس کے آغاز سے آخر تک دیکھا ہے، وہ حضرت امام ربانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے مکتوبات شریف کے مطابق ہے۔

بروز ہفتہ ۵/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

لطائف کے فیض و برکات

میں (حضرت عالی کے) پُرنور حضور میں داخل ہوا۔ آپ کے حکم شریف کے مطابق میں نے حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات قدسی آیات سے چند سطریں حضور میں پڑھیں۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس فیض والے کلام کا مطلب مکمل غور سے سمجھ آتا ہے، لیکن فیض و برکات شاملِ حال ہیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ لطیفہ قلب کی سیر میں اوّل قبض و بسط، فرح و سرور اور ذوق و شوق کی قسم کی تلوینات آتی ہیں۔ جس وقت قلب تقلب سے واپس آتا ہے اور فنا و بقا میں پہنچتا ہے تو تلوینات سے رہائی پالیتا ہے اور تمکین سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس میں بھی تلوینات آتی ہیں اور گوناگوں حالات پیش آتے ہیں۔ جب بوقلمونی سے واپس ہوتا ہے تو فنا و بقا میں پہنچ جاتا ہے، تلوین سے تمکین میں آجاتا ہے۔ بعدازاں لطیفہ قالب پر احوال واسرار (وارد) ہوتے ہیں اور تلوینات پیدا ہوتے ہیں، لیکن عالمِ امر کے لطائف کو تلوین سے رہائی اور تمکین تک رسائی (حاصل) نہیں ہے اور اگر ہے تو تبعیت سے ہے، اصالت سے نہیں ہے۔

بروز اتوار ۶ رجمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت عالی کا نامِ مبارک سن کر ایک شخص کا مکہ معظمہ سے آنا

غلام (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص آپ کا نام مبارک سن کر مکہ معظّمہ سے آیا تھا۔ اس سے پوچھا گیا: ''تم کیا سن کر آئے ہو؟'' اس نے کہا کہ میں بیت اللہ میں تھا کہ ایک قافلہ بغداد سے آیا تھا۔ اس کاررواں کے لوگ حرم شریف میں ذکر کر رہے تھے کہ بغداد شریف میں ایک صاحب متبحر عالم ہیں، جن کا نام مولانا خالد ہے۔ انہوں نے ہندوستان جا کر قیوم زماں، غوث جہاں، اسرار جلی وخفی کے کاشف حضرت مولانا غلام علی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا اور خرقہ خلافت پہن کر آئے ہیں۔ سلطنت روم میں ان کا شہرہ آفاق ہوا (اور) مملکتِ روم کے علماء اور اس کی سرحدوں کے اکابر اُن کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ پس میں یہ باتیں سن کر حضور کی زیارت کا مشتاق بنا اور آخر کار عنایت الٰہی سے آپ کے پُرفیض آستانے پر آ پہنچا ہوں۔

بروز سوموار ۷ رجمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

دل سے خطرات (خیالات) کا گم ہونا

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ سے مراد حضور و آگاہی کا دوام (ہمیشگی) اور دل سے خطرات (خیالات) کا گم ہونا ہے، جو (اس) طریقہ شریفہ کے اکابرین نے مقرر کیا ہے، لیکن میرے نزدیک خطرات کے گم ہونے کی بجائے کم ہونا ہے۔

نیز حضرت عالی قلبی وروحی فداہٗ نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کی فنا جناب غوث صمدانی، قطب ربانی حضرت سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْاَقْدَسُ نے بیان فرمائی ہے، جس طرح کہ پہلے ان کا بیان کیا گیا ہے، وہ فنائے قلبی جس سے مراد ماسوی اللہ کا بھلانا ہے، میں حاصل ہوتی ہیں۔

بروز منگل ۸؍ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

معارف ومکتوبات امام ربانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی انفرادیت

مخلص جان نثاران محبوب پروردگار کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے موتی بکھیرنے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ اکابرین طریقت کی تمام تصنیفات اور عارفان حقیقت کی تالیفات توحید وجودی، ذوق وشوق اور مقاماتِ عشرہ جن سے مراد توبہ وانابت، صبر وقناعت، زہد وتوکل اور رضا وتسلیم وغیرہ ہے، سے پُر ہیں، (اور) وہ ان میں درج ہیں۔ لیکن جو مقامات حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے تحریر فرمائے ہیں، عرفاء میں سے کسی نے بھی ان معارف کو سلکِ تحریر میں نہیں پرویا۔ عرفانِ الٰہی کے بارے میں زمین و آسمان میں حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات کی مانند کوئی کتاب نہیں ہے۔

لطیفہ قلب ونفس، عناصر ثلاثہ، کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ میں ترقیوں کا ذریعہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ سالک کو لطیفہ قلب اور (لطیفہ) نفس کی سیر میں ذکرِ خفی، نفی واثبات اور تہلیلِ لسانی (زبانی طور پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کرنا) ترقی بخشتا ہے اور عناصرِ ثلاثہ کی سیر میں نوافل کی کثرت لمبی قراءت کے ساتھ، کمالات ثلاثہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور حقائق سبعہ میں درود شریف کا پڑھنا ترقیوں کا موجب بنتا ہے۔

اہلِ عبادت کی بلندی مقام

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ریاضت وعبادت کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بعض اولیاء (کرام) کو حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں زہد وریاضت اور ترک و تجرید کے کمال سے رسوخیت (پختگی) حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک جماعت کو عبادت کی کثرت سے قربِ الٰہی جَلَّ شَانَہٗ نصیب ہو جاتا ہے، لیکن اہلِ عبادت کا مقام توکل وزہد اور ریاضت والوں سے بلند ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ جس شخص کا یقین زیادہ ہے، اس کا مقام اعلیٰ ہے۔

ریاضات حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کشف و کرامات اور زہد و ریاضات کے مالک تھے۔ انہوں نے تیس سال گودڑی میں گزارے۔ تین روز کے بعد تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔ ان کی خوراک خربوزہ اور تربوزہ کے چھلکے اور ہر موسم میں کھائی جانے والی دوسری چیزوں کے چھلکے ہوا کرتے تھے، جو گلی اور بازار میں گرے پڑے ہوتے تھے۔ ان کو اُٹھا کر پاک کر کے کھاتے تھے اور جامع مسجد میں مقیم رہتے تھے۔ جب پیاس کی شدت ہوتی تو دو تین ہتھیلی (لَپ) پانی حوض سے پی لیتے تھے اور وہ بڑا کھاری تھا۔

حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر

ایک روز حسن کمال میں سجی اور جمال میں رچی فاحشہ عورت چھت کی کھڑکی سے چہرہ نکال کر نظارہ کر رہی تھی۔ طریقہ کے جو دوست اس مجلس میں حاضر تھے، انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ اس عورت کو توجہ فرمائیں کہ اسے ہدایت مل جائے۔ آپ نے سُستی فرمائی۔ جب دوستوں نے بہت زیادہ مبالغہ کیا تو آپ متوجہ ہوئے۔ اللہ جَلَّ شَانَہٗ کے حکم سے دو تین گھڑی کے بعد وہ عورت (پہلے) لباس کو ترک کر کے، سر منڈوا کر، ایک کفنی گودڑی پہنے ہوئے آپ کے حضور میں حاضر ہوئی اور پہلے کیے ہوئے گناہوں سے توبہ و استغفار کر کے آپ کی بیعت ہوگئی اور اس نے بندگی کا حلقہ گوش اخلاص میں ڈال لیا۔

معمولات حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

اس زمانے میں غیر سے منہ موڑنے والے قبلہ عالم، قیوم زماں حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ بھی تھے اور ان کے صاحب بخشش وجود سے مسند ارشاد اور تکیہ ہدایت مزیّن و آراستہ تھا۔ آپ عبادت کثیرہ کے حامل تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد صلاۃِ اوّابین پڑھتے تھے اور اس میں قرآن مجید کے دس پارے قرأت فرماتے تھے۔ اس کے بعد لوگوں کو حلقہ کراتے اور توجہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر محل سرا میں تشریف لے جا کر عورتوں کو حلقہ کراتے اور توجہ فرماتے تھے۔ آدھی رات کے وقت چند گھڑی آرام کر کے تہجد کے لیے بیدار ہو جاتے اور نمازِ تہجد میں چالیس یا ساٹھ بار سورۃ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد چاشت

تک مراقبہ میں اوقات بسر فرماتے تھے۔ پھر لوگوں کو حلقہ کراتے اور سارا دن توجہ کرنے اور مخلوق کو ہدایت دینے میں گزار دیتے تھے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کر کے نمازِ زوال کے لیے جاگ جاتے اور لمبی قرأت کے ساتھ اسے چار گھڑی میں ادا فرماتے تھے۔ پھر ختم خواجگان پڑھ کر نمازِ ظہر پڑھتے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کر کے کھانا تناول فرماتے تھے، اور یہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کھانے کا وقت تھا۔ نمازِ عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات (شریف) پڑھے جاتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا بلند مقام

جب آپ محل سرا سے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو اُمراء اپنی چادریں اور پگڑیاں زمین پر ڈال دیتے تھے، تاکہ آپ کا قدم مبارک زمین پر نہ پڑے۔ اگر آپ مریض کی عیادت کے لیے یا دعوت میں جانے کے لیے سوار ہوتے تھے تو آپ کی سواری بادشاہوں کی مانند جلوہ گر ہوتی تھی۔ ایک روز آپ نے سوار ہو کر جامع مسجد کے نیچے سے گزر فرمایا۔ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک شخص پالکی میں بیٹھا ہے اور بہت سی پالکیاں اس کی رکاب میں دوڑ رہی ہیں اور ایک کثیر مجمع غلاموں کی صورت میں ان کی پالکی کے آگے ہے۔ ان کی پالکی کے آس پاس اس طرح انوار ہیں کہ گویا پالکی کے اوپر سے لے کر آسمان تک ایک روشن نور ہے اور تمام گلی اور بازار اُس نور سے لبریز ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ گلشن (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی پرانی گودڑی سر سے گرا دی اور اپنے دوستوں سے فرمایا کہ اس کو آگ میں جلا دو۔ دوستوں نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ امیر جو جا رہا ہے اس کی سواری میں ایسا نور ہے کہ میں نے اپنی گودڑی میں کبھی اس کا ذرّہ بھی محسوس نہیں کیا، باوجود اس کے کہ میں نے تیس برس اس گودڑی میں ریاضت میں صَرف کیے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ (یہ شخصیت) حضرت محمد زبیر (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ آپ (حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ''للہ الحمد کہ ہمارے پیرزادہ ہیں، ہماری آبرو باقی رہ گئی۔'' (پھر) آپ نے اپنے مریدوں کو استفادہ کے لیے حضرت قبلہ عالم (محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا کہ جس جگہ آپ تشریف رکھتے ہیں، وہاں

ہمارے لیے (لوگوں کو) مرید بنانا جائز نہیں ہے۔

دیدِ قصور اور فضلِ الٰہی

اس اثناء میں (حضرت عالی نے) پہلے اولیاء (کرام) کی ریاضتوں اور مجاہدوں کا ذکر بیان فرمایا اور بہت زیادہ افسوس کیا کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد مقام شکر میں آ کر فرمایا کہ فضلِ الٰہی سے اگر کوئی شخص یہاں آتا ہے اور ہمارے فرمان کے مطابق کام کرتا ہے تو یقیناً اس پر چیزیں (فیوضات) وارد ہوتے ہیں۔ (پھر حضرت عالی نے) یہ شعر پڑھا:

عاشق کجا کہ یار بجانش نظر نکرد

اے خواجہ! درد نیست وگرنہ طبیب ہست

یعنی: عاشق کہاں کہ اس کی جان کی طرف محبوب نے نظر نہ کی؟ اے خواجہ! درد نہیں ہے، ورنہ طبیب تو (موجود) ہے۔

بروز بدھ ۹/ جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ

خطرات (خیالات) اور وسوسوں کی اقسام

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ طالبین کے خطرات اور وسوسوں کی بات کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ وسوسے اور خطرات (خیالات) جو دل میں آتے ہیں، وہ چار قسم کے ہیں: (۱) شیطانی، (۲) ملکی، (۳) نفسانی، (۴) حقانی۔ جو وسوسے اور خطرات (خیالات) شیطانی ہیں، وہ بائیں طرف سے آتے ہیں اور ملکی دائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے جو کہ دماغ ہے اور حقانی فوق الفوق سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت سیّدالبشر عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ نے ارشاد فرمایا کہ ''ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَان'' یعنی: ان خطرات (خیالات) کا آنا ایمان کے کمال کے تقاضا میں سے ہے، کیونکہ جس جگہ میں کوئی چیز ہوتی ہے، یقیناً (وہاں) چور کے آنے کا خوف ہوتا ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ میں پروردگار کی عنایت سے اکابر پیروں کی توجہات کے ذریعے طالبین کے دل سے خطرات (خیالات) کم ہو جاتے ہیں، اس کے بعد گم ہو جاتے ہیں، دل کے اندر نہیں جاتے، مکھیوں کی مانند جو کہ آئینہ کے اوپر بیٹھتی ہیں اور آئینہ کے اندر نہیں جاسکتیں، یا کوڑے کرکٹ کی طرح جو دریا کے اوپر تیرتا ہے اور پانی کی تہہ میں اسے راستہ نہیں ملتا۔ اسی طرح خطرات (خیالات) باہر آتے ہیں اور دل میں داخل نہیں ہوتے۔ اس کے بعد وہاں سے بھی دفع ہو کر لطیفہ نفس میں آجاتے ہیں۔ پھر تزکیہ نفس سے قوت خیال میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جب وہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر کسی جگہ کسی وقت بھی نہیں آتے۔ اس مقام کے حامل کو اگر فرض کریں کہ ہزار سال کی عمر دی جائے (تو بھی) ہرگز اس کے دل میں غیر کا خیال نہیں آئے گا۔

بروز جمعرات ۱۰ر جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

یقین اور اس کی اقسام

غلام (حضرت عالی کی) پُرفیض مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جس شخص کو زیادہ یقین (حاصل) ہے، اس کے قرب (الٰہی) کا مقام زیادہ بلند ہے۔ جاننا چاہیے کہ مقام یقین تین (قسم کے) ہیں؛ پہلا علم الیقین، دوسرا عین الیقین، تیسرا حق الیقین۔ ان کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہے، (لہٰذا) لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی زیارت و نوازشات

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مزار پُرانوار پر گیا تھا۔ بزرگ و برتر اللہ کی قسم! میں نے خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو دیکھا کہ آپ نے اپنے مزار سے باہر تشریف لاکر میرا استقبال کیا اور بہت زیادہ نوازشیں فرمائیں۔

بروز جمعہ ۱۱؍ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں بزرگوں کی وفات کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ شریفہ قادریہ تھا۔ جب آپ کی رحلت کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ تشریف لے آئے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ حضرت غوث اعظم یہ کھڑے ہیں۔ بعدازاں جان حق (تعالیٰ) کے سپرد کر دی۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَبْرَہٗ وَ بَرِّدْ مُضْجَعَہٗ. یعنی: اے ہمارے اللہ! تو اُن کی قبر کو منور فرما اور اُن کے مزار پر اپنی رحمت کی ٹھنڈک نازل فرما۔

حضرت عالی نے آپ کی بہت زیادہ کرامات اور خرق عادات بیان فرمائیں۔

بروز ہفتہ ۱۲؍ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

اللہ کے ساتھ رہو اور اُس کے غیر کو چھوڑ دو

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ مولوی بشارت اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا عریضہ آیا تھا۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا کہ گذشتہ سے نادم اور توبہ کرنے والے بنیں اور آئندہ کو اجتناب کرنا لازم سمجھیں اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہیں۔ اس اثناء میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت عالی میرے لیے کوئی چیز تحریر فرمائیں۔ حضرت عالی نے یہ آیت کریمہ لکھی: قُلِ اللّٰہُ لا ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)

یعنی: آپ فرما دیں اللہ نے بھیجا۔[۱] پھر اُن کو چھوڑ دیں کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔

(حواشی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

آپ نے اس کی تفسیر بھی اس طرح تحریر فرمائی کہ جزئی اور کلّی امور حضرت اللہ سبحانہٗ کے سپرد کرنے چاہئیں۔ ان کی تدبیر اور روزی کا کوئی فکر نہیں فرمانا چاہیے۔ ماسویٰ اللہ کے تعلقات کو چھوڑ دو اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ شعر:

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یعنی: میں نے اپنا سرمایہ تیرے سپرد کر دیا ہے، تو حساب کی کمی وبیشی کو جانتا ہے۔

بروز اتوار ۱۳ ار جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

سات قدم کا راستہ

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ پہلے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا راستہ دو قدم ہے۔ ایک قدم اپنی ہستی سے باہر رکھنا اور دوسرا قدم خدا سے جڑنا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے کہ وہ راستہ جس کو طے کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں، کل سات قدم ہے۔ دو قدم عالمِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالمِ امر سے۔ جب سالک عالم امر میں قدم رکھتا ہے تو تجلی افعالی ظاہر ہوتی ہے جو فنائے قلبی سے عبارت ہے۔ دوسرا قدم صفات ثبوتیہ کی تجلی ہے، جو

۱۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے کلمہ ''ثُمَّ ذَرْھُمْ'' کے معنی میں فرمایا کہ اللہ کافی اور اس کے ماسویٰ سب چیزیں ہوس اور جان کو ختم کرنے والی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام (عبداللہ ہروی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے کہ ''قُلِ اللّٰہُ'' (یعنی) دل اللہ کی طرف رکھو، ثُمَّ ذَرْھُمْ (یعنی) اس کے غیر کو ثانوی حیثیت دے۔ حضرت شبلی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اپنے بعض دوستوں کو کہتے تھے: ''عَلَیْکَ بِاللّٰہِ وَ دَعْ سواہُ. '' تمہارے اوپر اللہ کے ساتھ ہونا اور اس کے غیر کو چھوڑنا فرض ہے۔ شعر:

چون تفرقہ، دل است حاصل ز ہمہ
دل را بیکے سپار و بگل ز ہمہ

یعنی: جب دل کو سب سے دوری حاصل ہے تو دل ایک کو دے اور سب سے الگ ہو جا۔

فنائے روحی سے عبارت ہے۔ تیسرا قدم شیونات ذاتیہ الٰہیہ کی تجلی ہے جو فنائے سری سے عبارت ہے۔ چوتھا قدم صفات سلبیہ الٰہیہ کی تجلی ہے جو فنائے خفی سے عبارت ہے۔ پانچواں قدم شان جامع الٰہی ہے جو فنائے اخفی سے عبارت ہے۔ دو قدم جو عالمِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں، (ان میں) پہلا قدم لطیفہ نفس کی فنا ہے اور دوسرا قدم لطیفہ قالب کی فنا ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس مقام تک جہاں لطائفِ سبعہ طے ہو جاتے ہیں، طریقہ شریفہ مجددیہ کا نصف راستہ طے ہو جاتا ہے اور جو آدھا باقی ہے وہ اس نصف اوّل سے مراتب میں زیادہ وسیع اور زیادہ بلند ہے اور وہ کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ سے عبارت ہے جن کی تفصیل حضرت امام ربانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات قدسی آیات میں مفصل اور تشریح کے ساتھ درج ہے۔

بروز سوموار ۱۴ر جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی دیدِ قصور

بندہ (حضرت عالی کی) فیض والی منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی اس وقت قرآن مجید کا درس فرما رہے تھے اور معانی کے جواہر اور موتی تحقیق و تدقیق کی لڑی میں پرو رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت عالی کا دقت (نظر) حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے زیادہ ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ توبہ! وہ علم کے سمندر اور بیان کے دریا ہیں، وہ پھول سے گلدستہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور میں پھول سے کلی بناتا ہوں۔

بروز منگل ۱۵ر جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

مرشد کی خوشبو

غلام ان قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز

حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ اچانک ایک ذمّی (غیر مسلم) آدمی دروازے سے اندر آیا۔ آپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لوگ حیران ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے اس ذمّی آدمی سے پوچھا کہ تم سے میرے مرشد کی خوشبو آتی ہے۔ (اس) آدمی نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک کتاب کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے کتاب کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں چند سطریں مظہر اسرار سرمد حضرت شیخ عبدالاحد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے دست (مبارک) سے خاص خط میں لکھی ہوئی تھیں۔

باغِ وحدت کے پھولوں کی خوشبو

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز مولوی رفیع الدین صاحب مَدَّظِلُّھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی ایک کتاب پڑھ رہے تھے اور میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اچانک بہت زیادہ انوار و برکات نازل ہوئیں۔ میں نے کہا کہ ان دو سطروں کے پڑھنے سے بہت زیادہ فیض وارد ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ دو سطریں حضرت (شیخ) عبدالاحد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی لکھی ہوئی ہیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ دوسرے روز اسی طرح کا واقعہ ہوا۔ میں نے کہا کہ فیض ایک دوسری قسم سے آیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ سطریں حضرت شاہ ولی اللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی لکھی ہوئی تھیں۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اولیاء اللہ باغِ وحدت کے پھول ہیں۔ ہر پھول کو ایک الگ خوشبو اور ایک جدا رنگ عطا فرمایا گیا ہے۔ جس شخص کو سونگھنے کی قوت دی گئی ہے وہ رنگ اور خوشبو میں امتیاز کر لیتا ہے۔ یہ سب رنگ اس بے رنگ کا ظہور ہیں جو ہر پھول میں ایک اور رنگ سے جلوہ گر ہوا ہے۔ عاشق شیدا جو رنگ بھی دیکھتا ہے، بے رنگ کے رنگ کو پہچان لیتا ہے، اور جو خوشبو بھی سونگھتا ہے اُس میں محبوبِ حقیقی کی خوشبو ڈھونڈتا ہے۔ ناچار بلبل کی مانند جام بیقراری سے شراب نوش کرتا ہے اور وصال کے لیے کوشاں ہو جاتا ہے۔

بروز بدھ ۱۶ار جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

درِ دوست کے گداگروں کی ہم نشینی کا فیض

بندہ (حضرت عالی کے) پُرنور حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت غزنی اور بخارا کے لوگ آپ کے حضور پُرنور میں حاضر تھے۔ انہوں نے رخصت مانگی تو حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی یہاں رہ جائے اور کچھ عرصہ مقیم رہے، تاکہ نسبت باطنی حاصل کر کے اپنے وطن کو چلا جائے۔ شیخ گل محمد غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو، بخارا کا پیر بن گیا ہے۔ وہ یہاں آیا تھا اور (اس وقت) قرآن مجید بھی نہیں پڑھا تھا۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے فضل اور پیرانِ اکابر قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ اَجْمَعِیْن کی عنایات سے تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید ختم کر کے اور علمِ فقہ بھی سیکھ کر نسبت باطنی پوری قوت سے حاصل کر لی۔ (پھر) مجھ سے خرقہ خلافت پا کر بخارا شریف میں پیر بنا (اور) اس ملک کے لوگوں کو ہدایت وارشاد کر رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت عالی نے یہ شعر پڑھا:

بنشین بگدایان در دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد و برخاست

یعنی: درِ دوست کے گداگروں کے ساتھ بیٹھ، کیونکہ جو آدمی بھی اس گروہ کے ساتھ بیٹھا وہ بادشاہ بن کر گیا۔

بروز جمعرات ۱۷ار جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

نفس (امّارہ) کا مطمئنہ بننا

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جب نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور بری صفات سے حسنات کی جانب لوٹتا ہے:

ع شاہے شدہ بر تخت صدر می نشیند

یعنی: ایک بادشاہ بن کر تختِ صدارت پر بیٹھ جاتا ہے۔

یہ حالت دائرہ ولایت کبریٰ، جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے، کو طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شرح صدر حاصل ہو جاتی ہے۔ نظر بدیہی ہو جاتی ہے اور استدلالی کشفی، جو فنائے نفس سے عبارت ہے، اس میں سے ہے۔

کمال فنا تک پہنچنا

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ اس فنا کا کمال بڑی مدت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ نے فرمایا ہے کہ جو سالک چالیس برس تک خلوت اختیار کرے اور ہر روز چالیس ہزار مرتبہ اسم ذات اور نفی واثبات پر مداومت کرے، وہ اس وقت کمال فنا تک پہنچتا ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شہید (مظہر جان جاناں) نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيْد (اللہ تعالیٰ ان کے مزار مبارک کو منور فرمائے) ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے تیس سال اکابر پیروں کی خدمت کی۔ چار سال مظہر انوار سبحانی حضرت سیّد نور محمد بدایونی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں پہنچ کر توجہ لی، آپ کے انتقال کے بعد چھ برس (آپ کے) مزار پُرانوار پر حاضر ہوتا رہا۔ اس کے بعد عارف باللہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ میں نے بارہ سال ان باکمال مرشد کی خدمت میں گزارے۔ ان کی رحلت کے بعد مفخر زہد وعبادت حضرت شیخ محمد عابد قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے دس برس آپ کی توجہ مبارک سے فیض پایا۔ ان کے وصال مبارک کے بعد تیس سال ہو گئے ہیں کہ اشغال واذکار، حلقہ اور مراقبہ میں مشغول ہوں اور لوگوں کو بیعت اور ہدایت کر رہا ہوں۔ تعلق علمی اور حِسّی جیسا کہ ہونا چاہیے، وہ دل میں نہیں رہا ہے اور خود کو مردہ پاتا ہوں۔ وجود سے کوئی نام اور خودی سے کوئی نشان نہیں رہا ہے، جو لوگ میرے پاس آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں، یا دوسروں کا پیغام پہنچاتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ میں مردہ ہوں اور یہ لوگ قبر پر آ رہے ہیں، سلام کر رہے ہیں اور گفتگو کر رہے ہیں اور پیغام پہنچا رہے ہیں۔ جب دوسری بار کہتے ہیں تو میں غور سے خود میں نگاہ کرتا ہوں۔ (پھر) کہتا ہوں کہ

شاید میں زندہ ہوں۔

اَنا کی فنا کا حصول

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ قیوم زمان، خلیفۂ رحمان، قطب شام وروم، عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کلمہ طیبہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہتے ہیں تو ''اِلَّا اللّٰہُ'' کی جگہ ''اِلَّا اَنَا'' متحقق ہوتا ہے۔ جب تک فنائے نفس، جس سے مراد ''اَنا'' (مَیں) کی شکستگی ہے، حاصل نہیں ہوتی (اُس وقت تک) ''اِلَّا اللّٰہُ'' کی جگہ ''اِلَّا اَنَا'' ہے۔ نیز عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز میں نے اَنا کی فنا کے لیے باری (تعالیٰ) عَزَّ اِسْمُہٗ کی بارگاہ میں بڑی عاجزی وزاری کی۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ بہت سی زناریں میرے نفس کی گردن سے گر رہی ہیں اور ٹوٹ رہی ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے والد اور مرشد حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کی خدمت میں اس واقعہ کا اظہار کیا۔ حضرت والدی قَدَّسَ اللّٰـہُ سِرَّہُ الْاَقْدَسُ نے فرمایا کہ ابھی تک فنائے کامل (حاصل) نہیں ہوئی۔ اس کے بہت عرصہ بعد بیت اللہ کا طواف کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اللہ سبحانہٗ جل شانہٗ کے فضل سے یہ عظیم دولت اور بڑی بخشش شاملِ حال بن گئی۔ اس پر اللہ کی تعریف اور احسان ہے کہ اس سعادت کے حصول میں جو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا میں گرفتار تھا، اس سے باہر نکل کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں مشغول ہو گیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ. (سورۃ الحدید، آیت ۲۱)۔ یعنی: یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ ناپسندیدہ اخلاق اور بشری صفات کی تبدیلی اور اَنا کو مٹانے کے لیے کلمہ طیبہ کا تکرار اور ذکر کی کثرت کرنی چاہیے، جب انوارِ الٰہی کا غلبہ ہوگا تو یقیناً سالک کے اخلاق واوصاف کو شکستگی حاصل ہو جائے گی۔ اس آیت کریمہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الْـمُـلُـوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِـزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً.

(سورۃ النمل، آیت ۳۴)

یعنی: بلاشبہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔

بروز جمعہ ۱۸/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

ذکر قلبی کے دوام کا اثبات

میں (حضرت عالی کے) حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ایک عزیز کو مخاطب کر کے (ارشاد) فرمایا کہ (یہ) آیت شریفہ ذکر قلبی کے دوام کی طرف اشارہ کرتی ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (سورۃ النور، آیت ۳۷)

یعنی: (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔

اور (اس) آیت کریمہ سے بھی اسی ذکر قلبی کے حکم کا مفہوم ملتا ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ. (سورۃ النساء، آیت ۱۰۳)

یعنی: پس کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) خدا کو یاد کرو۔

کیونکہ ذکر قلبی ہر وقت ہوتا ہے اور زبانی ذکر ہمیشہ کے لیے کرنا مشکل ہوتا ہے۔

بزرگوں کے خرقہ خلافت اور پگڑی کی برکات

اس دوران اخوان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ اگر ایک بزرگ اپنی زندگی کے دوران کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کرے اور اس کی وفات کے بعد وقت کے مشائخ کسی آدمی کو اس بزرگ کی جگہ بٹھا دیں اور اس بزرگ کا خرقہ اور پگڑی اسے پہنا دیں تو کیا اس شخص میں ایک برکت اور ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے؟ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اسی طرح ہے۔ اس کے بعد نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے وفات پائی اور انہوں نے اپنی زندگی کے دوران کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔ لوگوں نے اس بزرگ کے انتقال کے بعد جمع ہو کر اِس کا چغہ اور پگڑی ایک شخص کو پہنا دی، فوراً اس شخص کے احوال اس بزرگ کی

مانند ہوگئے اور وہ ترک وتجرید کے انہی مراتب پر پہنچ گیا۔

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے بعد چہلم کے روز لوگوں کا اجتماع ہوگا۔ ایک پرندہ غائب سے آئے گا۔ پس وہ جس آدمی کے سر پر بیٹھا، وہ میرا خلیفہ ہے۔ حاضرین یہ واقعہ سن کر حیران ہوئے۔ قضائے الٰہی جل شانہٗ سے اس بزرگ (کی وفات) کے واقعہ کے بعد چہلم کے روز یہی واقعہ پیش آیا کہ ایک پرندہ آسمان سے اڑتا ہوا لوگوں کے مجمع میں آیا (اور) بازار کے ہنر پیشہ ایک شخص کی چوٹی پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ شخص خلافت کے قابل اور طریقہ کی اجازت کے لائق نہیں ہے، لیکن اس بزرگ کے فرمان کے موجب اس شخص کو کہا کہ (ان بزرگ نے) خرقہ خلافت تجھے دینے کی وصیت کی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں بازار کا آدمی ہوں، میں اس کام کی لیاقت نہیں رکھتا۔ آخرکار تمام صاحبان کے کہنے پر اپنے شرف کو بھانپ کر اُس (شخص) نے کہا کہ میں بازار میں جا کر دینا اور لینا کر کے، اہلِ معاملہ لوگوں سے تعلق توڑ کر آتا ہوں۔ پس یہ شخص بازار میں گیا، معاملات کو نمٹا کر آیا اور خرقہ و پگڑی پہنا۔ حق تعالیٰ نے اسی وقت اس کو نسبت باطنی سے سرفراز فرما دیا۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) شاہ عبدالرحمٰن قادری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک بزرگ آدمی تھے اور ترک و تجرید میں مضبوط قدم رکھتے تھے۔ اکثر اوقات ایک گائے پر سوار ہوتے تھے۔ چار روٹیاں اور پنیر کا ایک ٹکڑا اپنے سر پر باندھتے تھے اور لباس کی بجائے چارپائی کا دھرنگا پہنتے تھے۔ ان سے خرق عادت زیادہ ظاہر ہوتی تھی۔ (حضرت) شاہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے (حضرت) شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ نام کا ایک شخص اس وقت آیا جب پیرزادہ کی خدمت میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے اور عرض کیا کہ اگر مرشد کا استعمال شدہ دھرنگا لباس مجھے عنایت ہو جائے تو اُس کا امیدوار ہوں۔ اور اُس نے چند بار اِس بات کا تکرار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص پاگل ہے جو دھرنگا مانگ رہا ہے۔ خیر لے لے۔ (حضرت) شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی وقت اس دھرنگا کو قابلِ فخر پوشاکوں سے بہتر سمجھ کر لوگوں کے سامنے پہن لیا۔ اُسی وقت سب لوگوں کی توجہ اُن کی طرف ہوگئی اور

وہ اپنے پیر کے جانشین بن گئے۔

بصورتے کہ توئی کمتر آفرید خدا
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

یعنی: جس صورت میں تو ہے، اس میں خدا نے بہت کم لوگ پیدا کیے ہیں۔ تجھے بنایا اور (پھر) خدا نے ہاتھ قلم سے کھینچ لیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرا شعر بھی یاد آیا ہے، لیکن اس کا پڑھنا ادب کا تقاضا نہیں ہے۔ پس بعض حاضرین مجلس کے کہنے پر (حضرت عالی نے) یہ پڑھا اور وہ یہ ہے، شعر:

تو باین جمال و خوبی بطور جلوہ آئی
''اَرِنِیْ'' بگوید آن کس کہ بگفت ''لَنْ تَرَانِیْ''[1]

یعنی: تو اس جمال و خوبی کے ساتھ بطور جلوہ آ، آرِنِـــیْ (مجھے دکھا) وہ کہتا ہے، جس نے کہا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔

بروز ہفتہ ۱۹/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت مولوی سیّد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب

میں (حضرت عالی کے) حضور حاضر ہوا۔ اس اثناء میں بعض عزیزوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰـهُ سِرَّهٗ کے کلام پر جو اعتراض کیے ہیں، ان کا تذکرہ ہوا۔ فضیلت پناہی (حضرت) مولوی سیّد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت (مرزا جان جاناں مظہر) شہید قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے برگزیدہ دوستوں اور احباب میں سے تھے۔ وہ مولوی فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نقل کر رہے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے

۱۔ قَـالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط قَالَ لَنْ تَـرٰنِیْ. (سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)۔ یعنی: (حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے) عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔

کہ اعتراضات کا جواب جس طرح حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے خود مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے، کسی شخص سے بھی نہیں بن سکتا۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مولوی غلام محی الدین کون آدمی تھے؟ ایک جنیدی بزرگ تھے۔ ان کا صبر و توکل اور قناعت و ریاضت جنیدیوں کی مانند تھا۔ گویا کہ سیّد الطائفہ حضرت جنید (بغدادی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی خانقاہ سے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ قبلہ حضرت مرزا صاحب (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) ان کے سامنے کیوں نہیں آتے؟ وہ کہتے تھے کہ لوگ عقل نہیں رکھتے، پیرزادگی سے کیا ہوتا ہے؟ وہ حضرت غوث اعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے فرزندوں سے تھے۔ مولوی باب اللہ صاحب مرحوم نے، جو اُن کے استاد تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں حاضر ہوں تو حضرت غوث پاک (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے ایک واقعہ میں ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مراد میرے فرزند غلام محی الدین کے ہاں حاضر ہے، (لہٰذا) یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بروز اتوار ۲۰ رجمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی عجیب عنایات

غلام قبلہ انام کے حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے بزرگانہ نگاہ مبارک سے اِس پُرتقصیر عاصی کے مخلصانہ آداب پر کمال مہربانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''دو روز ہوئے ہیں کہ میں نے اس شخص کے لطیفہ نفس پر توجہ کی ہے۔ لطیفۂ مذکور کے انوار اُس کی پیشانی پر دور سے ظاہر ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ! حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی عجیب عنایات ہیں کہ میں جس مقام میں بھی توجہ کرتا ہوں، اس مقام کے انوار اُسی وقت سالک پر وارد ہو جاتے ہیں۔ یہ سب پیران اکابر قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ کی عنایات ہیں۔

بروز سوموار ۲۱/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

نسبتِ عالیہ کی بے رنگی

مخلص (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں باریاب ہوا۔ عالی حضور کے پُرفیض دیدار کے شرف سے مستفیض ہوا۔ حضرت عالی نے اس عاجز اور آزردہ دل کو خطاب مبارک فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نسبت عالیہ میں کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ سب اذواق واشواق ولایت قلبی سے وابستہ ہیں۔

رکن اعظم

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں ذکر شرط ہے اور نگہداشت خواطر، وقوف قلبی، بازگشت اور مرشد کی توجہ بھی اس راستے کے ارکان سے رکن اعظم ہے۔

تمام علوم بسم اللہ کی ''باء'' میں درج ہیں

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ذکر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی ''باء'' میں درج ہیں، بلکہ ''باء'' کے نقطہ میں۔ حضرت عالی نے یہ رُباعی پڑھی:

دل گفت مرا علمِ لدنّی ہوس است تعلیم کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

یعنی: دل نے کہا کہ مجھے علمِ لدنّی کی ہوس ہے، اگر تجھے دسترس حاصل ہے تو مجھے سکھا دے۔

- میں نے کہا کہ الف۔ اُس نے کہا: ''اور!'' میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں۔'' گھر میں اگر کوئی شخص ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ایک نقطے میں تمام علوم کا درج ہونا اس معنی میں بھی ہوسکتا ہے کہ جو خط بھی کھینچا جاتا ہے، اس کا مبداء نقطہ

ہوتا ہے، بلکہ مبداء ''ا'' بھی یہی نقطہ ہے، کیونکہ جب کھینچا جاتا ہے تو خط کی صورت بن جاتا ہے۔ پس علم خط سے عبارت ہے جو نقطہ میں درج ہے۔

شب بیداری، خاموشی، کم کھانا اور خلوت گزینی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں مجاہدات وریاضات اور ترک وتجرید کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہم سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ دن کو گفتگو کرتا ہوں اور رات کو سوتا ہوں، (جبکہ) اس راستے میں شب بیدار رہنا ہے اور بولنے سے خاموش رہنا ہے۔ (نیز) کم کھانے اور لوگوں سے خلوت میں رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ معرفت کا ایک دروازہ کھل جائے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

جان بدہ و جان بدہ و جان بدہ
فائدہ در گفتن بسیار چیست

یعنی: جان دے اور جان دے اور جان دے، زیادہ بولنے سے کیا فائدہ ہے؟

بروز منگل ۲۲ رجمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

مراقبہ احدیت مسمّٰی اسم مبارک ''اللہ''

میں (حضرت عالی کے) حضور مبارک میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات قدسی کا درس (جاری) تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ شروع میں مراقبہ احدیت مسمّٰی اسم مبارک ''اللہ'' کرتے ہیں جو تمام صفاتِ کمال کا جامع اور نقصان و زوال سے منزہ ہے، صفات کے لحاظ کے بغیر کہ اللہ سننے والا ہے، یا دیکھنے والا ہے، یا جاننے والا ہے، یا قدرت رکھنے والا ہے۔ پس مولوی شاہ محمد عظیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ سننے، دیکھنے، جاننے اور قدرت وغیرہ کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس مراقبہ میں اس ذات کو ملحوظ رکھتے ہیں جو تمام صفات کی جامع ہے، نہ کہ صفات میں سے کسی صفت کو۔ کیونکہ اس ذات سے جو مقصود بالذات ہے، صفات جو مقصود بالعرض ہے، کی طرف توجہ کرنا مقصودِ حقیقی سے مطلوبِ عرضی کی جانب مائل ہونا ہے۔

بروز بدھ ۲۳؍ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

محبوب حقیقی کے ذاکرین اور مطلوب تحقیقی کے عابد

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ محبوب حقیقی کے ذاکرین اور مطلوب تحقیقی کے عابد، جو رات دن پروردگار کی یاد میں مصروف ہیں اور وہ شب و روز اس دل افروز شمع کی عبادت میں اُلفت فرماتے ہیں (پس)— لَیُرِیَنَّ اللّٰهُ مَا اَذْکُرُہٗ— یعنی: اللہ (تجھے) وہ دکھائے جس کو میں یاد کرتا ہوں۔

ہائے افسوس! صد افسوس! کہ ہم کھانے اور پینے میں مشغول ہیں۔ پس مجھے کہنا چاہیے کہ لَیُرِیَنَّ اللّٰهُ مَا آکَلُ وَاَشْرَبُ. یعنی: اللہ دکھائے (تجھے) جو میں کھا رہا ہوں اور پی رہا ہوں۔

فقیر

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں فقیر کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ "اَلْفَقِیْرُ مَنْ خَلَا عَنِ الْمُرَادِ لَا مَنْ خَلَا عَنِ الزَّادِ." "یعنی: فقیر وہ ہے جو مراد سے خالی ہوا، وہ نہیں ہے جو حال سے خالی ہوا۔

صبر و قناعت میں حضرت خواجہ ناصر رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں صبر و قناعت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ ناصر رحمۃ اللہ علیہ کمال صبر و قناعت رکھتے تھے اور قوت برداشت کے پہاڑ تھے۔ فاقے کاٹتے تھے اور اپنی جگہ سے ہلتے نہیں تھے۔ اپنے دونوں گھٹنوں پر رسّی باندھ کر خاک پر بیٹھ رہتے تھے، تا کہ اٹھنے کا خیال بھی نہ آئے۔ ہمیشہ حق جَلَّ وَ عَلَا کی بارگاہ میں التجا کرتے تھے کہ الٰہی! اگر میں بنی فاطمہ میں سے ہوں تو فاقہ میرے گھر سے نہ نکلے، (اور) مجھے رزق کی فراخی میسر نہ ہو۔ حضرت خواجہ میر درد (رحمۃ اللہ علیہ)، جو آپ کے صاحبزادے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام عمر میں ڈیڑھ فاقہ نصیب ہوا ہے۔ ایک (پورا) بائیس دن کا اور دوسرا آدھا پندرہ روز کا تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ! فاقہ کشی ایک عجیب

نعمت ہے، جسے اس کی برداشت ہوجائے تو صمدیت کی صفت ظاہر ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ نے شبِ فاقہ کو معراج کی رات کہا ہے۔

توحید وجودی اور صوفیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معارف

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں توحید وجودی کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا (حضرت) محی الدین ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے: ''اَلْعَالَمُ اَعْرَاضٌ مُجْتَمِعَةٌ فِیْ عَیْنٍ وَاحِدٍ.'' یعنی: کائنات کے بہت سارے مظاہر ایک آنکھ میں جمع ہیں۔

دوسرے صوفیہ جو ''ہمہ اوست'' کے قائل ہیں، ان کے کلمات اور تلفظات ظاہر میں شریعت کے مخالف معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور آپ کے پیروکاروں کے مکشوفات کے احوال ظاہر میں شریعت سے آراستہ اور باطن میں طریقت سے پیراستہ ہیں۔ ان کے اقوال میں ہے کہ جو معارف ایک بال بھر شریعت کے خلاف ہوں، وہ ایک جَو کی قیمت سے بھی نہیں خریدے جاتے۔ نسبت ذکر خفی اور وقوف قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور حضور و آگاہی اور جمعیت ہیں جو اعتبار بناتے ہیں۔ دوسرے طریقوں کے اکابر، جو احوال ذکرِ جہر اور سماع سے حاصل کرتے ہیں (اور) ان کو معتبر جانتے ہیں، یہ بزرگوار (صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ) اس کو غیر معتبر خیال کرتے ہیں، لہٰذا دوسرے صوفیہ ان کے مکشوفات پر اعتراض کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ ان کے معارف سمجھ کی تفہیم سے بلند اور ادراک کے درک سے بالا ہیں۔

بروز جمعرات ۲۴ رجمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حدیث شریف پڑھنے کے فیوض وبرکات

بندہ (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ! نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث شریف کے پڑھنے سے عجیب فیوض و برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ افسوس کہ اس برکت کے دیکھنے سے لوگوں نے چشمِ بصیرت بند کر

رکھی ہے۔ آج چند احادیث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب میں پڑھی گئی ہیں۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ جسم کو غسل سے بھی زیادہ پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل کو لطافت سے بھی زیادہ صفائی نصیب ہوئی۔

ہر روز عالمِ خیال میں مدینہ منورہ کی حاضری اور روضہ مطہرہ کی جاروب کشی

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میں ہر روز اپنے خیال میں مدینہ منورہ حاضر ہوکر روضہ شریفہ کے طواف سے مشرف ہوتا ہوں اور مرقد پاک کی گرد آرزو کی آنکھوں سے پلکوں کے جھاڑو کے ذریعے صاف کرتا ہوں۔ خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہوں اور روضہ منورہ کے طواف پر قربان ہوتا ہوں۔ کبھی اس جان بخش آستانہ کو چومتا ہوں اور کبھی اس خاکِ نور نظر پر پیشانی رگڑتا ہوں۔ ہائے افسوس، صد افسوس! شعر:

کفِ پا بہر زمینی چو رسد تو نازنین را
بلب خیال بوسم ہمہ عمر آن زمین را

یعنی: تجھ نازنین کا تلوا جس زمین کو چھوئے گا، میں عمر بھر اس زمین کو لبِ خیال سے چومتا رہوں گا۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ میرے احوال حضرت (مرزا جان جاناں) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو منور فرمائے) کے شعر کی طرح ہیں، جو آپ نے فرمایا ہے۔ شعر:

اگرچہ طاقت یک گردش نگاہم نیست
خدا کند ہمہ نازش بجان من باشد

یعنی: اگرچہ میں ایک نگاہ کی گردش کی طاقت نہیں رکھتا (لیکن پھر بھی) خدا کرے کہ اس کا تمام ناز میری جان پر ہو۔

نیز (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ عاشق شیدا جب ظاہر میں دلربا (محبوب) کے کوچہ کے طواف سے باریاب نہیں ہوتا تو وہ خیال میں اسے بجالاتا ہے، کیونکہ ہم درگاہ محبوب سے جدا ہیں اور اس سایۂ عاطفت سے دور ہیں، (لہٰذا) ہر بار چنگاریاں بکھیرنے

والی آہ زبان سے نکلتی ہے اور جلا کر رکھ دیتی ہے اور ہر گھڑی پُر جوش فریاد نکلتی ہے اور جان کو ایک آگ لگا دیتی ہے۔ شعر:

بنامۂ کہ بہ لیلیٰ خیال مجنون برد
بآن کرشمۂ کہ لیلیٰ برو نمود نثار

یعنی: اس خط سے جو مجنوں کا خیال لیلیٰ تک لے جائے، اس ادا سے جس سے لیلیٰ اس پر نثار ہوئی۔

اس کے ناز وادا کے خنجر کا تصور جدائی کے مارے ہوؤں کے دل پر بے نشان زخم لگاتا ہے اور اس کے ناز کی تلوار ہجر کے مارے ہوؤں کے سینہ پر نشتر مارتی ہے۔

فقراء کی ہم نشینی

اس روز جب دوپہر کے وقت بندہ (حضرت عالی کے) حلقہ میں حاضر ہوا تو اتفاق سے حلقہ کے درمیان کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔ بندہ ان فقیروں کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گیا جو امیروں کی محفل کی صدارت کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ حضرت عالی نے درویشوں کے اس کمترین کی طرف نگاہ فرماتے ہوئے زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا، شعر:

فریضہ است ترا آمدن بدرگہ دوست
اگر درون ندہد بار آستان دریاب

یعنی: درگاہ دوست میں آنا تیرے لیے فرض ہے، اگر اندر آنے کی اجازت نہ دے تو چوکھٹ پر ہی بیٹھ جا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے عرس کا فیض

اس کے بعد اخوان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف متوجہ ہو کر (حضرت عالی نے) دریافت فرمایا کہ آج حاضرین کے دلوں پر کس کیفیت سے حضور جاری ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ عجز و نیاز کی کیفیت زیادہ ظاہر ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آج چونکہ خواجہ خواجگان، پیر پیراں، فانی (فی اللہ) اور اللہ کے سوا سب سے منہ موڑنے والے حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے عرس کی رات ہے، (لہٰذا) برکات بہت ہیں اور آپ کی

نسبت شریف نے جہان کو گھیر رکھا ہے۔اس طرح کیوں نہ ہو کہ (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی امت کا چوتھا حصہ آپ کا مرید ہے۔ (حضرت عالی نے) زبان سے یہ مصرع پڑھا:

ع دل شکستہ بود گو بہر خزینۂ ما

یعنی: گو ہر خزانے سے ہمارا دل شکستہ ہی ہے۔

درگاہِ باری تعالیٰ میں سجدوں کی کثرت

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اکثر اوقات اپنے تمام وجود کو آنکھ کی پتلی تصور کر کے درگاہِ باری تعالیٰ میں سجدہ ادا کرتا ہوں اور کبھی اپنے دل کے دل سے سجدے کرتا ہوں۔اپنے خیال سے بہت زیادہ سجدے کرتا ہوں، یہاں تک کہ خود سے کوئی نام نشان نہیں چھوڑتا۔ پھر خود کو زندہ تصور کرتا ہوں۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، یہ عمل بجالاتا ہوں۔

بروز جمعہ ۲۵ر جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

عشق و عاشقی کا ثمرہ غم واندوہ ہے

مخلص (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جناب محبوب کے عاشقوں اور دیدار مطلوب کے طالبوں نے اکثر وفا نہیں دیکھی اور جفا اُٹھائی ہے۔ وہ دکھ کے خنجر سے قتل ہو کر (اور) غم کے نشتر سے زخمی ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ، شعر:

جز ترک عشق یار ستم کار چارہ نیست
آخر دلست جان من این سنگ خارہ نیست

یعنی: ظالم محبوب کے عشق کو ترک کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے (کیونکہ) جانِ من! آخر دل ہے یہ (کوئی) سخت پتھر نہیں ہے۔

لیکن ہم نہیں کہتے کہ یہ گفتگو بڑی بے ادبانہ اور (یہ) بات نہایت گستاخانہ ہے، البتہ ہم اس غزل کا حسین مطلع پڑھتے ہیں۔ شعر:

روئے عرق فشان تو کرد اینچنین مرا
تقصیر آفتاب و گناہ ستارہ نیست

یعنی: تیرے عرق فشاں چہرے نے مجھے یوں کر دیا ہے، (یہ) سورج کی غلطی اور قسمت کا قصور نہیں ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا: ''روئے'' سے مراد محبوب کی ذات ہے اور ''عرق'' صفات وشیونات ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے بے سروسامان اور گھر برباد، شکستہ حال اور پریشان خاطر، آزردہ دل، روتی ہوئی آنکھوں اور سینہ پیٹنے والا، لبوں پر آہ اور سرگرم مجلس، بیمار دل اور تڑپتی جان والا، پھٹے گریبان والا، دکھوں کا ساتھی اور عشق کے ماتم کا رفیق اس محبوب نے بنایا ہے جو ہر دَم اور ہر لحظہ ایک نئی تجلّی میں جلوہ گر ہوتا ہے اور ایک نئی صفت میں ظہور فرماتا ہے۔ (یہ) سورج کی گردش کی غلطی اور ستارہ کی اُلٹ پلٹ نہیں ہے، کیونکہ نجومیوں نے سعادت اور نحوست کو سات سیّاروں کی گردش پر موقوف کیا ہے۔

بروز ہفتہ ۲۶ / جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

مراقبۂ اقربیت

غلام (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ایک شخص کو ''مراقبۂ اقربیت'' کی تلقین فرمائی اور وہ معنی کے لحاظ سے (اس آیت) کریمہ سے عبارت ہے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. (سورۃ ق، آیت ۱۶) یعنی: ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔

بروز اتوار ۲۷ / جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی نسبت شریفہ کی بلندی

میں (حضرت عالی کے) پُرنور حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے دریافت فرمایا

کہ تو قبلہ عالم، عالی سیر حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے تخت شریف پر گیا تھا، تو نے ان کی نسبت معلوم کی؟ میں نے عرض کیا کہ ان کی نسبت شریفہ اس قدر ظہور کرتی ہے کہ گویا مجھے آسمان پر لے جا رہی ہے۔ وہاں پر کنکری سے آگ کی بجائے ایک نور کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے اور وہاں کے ہر درخت کا رنگ طور کے درخت کی مانند نظر آتا ہے۔ اس مکان کا ہر درخت پھل کی بجائے باری تعالیٰ کی محبت عطا فرماتا ہے۔ اس کی خاک کا ہر ذرّہ نور ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا: ''سبحان اللہ! کیا کہا جائے اور ان کے وصف کے موتی کو کیسے پرویا جائے؟''

بروز سوموار ۲۸/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

توجہ مرشد

مخلص محبوب سبحانی قیوم زمانی کی پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے توجہ فرما کر رخصت کیا۔

بروز منگل ۲۹/ جمادی الآخر (۱۲۳۱ھ)

مراقبہ اسم مبارک ''محمد'' صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صورت

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی سیدھا بیٹھتا ہے تو لفظ ''محمد'' صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل بن جاتی ہے۔ اس طرح کہ سر ''میم'' کی صورت میں، کندھے ''حا''، کمر ''میم'' کے حلقہ کی شکل میں اور پنڈلیاں ''دال'' کی صورت میں بن جاتی ہیں۔ اس صورت میں بیٹھ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسم مبارک کا مراقبہ کرتے ہیں اور بہت زیادہ فیض وارد ہوتا ہے۔

لطائف کے ذکر کے دوران فیض کا تصور

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ذکر قلبی کے وقت خیال کرنا چاہیے کہ تجلی افعالی کا جو فیض سیّد البشر (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَكْبَرُ کے دل سے

ابوالبشر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے دل پر پہنچا ہے، وہ میرے دل پر آ رہا ہے۔ لطیفہ روح میں تصور کرے کہ تجلی صفات ثبوتیہ الٰہیہ کا جو فیض حضرت سیّد عالم (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روح مبارک سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے روح (مبارک) پر پہنچا ہے، وہ میرے روح پر جاری ہو رہا ہے۔ ذکر لطیفہ سر کے وقت خیال کرے کہ شیونات ذاتیہ الٰہیہ کا جو فیض حضرت سیّد العالمین (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ اَفْضَلَ صَلَاۃُ الْمُصَلِّیْنَ کے لطیفہ سر مبارک سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ اللّٰہ کے (لطیفہ) سر (مبارک) پر پہنچا ہے، وہ میرے لطیفہ سر میں آ رہا ہے۔ لطیفہ خفی کے ذکر کے وقت خیال کرے کہ تجلی صفات سلبیہ الٰہیہ کا جو فیض حضرت سرور دو عالم (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْاَعْلٰی کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا کے لطیفہ خفی کو پہنچا ہے، وہ میرے لطیفہ خفی پر وارد ہو رہا ہے۔ (لطیفہ) اخفیٰ کے ذکر میں لحاظ کرنا چاہیے کہ حضرت خاتم النبیّین (محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْمَنَّان کے لطیفہ اخفیٰ سے شان جامع الٰہی کا فیض میرے لطیفہ اخفیٰ پر ظہور کر رہا ہے۔ ان مراقبات سے نسبت میں بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ لطائف میں سے جس لطیفہ کا ذکر کرے، اس وقت اپنے مرشد کا وہی لطیفہ اور اپنے مرشد کے مرشد کے لطیفہ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تک اسی طرح اپنے سامنے تصور کر کے حضرت سیّد البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ شریفہ کا فیض ان آئینوں کے ذریعے اپنے لطیفہ میں اخذ کرے۔

اپنے مطلوب کے وصال کے خیال

اس کے بعد حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ میں اپنے مطلوب کے وصال کے خیال میں رہے اور اس کے جلوہ کا انتظار کرے۔ پھر آپ نے اپنے پُر فیض دل سے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ یہ درد بھرے ابیات اور یہ غم انگیز اشعار ہم فراقِ یار کے ماروں اور اشتیاقِ محبوب کے بیقراروں کے حال کے مطابق ہیں:

زگرمہائے دوشین تو امشب یاد می کردم سپند آساز جا می جستم و فریاد می کردم
فریب خویش می دادم کہ اینک یار می آید بہر آواز پائے خاطر خود شاد می کردم
یعنی: تیری گذشتہ رات کی سرگرمیوں کو میں آج رات یاد کر رہا تھا۔ میں ہَرمل کی طرح (اپنی) جگہ سے اچھل رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا۔
۞ میں خود کو فریب دیتا تھا کہ ابھی محبوب آ رہا ہے، میں پاؤں کی ہر آواز سے اپنے دل کو خوش کر رہا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے کمالات

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہر کمال جو بنی نوع انسان میں واقع ہو سکتا ہے، اس کا جلوہ آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) میں ظاہر ہو چکا ہے، مگر نبوت (نہیں)، جو خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نبی (کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جمال کے مطلع اور حضرت سیّد البشر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کمال کے مظہر ہیں:

ہر لطائف کہ نہان بود پس پردۂ غیب ہمہ در صورت خوب تر عیان ساختہ اند
ہرچہ بر صحیفہ اندیشہ کشد کلک خیال شکل مطبوع تو زیبا تر ازان ساختہ اند
یعنی: تمام لطافتیں جو پردۂ غیب کے پیچھے پوشیدہ ہیں، وہ سب تیری حسین صورت میں عیاں کر دی گئی ہیں۔
۞ خیال کا قلم سوچ کے صحیفہ پر جو (تصویر) بنا سکتا ہے، تیری پیاری شکل اس سے بھی زیادہ خوبصورت بنائی گئی ہے۔

بروز بدھ یکم رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

سماع اور وجد و تواجد کی مجلس سے اجتناب

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی کو ایک شیخ

طریقت نے حضرت مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بلایا تھا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہم جس جگہ سماع اور وجد و تواجد کی مجلس ہو ہرگز نہیں جاتے ہیں، خواہ بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کا فاتحہ ہو۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ خدا جانتا ہے کہ ہم سے کونسی خطا سرزد ہوئی کہ صبح سویرے ہمیں بدعت کی مجلس میں طلب کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ ہمیں فقیر آدمی سمجھ کر فقرا کی مجلس میں بلایا گیا ہے، ہم بہت زیادہ خوش ہوئے ہیں۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم یا کسی بزرگ سے نسبت اویسی حاصل کرنے کا طریقہ

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یا کسی بزرگ کی اویسی نسبت طلب کرے، اسے چاہیے کہ ہر روز خلوت میں دو رکعت (نفل) ادا کرے اور اس بزرگ کا فاتحہ پڑھ کر، اس بزرگ کی روح کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھ رہے۔ چند روز میں یہ نسبت شریفہ ظاہر ہو جائے گی۔ یا نمازِ عشاء کے بعد اپنے خیال سے سرور (دوعالم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بیعت کرے اور کہے: ''یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) بَا یَعْتُکَ عَلٰی خَمُسِ شَھَادَۃِ: اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَقَامَ الصَّلَاۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمَ رَمَضَانِ وَحَجَّ الْبَیْتِ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا. ''یعنی: یارسول اللہ! میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں: لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور یہ (ماننا) کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنا، اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے کی صورت میں۔ اس طرح کا عمل ہر رات کیا جائے۔

بروز جمعرات ۲/رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

طریقہ مجددیہ کے سلوک کی تکمیل کی مدت

غلام خاص و عام کے ہادی کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ

متوسط درجے کی استعداد رکھنے والا طالب مرشد کامل مکمل کی توَجہ سے دس سال کے عرصے میں اس طریقہ شریفہ مجددیہ کا سلوک مکمل کر لیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ بری صفات کا حسنات میں تبدیل ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو خصائل انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہیں، ان کا دور ہونا بہت مشکل ہے۔ اس کے علاوہ جب تک سالک اخلاقِ الٰہی سے آراستہ نہ ہو جائے وہ طریقہ کے پیروں میں شامل نہیں ہوتا۔

نسبت باطنی کا ادراک

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں نسبت پہچاننے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حق سُبْحَانَهٗ جَلَّ شَانَهٗ نے مجھے ایسا ادراک اور وجدان عطا فرمایا ہے کہ میرے تمام بدن نے قلب کی صورت اختیار کر لی ہے، جس طرف سے بھی کوئی شخص آتا ہے، وہ چہرے کی طرف سے آتا ہے، یا پیٹھ کے پیچھے سے، یا دائیں سے، یا بائیں سے، میں اس کے باطن کی نسبت کو معلوم کر لیتا ہوں اور (بالکل) واضح طور پر دیکھتا ہوں۔

بروز جمعہ ۳/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

مراقبہ اسم الباطن

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی مولوی شیر محمد اور مولوی محمد عظیم سَلَّمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی کو عناصر ثلاثہ، سوائے عنصر خاک کے توجہ دے رہے تھے۔ (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اس مقام میں مراقبہ مسمّٰی اسم الباطن کرتے ہیں، کیونکہ فیض مسمّٰی اسم الباطن ہے اور فیض کے ورود کی جگہ عناصر ثلاثہ ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی اصطلاح میں اس مقام کو ''ولایت علیا'' کہتے ہیں۔

مراقبہ اسم الظاہر

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ جیسا کہ مراقبۂ اسم الباطن اس مقام میں کرتے ہیں، اسی طریقہ سے مراقبہ اسم الظاہر لطائف سبعہ میں کرتے ہیں، کیونکہ اس مقام میں مبداء فیض مسمّٰی اسم الظاہر اور فیض کے ورود کی جگہ لطائف سبعہ ہیں۔ اگرچہ مراقبہ اسم

الظاہر حضرت (مرزا جان جاناں) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد نے مجھے تلقین نہیں فرمایا ہے، لیکن حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراقبہ اس مقام میں فرماتے ہیں۔ میں بعض طالبین کو تلقین کرتا ہوں جیسا کہ میں نے میاں ابوسعید صاحب اَسْعَدَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِی الدَّارَیْن کو تلقین کیا تھا۔ حضرت عالی نے یہ (مراقبہ) ناچیز بندہ (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی تلقین فرمایا تھا۔

بروز ہفتہ ۴ر رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

بے انتہا عنایات الٰہی اور نسبت نقشبندیہ کا فیض بیکراں

میں (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ عنایت الٰہی کی بے انتہا نعمتیں، جو مجھ نالائق کو عطا ہو رہی ہیں، میں ان کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ لوگ حق (تعالیٰ) جَلَّ وَ عَلَا کی طلب کے لیے بغداد، سمرقند، بخارا اور تاشقند سے یہاں آ رہے ہیں اور نقشبندیہ مجددیہ نسبت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق ایک فیض حاصل کرتا ہے۔ میں کیا ہوں؟ حضرت اللہ رحمان کی یہ سب عنایتیں (حضرت) مرزا جان جاناں (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی توجہات کے واسطہ سے درویشوں کے اس کمینے کے شاملِ حال ہیں۔ سچ ہے کہ، شعر:

گر بر تن من زبان شود ہر موئی
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

یعنی: اگر میرے تن پر ہر بال کو زبان مل جائے تو میں تیرے ہزار (احسانوں) میں سے ایک کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

دید قصور

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میری دید قصور (خود کو کم درجہ سمجھنا) یوں ہے کہ جب کوئی کتا میرے گھر آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ الٰہی! میں کون ہوں جو تیرے مقربین (دوستوں) کو نجات کا وسیلہ بناؤں، تو اس کتے، جو (تیری) مخلوق میں سے ہے،

کے صدقے میرے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے اوپر نظر عنایت فرما۔

حضرت سیّد احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بغداد سے دہلی حاضری

نیز اسی روز حضرت غوث اعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی اولاد سے سیّد احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا خالد رومی مدظلہم العالی، جو حضرت عالی کے بڑے خلفاء میں سے ہیں اور اس سلطنت میں لوگوں کے ہادی اور بنی آدم کے پیشوا ہیں، سے حضرت عالی کے احوال سن کر (اور) اپنی مشیخیت ترک کر کے بغداد شریف سے حضرت عالی کے دست (مبارک) پر بیعت کرنے کے ارادہ سے، منازل قطع کر کے اور مراحل طے کر کے آئے ہیں۔

بحرِ محیط سے فیض یابی

حضرت عالی نے فرمایا کہ محض اس گناہوں کے چھپانے والے کی ستّاری اور اس گناہوں کے بخشنے والے کی بخشش (اور) اس معیوب کی پردہ پوشی ہے کہ وہ اس مشت بھر ناپاک خاک پر رحمت کے بادل کی بارش اور بزرگی کے بادل کی تراوش اس طرح کر رہا ہے کہ میرا ہر قطرہ اس بحرِ محیط کی فیاضی سے فیض پا رہا ہے، ورنہ میرا حال اس شعر کے مطابق ہے:

نہ تند رویم نہ طاؤس نہ آنیم چرا
جہد صیاد پئے کندن بال و پر است

یعنی: ہم نہ تیز چلنے والے ہیں، نہ مور (اور) نہ ہی ایسے ہیں، شکاری (ہمارے) بال و پر اُکھیڑنے کے درپے کیوں ہے؟

بروز اتوار ۵/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

بندہ (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ کام سے آئے ہو۔ یہ بات کام آ گئی ہے کہ زمین کے چاروں اطراف سے لوگ کثیر تعداد میں یہاں آ کر استقامت اور تمکین کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ایک سو چالیس آدمی اللہ تعالیٰ کے

طالبین میں سے جمع ہو چکے ہیں اور روز بروز زیادہ ہو رہے ہیں۔ میرے دل میں کوئی خوف نہیں آتا کہ ان کو کھانا پینا چاہیے، یا پہننے کے لیے لباس کی ضرورت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمَنَّہ (اللہ کی تعریف ہے اور اس کا احسان ہے) کہ میرے دل سے دو جہان کے خطرات کا خوف اٹھا لیا گیا ہے اور اِس اور اُس کے خیالات سے پاک ہو گیا ہے۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ناصر علیؒ کے قول کے مطابق، شعر:

جمعے کہ سر بسجدہ وحدت فروکنند
گر یاد دوست سینہ بخارد وضو کنند

یعنی: جو لوگ سجدہ وحدت میں سر جھکاتے ہیں، اگر محبوب کی یاد (ان کا) سینہ کھجلائے تو وہ وضو کرتے ہیں۔

کہاں غیر (اللہ) کا خیال جو بلند سیر عارف کو (آنا) سخت محال ہے۔

ہندو اور برہمن بچے کا قبولِ اسلام

اسی اثناء میں (حضرت عالی نے) اس (آیت) کریمہ: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا (سورۃ الدھر، آیت ۲۔ یعنی: ہم نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا، تا کہ اسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا) کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ قدرت الٰہی کی صنائع بدائع کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیسی خوبصورت شکلیں اور دلکش صنعتیں پیدا کی ہیں اور بہت ہی خوبصورت قالب بنائے ہیں۔ ایک روز ایک ہندو اور برہمن بچہ میری مجلس میں آیا۔ وہ پیاری صورت اور پسندیدہ لباس رکھتا تھا۔ اس مجلس کے تمام لوگوں کی توجہ اس کے چہرے کی طرف ہو گئی۔ میں نے اس کی ہدایت کے لیے کئی بار دعا کی۔ آخر کار دعا قبول ہوئی اور اُس برہمن بچے نے کفر کا گریبان اپنی گردن سے پھاڑ ڈالا اور ایمان کی پوشاک پہن لی۔ اس نے قیامت کی مانند اپنے قد کو ایمان کے درست (حسین) زیور سے آراستہ کر لیا اور وہ اپنے حسن کو نورِ اسلام سے منور کر کے اُٹھا۔

بروز سوموار ۶ / رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کی نسبتِ نقشبندیہ کا تذکرہ

بندہ (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ آج خواجہ خواجگان پیر پیراں (حضرت) خواجہ معین الدین چشتی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کے عرس کا دن ہے۔ حضرت عالی نے حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کے احوال بیان فرمائے کہ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کی عمر ستّر یا اسّی سالہ تھی۔ ایک روز آپ اپنے باغ میں، جو میووں سے پُر تھا اور جس میں پانی جاری تھے، تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کے سامنے ایک قلندر آیا اور پانی کے لیے درخواست کی۔ آپ میووں سے پُر ایک تھال اور میٹھے پانی کا پیالہ اس کے لیے لے آئے۔ اس درویش نے میووں کو تناول فرمایا اور پانی کو پی لیا اور حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کے لیے دعا کی۔ اسی وقت حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کا دل دنیا سے بھر گیا اور جو کچھ آپ کی ملکیت اور قبضے میں تھا، اس کو چھوڑ دیا۔ (سب سے) پہلے علم کی طلب فرمائی اور (پھر) مردانہ وار حق (تعالیٰ) جَلَّ وَ عَلَا کی طلب میں لگ گئے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کی خدمت مبارک میں پہنچے۔ بیس سال کے قریب ان کی خدمت شریف سے فیوض و برکات اخذ فرمائے۔ نیز حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کے حضور بھی حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کی بھی زیارت کی۔ چھ ماہ ان کی خدمت میں رہے تھے۔

(حضرت عالی نے) اس محفل میں فرمایا کہ مولانا بدر الدین سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کے صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے، نے اپنی کتاب میں ایک عجیب (بات) نقل کی ہے کہ میں اتفاقاتِ زمانہ سے دہلی شریف میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ انوار و برکات سے پُر ایک باغیچہ راستے کی طرف واقع ہوا۔ میں اس باغ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہمارے خواجہ حضرت باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کا

مزارِ پُرانوار اس جگہ ہے۔ میں حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھ رہا۔ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے میرے حال پر عنایت فرمائی، (اور) اپنی مخصوص نسبتیں عطا فرمائیں۔ اس کے بعد میں حضرت خواجہ قطب الدین قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی زیارت کو گیا اور مراقبہ میں مصروف ہوا۔ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ جو نسبت تمہیں حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) سے پہنچی ہے، وہ ہماری نسبت ہے۔ اس کے بعد میں حضرت سلطان نظام الدین (اولیاء قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ (حضرت) سلطان جیو (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ میری نسبت میں محبوبیت زیادہ غالب ہے۔ اس کے بعد میں حسبِ اتفاق اجمیر شریف پہنچا اور حضرت خواجہ بزرگ (اجمیری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) سے تمہیں جو نسبت پہنچی ہے، وہ ہماری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ! حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے کبھی نہیں فرمایا کہ مجھے حضرت چشت کی نسبت پہنچی ہے اور آپ اس طرح فرماتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت خواجہ (بزرگ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی خدمت میں پہنچ کر آپ سے ایک نسبت کسب کی ہے، وہ نسبت مجھ سے خواجہ قطب الدین (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے لی ہے اور حضرت خواجہ قطب الدین (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) سے حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو پہنچی ہے۔ پس وہ نسبت در حقیقت حضرات خواجگان نقشبندیہ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ کی ہے جو مجھے پہنچی ہے اور مجھ سے حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو پہنچی ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے ذریعے ہندوستان کے شہروں میں اسلام جاری ہوا اور آپ سے بہت زیادہ تصرفات صادر ہوئے اور آج کے دن تک ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد (حضرت عالی نے) ایک حافظ کو حکم فرمایا کہ پانچ آیات پڑھنے کا حکم فرمایا اور پھر (حضرت عالی نے) حضرت خواجہ (بزرگ

قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) کا فاتحہ پڑھا۔

نسبت نقشبندیہ کے بارے میں لطیف نکتہ

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ میں کئی نسبتیں ظاہر ہوئی ہیں، لیکن اصل نسبت حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ کی ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ایک لطیف نکتہ (بیان) فرمایا کہ کھانے کی دیگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) نے پکائی۔ اس دیگ میں زیادہ نمک حضرت مخدوم اعظم (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) نے ڈالا۔ ان کی نسبت نے تیزی پیدا کر دی۔ اس دیگ میں سرخ مرچیں حضرت میر ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالیں (اور) وہ نسبت زیادہ تیز ہوگئی۔ حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ) نے اس دیگ میں دہی ڈالی۔ اس نے ایک (نئی) کیفیت پیدا کر لی اور نسبتوں کی تیزی اس طرح سے نہ رہی۔

ایک مشاہدہ

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ میں نے ایک مشاہدہ میں دیکھا ہے کہ حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اس مکان میں رونق افزا ہو کر مجھے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لیے زندہ ہو کر آئی ہوں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی فضیلت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں نبی (کریم) عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهُ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ کے صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ) کی فضیلت کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ تمام امت میں سب سے زیادہ افضل اور ملت کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اشرف ہدایت شدہ خلفائے راشدین رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ہیں کہ ان چاروں میں سے ہر ایک کے ذریعے ہدایت کی دھوم زمین کے چاروں اطراف میں پھیل گئی۔ اس کے بعد عشرہ مبشرہ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْ عَنْهُ)، جن کا عشر عشیر کمال بھی کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ان کی مانند کسی نے کوئی بشارت سنی ہے۔ اس کے بعد شہدائے بدر (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْ عَنْه)، جن میں

سے ہرایک آسمانِ شہادت کا چودھویں کا چانداور آسمان ولایت کا چاند ہے۔اس کے بعد اصحاب بیتِ رضوان (رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمْ وَ رَضُوْ عَنہ) ہیں، جو درخت کے نیچے بیعت ہوکرایمان کی ندی سے سرسبز وشاداب ہوئے ہیں۔اس کے بعد اصحاب اُحد رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمْ وَ رَضُوْ عَنہ ہیں، جن کو تمام امت کے اولیاء میں سے کوئی ایک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد تمام صحابہ (کرام) رِضْوَانُ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْوَھَّابُ ہیں۔جس کسی نے ایمان کی نظر سے زمین وزمان کے سردار (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے، وہ ان اکابرین کے گروہ میں شامل ہے اور (اس حدیث شریف) کی بشارت سے خوش اور مسرور ہیں: ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ .'' (لسان المیزان، جلد۲: ۴۸۸؛ اتحاف، جلد۲: ۲۲۳؛ تلخیص الجبیر، جلد۴: ۱۹۰؛ میزان الاعتدال، ۱۵۱۱، ۲۲۹۹؛ الکاف الشاف، ص۹۴)۔

یعنی: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

(نیز وہ) جنت کی بشارت پانے والے ہیں، کیونکہ (یہ) آیت کریمہ اس پر ناطق ہے:

وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی. (سورۃ النساء، آیت ۹۵) یعنی: اور اللہ نے سب سے اچھے گھر کا وعدہ کررکھا ہے۔

بروز منگل ۷/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

دنیا کی آلودگی

فقیروں کا یہ کمینہ بے ریا مرشد (حضرت عالی) کی محفل میں داخل ہوا۔اس وقت حضرت امام ربانی قیوم زمانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات قدسی آیات کا درس (جاری) تھا، اس مقام میں آپ نے دنیا اور اہلِ دنیا کی خدمت تحریر فرمائی تھی کہ جو شخص دنیا سے آلودہ ہے، اس کے لیے روزِ جزا میں سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ نہیں ہے۔

حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی ضرورت ہے اُس پر زیادتی کرنا طلبِ دنیا ہے۔

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز دل کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے غافل کرے، وہ دنیا ہے اور پھر (آپ نے) یہ شعر پڑھا:

چیست دنیا و لباس دنیوی　　از خدا غافل شدن اے مولوی
چیست دنیا از خدا غافل شدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی: دنیا اور دنیاوی لباس کیا ہے؟ اے مولوی (یہ) خدا سے غافل ہونا ہے۔

٭ دنیا کیا ہے؟ (یہ) خدا سے غافل ہونا ہے، نہ کہ گھر کی چیزیں، چاندی اور اہل و عیال۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا کنگن اتار دینا

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت سیّدۃ النساء بتول (فاطمۃ الزہرا) رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دیکھا کہ (حضرت) سیّدۃ النساء (رضی اللہ عنہا) کے دست مبارک میں چاندی کا کنگن ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا: مَالِي وَ لِلدُّنيَا (جامع الترمذی، نمبر ۲۳۷۷؛ الزہد، ص ۵۴۱-۵۴۲)۔ یعنی: مجھے دنیا سے کیا غرض!

پس جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے گھر تشریف لے آئے تو حضرت (سیّدہ) فاطمۃ (الزہرا رضی اللہ عنہا)، جو کہ اپنے محبت کرنے والوں کو آگ سے بچانے والی تھیں، نے دونوں ہاتھ کی اس آگ کنگن کو فوراً اپنے ہاتھوں سے اتار کر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور بھیج دیا۔ امام الانبیاء (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے فقراء میں صدقہ فرما دیا۔

اصحاب صفّہ (رضی اللہ عنہم) کی قابلِ تقلید حیات مبارکہ

نیز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اصحاب صفّہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ایک نے

وفات پائی۔اس کے پہنے ہوئے کپڑوں سے ایک درہم ملا۔آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ بات عرض کی گئی تو آنخضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا: کَیٌّ مِّنَ النَّارِ. یعنی: (یہ) آگ کا ایک داغ اپنے ساتھ لے گیا۔اس کے بعد اصحاب صفّہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ایک اور صاحب نے رحلت فرمائی۔اچانک ان کے کپڑوں سے دو درہم برآمد ہوئے۔ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کَیَّانِ مِنَ النَّارِ. یعنی: یہ آگ کے دو داغ اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس کے بعد حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں سے بعض جامع القرآن حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ اور صاحب رجا اور خوف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح آنسرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں بہت زیادہ مال رکھتے تھے اور آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال (مبارک) کے بعد بھی صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں سے اکثر (حضرات) نے دنیا کا کمال جاہ وجلال پایا اور سچ یہ ہے کہ اس سے ان کے حق جَلَّ جَلَالَهٗ کے قرب میں کوئی فتور اور نقصان پیدا نہ ہوا۔پس معلوم ہوا کہ اصحاب صفّہ (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں جو "آگ کا ایک داغ" بیان ہوا ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ترک وتجرید کا دعویٰ کیا تھا، لہٰذا اس چیز سے ان کے دعویٰ کے صدق میں ایک خلل واقع ہوا۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ صوفی کو اصحاب صفّہ (رضی اللہ عنہم) کی پیروی کی ضرورت ہے، ورنہ وہ اعتبار کے مقام سے گرے ہوئے ہیں اور کل بیشمار حسرت وندامت (سے دوچار ہیں)۔جی ہاں! جو شخص محبوب کے چہرہ کی طرف مائل ہے، دنیا اور اہلِ دنیا سے مصروف ہونا اس کے لیے زہر قاتل ہے۔رازوں سے آگاہ حضرت فریدالدین عطار قَدَّسَ سِرَّهٗ نے ایک مقام پر جو کہا ہے (یہاں) نصیحتوں کے کیسے موتی پروئے ہیں، نظم:

گرچہ ظاہر ہست پر نقش و نگار زہر دارد از درون دنیا چو مار
لیک از زہرش بود جانرا خطر می نماید خوب و زیبا در نظر

زہر این مار منقش قاتل است — باشد از وے دور ہر کو عاقل است
ہمچو طفلان منگر اندر سرخ و زرد — چون زنان مغرور رنگ و بوئے مگرد
ز آل دنیا چون عروس آراستہ — ہر دو روزی شوی دیگر خواستہ
لب بہ پیش شوی خندان می کند — پس ہلاک از زخم دندان می کند
مقبل آن مرد یکہ شد زین جفت طاق — پشت بروے کرد دادش سہ طاق

یعنی: دنیا کا اندر سانپ کی مانند زہر رکھتا ہے، اگرچہ (اس کا) ظاہر نقش ونگار سے پُر ہے۔
- نظر میں بھلا اور خوبصورت لگتا ہے، لیکن اس کے زہر سے جان کو خطرہ ہے۔
- اس منقش سانپ کا زہر قاتل ہے، اس سے وہ دور رہتا ہے جو عقلمند ہے۔
- تو بچوں کی طرح (اس کے) سرخ و زرد کو مت دیکھ، عورتوں کی مانند (اس کے) رنگ وخوشبو میں مغرور نہ ہو۔
- دنیا کی چیزوں سے سجی دلہن کی طرح، ہر دو روز میں تو (ایک) دوسری چاہے گا۔
- تو اس کی جانب جھکے تو خوش کر دیتی ہے، پھر دانتوں کے زخم سے ہلاک کر ڈالتی ہے۔
- مقبول (درگاہ الٰہی) وہ آدمی ہے جو اس کے ملاپ سے الگ ہوا، اس کی جانب پیٹھ کی (اور) اس کو تین طلاقیں دے دیں۔

یہ کہ صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ) کو مال وملکیت اور جاہ وجلال عطا فرمایا گیا تھا، (سالک) خود کو اس پر قیاس نہ کرے۔ دل کے آئینہ سے اس بے مقصد زنگ کو اُتارنا چاہیے۔ اس بارے میں حضرت مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) نے کتنا خوبصورت شعر نظم فرمایا ہے، شعر:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

یعنی: تو پاکیزہ لوگوں کے کام کو خود پر قیاس نہ کر، اگرچہ لکھنے میں شیر شیر (دودھ) آیا ہے۔

بروز بدھ ۸؍رجب المرجب (۱۴۳۱ھ)

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام خواتین پر فضیلت

غلام قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت **جامع ترمذی** کا درس جاری تھا۔ (یہ) حدیث (شریف) پڑھی گئی: ''فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ.'' (**صحیح البخاری**، جلد۴: ۲۰۰؛ **صحیح مسلم**: فضائل صحابہ، ۸۹؛ **جامع الترمذی**، نمبر ۳۸۸۷؛ **مسند احمد بن حنبل**، ۳: ۲۶۴، ۶: ۵۹)۔ یعنی: (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اس حدیث شریف سے (ام المؤمنین) حضرت (سیّدہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ثابت ہوئی۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا: ''آپ (ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو جو فضیلت (حاصل) ہے وہ علم و اجتہاد، فقاہت، ترک و تجرید اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبوبیت کی وجہ سے تمام خواتین پر ہے۔'' (حضرت عالی نے) فرمایا کہ آپ کے ترک و تجرید کے بارے میں آیا ہے کہ ایک روز آپ کے پاس اٹھارہ ہزار درہم آئے۔ سب کو اسی مجلس میں صدقہ کر دیا۔ ایک پائی بھی اپنے پاس نہ رکھی۔ حضرت (سیّدہ) فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت ہے کہ آپ نبی (کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جگر کا ٹکڑا ہیں، حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کو جو شرافت (حاصل) ہے، وہ حضرت عیسیٰ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی والدہ ماجدہ ہونے کی وجہ سے ہے اور حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) کو جو بلند مرتبہ (حاصل) ہے، وہ حضرت موسیٰ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّاتُ کی پرورش کرنے کی بنا پر ہے، نیز سختیاں، تکلیفیں، مصیبتیں اور بلائیں برداشت کرنے کی وجہ سے ہے، جو فرعون کے ہاتھ سے آپ کو پہنچیں۔ آپ (حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا) نے اس ایوانِ ظلمت میں، جس کی ہر طرف سے کفر و ضلالت کی طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں، ایمان کی مشعل اور نورِ عرفان کے چراغ کو بجھنے نہ دیا، (لہٰذا) حق

سبحانہٗ نے آپ کواعلیٰ درجات پر پہنچادیا۔

بروز جمعرات ۹/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

دنیا کی تین بے مثال کتابیں: قرآن مجید، بخاری شریف اور مثنوی شریف

بندہ (حضرت عالی کی) پُرفیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت مثنوی شریف حضرت مولانا روم قَدَّسَ سِرَّہٗ کا درس (جاری) تھا۔ حضرت عالی نے اس سے فراغت کے بعد اپنی موتی بکھیرنے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ تمام امت میں تین کتابیں ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اوّل اللہ کا کلام (قرآن) مجید، اس کے بعد بخاری شریف، (اور) پھر مثنوی مولانا روم (قَدَّسَ سِرَّہٗ) جس کی طرح کلام اللہ اور بخاری کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اس مثنوی شریف پر عمل کرے تو پیرِ طریقت کی تربیت کے بغیر اسرار معرفت سے بہت زیادہ حصہ پالیتا ہے اور حق جَلَّ وَ عَلَا کے واصلین کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

اگر حضرت مجدد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ ارباب وجود کو توجہ دیں تو سب شہود پر آجائیں

اس کے بعد (حضرت) امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو کمال حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) رکھتے ہیں، امت میں کوئی کم ہی رکھتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر آپ تمام وحدت وجود والے (حضرات) کو توجہ فرمائیں تو وہ ''وجود'' کے تنگ راستے سے (نکل کر) شہود کی شاہراہ پر آجائیں اور یقین ہے کہ حضرت محی الدین ابن العربی قَدَّسَ سِرَّہٗ جو اس گروہ ''وجودیہ'' کے مجتہد ہیں، وہ حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی توجہ سے اس تنگ مقام سے مقامِ اعلیٰ کی طرف ترقی کریں۔

پیرانِ طریقت اور مرشدانِ حقیقت کی اقسام

اس کے بعد حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ طریقت کے پیروں اور حقیقت کے مرشدوں کی تین قسمیں ہیں؛ اوّل: اربابِ کشف، جس طرح کہ حضرت (جان جاناں

مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيْد، دوّم: اربابِ ادراک، اور سوّم: اربابِ جہل جو کشف کے مطابق نسبت کا ادراک نہیں رکھتے۔ ان تینوں گروہوں کے کمال میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

مناقب شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد (حضرت) شیخ سعدی شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آپ سہروردیہ ولایت کے انوار رکھتے تھے اور دانا شخصیت ہیں۔ (ان) دو شعروں میں سارا سلوک بیان فرمایا ہے:

مرا پیرِ دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش — دگر آن کہ بر غیر بد بین مباش

یعنی: مجھے دانا مرشد (شیخ) شہاب (الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) نے دو سنہری نصیحتیں فرمائیں۔

۞ ایک یہ کہ خود بین مت بنو، (اور) دوسرا یہ کہ (اپنے علاوہ) دوسروں کو بُرا مت سمجھو۔

پیروی شیخ و مرشد

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ جو شخص ہم سے ملاقات رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ ہماری طرح کا لباس پہنے اور ہماری وضع اختیار کرے، نظم:

یا مرو با یار ازرق پیرہن — یا بکش بر خانمان انگشت نیل

یا مکن با پیل بانان دوستی — یا بنا کن خانہ در خورد پیل

یعنی: یا نیلی قمیص پہننے والے دوست (ولی اللہ) کے ساتھ نہ جا، یا اپنے گھر پر نیلی لکیر کھینچ (یعنی اس کو ولی کے لائق بنا)۔

۞ یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو ہاتھی (کی آمد و رفت) کے لائق بنا۔

بروز جمعہ ۱۰ / رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

ترک و تجرید

میں (حضرت عالی کے) حضور حاضر ہوا۔ ترک و تجرید کے بارے میں بات چھڑی۔ حضرت عالی نے یہ رُباعی پڑھی:

خاک نشینی ست سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نشد خلعتِ عریانیم

یعنی: خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے، (اور) میرے لیے شاہی تاج باعثِ شرمندگی ہے۔

۞ چالیس سال سے میں نے اسے پہن رکھا ہے، (ابھی تک) میری خلعتِ عریاں بوسیدہ نہیں ہوئی ہے۔

اس کے بعد (حضرت) مولانا جمالی سہروردی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اشعار کا ذکر آیا جو سب ترک و تجرید کے بیان میں ہیں۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ مولانا جمالی (رحمۃ اللہ علیہ) کو مولانا عبدالرحمٰن جامی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ مولانا جامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے تعارف سے پہلے ان سے فرمایا کہ تم کو جمالی کے اشعار سے کچھ یاد ہے؟ چونکہ اس وقت لنگی کے سوا اُن کا اور کوئی لباس نہ تھا، (لہٰذا) انہوں نے اپنے حال کے مطابق شعر پڑھے:

لنگکی زیر لنگکی بالا نے غم دزد نے غم کارا
گزگ بوریا و پوستکی دلکی پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جمالی را رندکی مست و لا اُبالی را

یعنی: ایک لنگی (چادر) نیچے (بطور تہبند اور) ایک لنگی اوپر (لباس کی کافی ہے)، نہ چور کا غم اور نہ ہی مال کا فکر۔

۞ پھٹا پرانا بوریا اور گدڑی، پُر درد دل (اور) ایک محبوب۔

۞ اتنی ساری (متاعِ دنیا) آزاد منش مست اور نڈر جمالی کے لیے کافی ہے۔

درویشوں کی حالت

اس کے بعد (حضرت عالی نے) شیخ ابن یمین کبروی رحمۃ اللہ علیہ کے (یہ) اشعار پڑھے اور فرمایا کہ درویشوں کی خوراک اس طرح ہوتی ہے، نظم:

نان جوین وخرقہ پشمین وآب شور — سیپارہ کلام و حدیث پیغمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع ست — در این نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری
تاریک کلبۂ کہ پئے روشنی آن — بیہودہ منتی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو — در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
این آن سعادتست کہ حسرت بردبرو — جویائے تاج قیصر و ملک سکندری

یعنی: جَو کی روٹی، پشم کا خرقہ اور تلخ پانی، قرآن مجید کے تیس پارے اور پیغمبر (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حدیث مبارک۔

۞ نیز ایسے علم کی دو چار کتابیں جو نفع بخش ہو، (اور) اس میں بوعلی (سینا) کی لغویات اور عنصری کی فضولیات نہ ہوں۔

۞ ایک تاریک گوشہ (حجرہ) جس پر شمع خاوری (یعنی مشرق کے بادشاہ سورج) کی روشنی کا بیہودہ احسان نہ ہو۔

۞ ایک دو ایسے آشنا (یار) جن کی آنکھوں کی ہمت کے سامنے بادشاہ سنجر کی سلطنت آدھے جَو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی ہو۔

۞ یہ ایسی سعادت ہے کہ جس پر تختِ قیصر اور ملک سکندری کا متلاشی (بھی) حسرت کرتا ہے۔

اشعارِ محبت

اس کے بعد محبت کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے نور العین واقف کے (یہ) اشعار پڑھے:

صبا با زلف یار من چہ کردی — زدی برہم قرار من چہ کردی

مکدّر گر نگردی باتو گویم که با مشت غبار من چہ کردی
بشستی گرد کین از خاطر یار بگو اے گریہ کار من چہ کردی
فگندی کار واقف را بہ بستر بگو اے گل عذار من چہ کردی

یعنی: اے صبا! تو نے میرے محبوب کی زلف کے ساتھ کیا کیا؟ میرے قرار کو اُلجھا کر تو نے کیا کیا؟

- اگر تو رنجیدہ نہ ہو تو میں تجھ سے کہوں کہ تو نے میری مٹھی بھر غبار کے ساتھ کیا کیا؟
- تو نے کینہ کی گرد محبوب کے دل سے دھو ڈالی۔ اے میرے رونے والے! تو نے کیا کیا؟
- تو نے رسوا واقف کو بستر پر ڈال دیا، اے میرے محبوب! بتا تو نے کیا کیا؟

بروز ہفتہ ۱۱؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ میں ذائقہ کی تبدیلی کا ذریعہ

میں (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت عالی درسِ حدیث فرما رہے تھے۔ اچانک چشتی خاندان کے ایک شیخ (پیرو مرشد) حضرت عالی کی ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جو اکابرین ذائقہ کی تبدیلی کے لیے کیف میں سرمست ہیں، ان کے لیے سماع وسرود دل میں رنگ برنگے شوق پیدا کرتا ہے اور محبوب کے چہرے سے حجاب کا پردہ ہٹا دیتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے وابستگان، جو کہ جام محبت کے بادہ نوش ہیں، ہمارے لیے ذائقہ کی تبدیلی کا ذریعہ حدیث اور درود (شریف) ہے، جو دل کو گوناگوں ذوق مہیا کرتا ہے اور محبوب کے چہرے سے پردہ اور نقاب دور کر دیتا ہے:

ع آن ایشانند من چنینم ہر دم

یعنی: یہ وہ ہیں (اور) میں ہر دَم ایسا ہوں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) دل سے ایک آہ بھری اور فرمایا: ''ہائے مدینہ کا

شوق! ہائے مدینہ کا شوق! ہائے افسوس! مدینہ۔"

حضرت حسن بصری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی فضیلت ومناقب

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں (حضرت) حسن بصری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ غلام تھے، لیکن جو فضیلت آپ رکھتے ہیں، وہ کوئی آدمی نہیں رکھتا، کیونکہ شیر خوارگی کے زمانہ میں (ام المؤمنین) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو حضرت سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہراتؓ میں سے تھیں، نے اپنا دودھ آپ کے منہ میں دیا تھا، اللہ کی قدرت سے اس سے دودھ نکل آیا اور آپ نے نوش فرمایا۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ آپ (حضرت حسن بصری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کی عادت شریف تھی کہ ہر روز چالیس ہزار بار سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے۔ علمائے صوفیہ کا تسبیح اور تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی فضیلت میں اختلاف ہے۔ متاخرین تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کو افضل کہتے ہیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ صوفیہ کے اکثر طریقے اور سلسلے آپ (حضرت حسن بصری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) تک پہنچتے ہیں۔ آپ تمام اکابرین کے امام اور تمام صلحاء کے پیشوا ہیں۔

حضرت شاہ ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ آج حضرت شاہ ناصر الدین قادری (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کا دن ہے، جن کا مزار پُر انوار دہلی شریف میں محلّہ جیش پورہ میں واقع ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ (یعنی: اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے)۔ آپ اس ناچیز کے والد بزرگوارؒ کے مرشد تھے، جو آج کی گزری ہوئی رات میں اس فانی سرا سے سفر اختیار کر گئے تھے اور میں بھی اسی روز اپنے وطن سے آیا تھا۔ جب اس مکان میں، جو دہلی شریف میں ہے، پہنچا تو میرے والد (بزرگوارؒ) بہت خوش ہوئے کہ وہ مجھے اپنے مرشد سے بیعت کریں گے۔ اتفاقاً چند ساعتوں کے بعد اُن کے مرشد نے رحلت فرمائی۔

حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے پیرانِ عظام

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں شیخ المشائخ (حضرت) غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت غوث (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) کے چار پیر تھے۔ پہلے (حضرت) حماد دبّاس، دوسرے (حضرت) شیخ ابوالوفاء، تیسرے آپ کے والد (حضرت) سیّد ابوصالح اور چوتھے (حضرت) شیخ ابوسعید مخزومی قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ۔

بروز اتوار ۱۲/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

ذکر اسم ذات یا نفی واثبات کا مقصد

یہ نالائق بندہ درگاہ پروردگار کے مقبول کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اسمِ ذات یا نفی واثبات اس لیے کرتے ہیں کہ جس چیز کا کل کو وعدہ ہے، وہ آج ہی نقد مل جائے، نہ کہ دوزخ کے خوف اور بہشت کی تمنا کے لیے۔ وہ لوگ جو عشق کی آگ میں گوندھے ہوئے ہیں، وہ بہشت کی آرزو سے آزاد ہیں۔ پھر آپ نے پُرفیض دل سے ایک آہ بھری اور فرمایا کہ وصل ہو تو قطعی ہو۔ خودی کو چھوڑنا چاہیے اور اس کی ذات سے ملنا چاہیے۔

اولیاء اللہ کی موت

اس کے بعد اولیاء اللہ کی موت کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بعض اولیاء (اللہ) کی ارواح کو قبض کر کے فرشتہ بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر چاہتا ہے کہ آسمان کی جانب لے جائے کہ وہ روح فرشتہ کے لے جانے سے پہلے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر درگاہِ الٰہی میں پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بعض ارواح پاک کے قبض کرنے میں فرشتہ کا بھی دخل نہیں ہے، اللہ سبحانہٗ خود اُن کو قبض فرماتا ہے، شعر:

در کوئے تو عاشقان چنان جان بدہند
کآنجا ملک الموت نگنجد ہر گز

یعنی: تیرے کوچے میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ وہاں ملک الموت کو ہرگز جگہ نہیں ملتی۔

بروز سوموار ۱۳ رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

حدیث قدسی ''اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ'' کا معنی

غلام قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت (اس) حدیث قدسی کا ذکر آیا: ''اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ.'' (**صحیح البخاری**؛ **صحیح مسلم**؛ **جامع الترمذی**؛ **مسند احمد**، جلد۲: ۳۱۵، ۴: ۱۰۶؛ **فتح الباری**، ج۳: ۳۸۴)۔ یعنی: میں اپنے بندے کے ساتھ اس طرح ہوں جیسا کہ وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے۔

حضرت عالی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خیال یا گمان سے یاد کرے، میں اس کے نزدیک ہوں۔ جیسا کہ اس حدیث کا بقیہ ہے: ''اِذَا حَرَّکَ شَفَتَیْهِ بِذِکْرِیْ فَاَنَا عِنْدَهٗ'' (یعنی: جب وہ میرے ذکر میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں) جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔

شوقیہ کلمات

اس کے بعد (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں ایک شخص آیا اور اُس نے اپنی زبان سے شوقیہ کلمات ادا کیے۔ حضرت عالی نے یہ اشعار پڑھے:

مرغان چمن بہر صباحی خوانند ترا باصطلاحی

ندانم آن گل خندان چہ رنگ و بُو دارد کہ مرغ ہر چمنی گفتگوئے او دارد

یعنی: چمن کے پرندے ہر صبح ایک خاص زبان سے تیرا ذکر کرتے ہیں۔

۞ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مسکراتا ہوا پھول کیسا رنگ اور خوشبو رکھتا ہے کہ ہر چمن کا پرندہ اسی کی بات کرتا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) اس مجلس میں یہ شعر پڑھا:

یکبار بگویدم نظیری
مشہور شوم بہ بے نظیری

یعنی: میں ایک بار نظیری کہہ دوں تو میں بے مثالی میں مشہور ہو جاتا ہوں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اس مضمون کا اصل حافظ شیرازیؒ کے کلام میں ملتا ہے، اور وہ یہ ہے، شعر:

نام من رفتست روزے برلب جانان بہ سہو
اہل دل را بوئے جان می آید از نامم ہنوز

(دیوان حافظ، ص۱۳۴)

یعنی: ایک روز محبوب کے ہونٹوں پر غلطی سے میرا نام آ گیا، ابھی تک اہلِ دل کو میرے نام سے جان (محبوب) کی خوشبو آ رہی ہے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ حافظ شیرازیؒ کے بعض اشعار اس حدیث شریف کے مضمون کے مطابق ہیں۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن
یا ز دیوان قضا خط امانی بمن آر

(دیوان حافظ، ص۱۲۷)

یعنی: اے ساقی! آج کی عیش کو کل پر مت ڈال، یا دیوانِ قضا سے میرے لیے امان کا پروانہ لے آ۔

(حضرت عالی نے) فرمایا کہ (یہ) مضمون اس حدیث (شریف) کا ہے: اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْظُرْ صَبَاحَکَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْظُرْ مَسَائَکَ.

یعنی: جب تیری شام ہو جائے تو اپنی صبح کا انتظار نہ کر اور جب تیری صبح ہو جائے تو اپنی شام کا انتظار نہ کر۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ج۱۰: ۲۳۶،۲۵۱)

پھر (حضرت عالی نے) فرمایا کہ آج کا کام کل پر مت ڈال۔ فرصت کو غنیمت سمجھ۔

ہیراور بہاء الدین زکریا ملتانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ہیر و رانجھا کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہیر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی مرید تھی۔ ایک روز حضرت بہاء الدین نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہیر نماز کے آگے چلی گئی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ نے اس کو فرمایا کہ تو نماز کے آگے چلی گئی تھی، آئندہ یہ کام ہرگز نہ کرنا، کیونکہ گناہ ہے۔ ہیر نے عرض کیا کہ سبحان اللہ! میں ایک ادنیٰ (آدمی) کے عشق میں اس طرح بیہوش تھی کہ آپ کا اور آپ کی نماز کا خیال نہ رہا اور آپ خود کو خدا کا عاشق فرماتے ہیں، آپ نے عین محبوب کے حضور میں ہمارے گزرنے کا خیال کیا! آپ (حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو اس کی پُر الزام بات پر شرمندگی ہوئی اور آپ نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد آپ (حضرت بہاء الدین ملتانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فرمایا کہ میں تیرے حق میں دعا کرتا ہوں کہ تو حق کے واصلین میں سے ہو جائے۔ ہیر نے عرض کیا: ''اگر آپ طاقت رکھتے ہیں تو مجھے میرے رانجھا تک پہنچا دیں اور آپ میری محبت کا رُخ اس کی طرف سے مت موڑیں۔''

قلندری

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُر نور میں قلندری کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے یہ شعر پڑھا، شعر:

قلندر قطرۂ دریائے عشق است

قلندر ذرّۂ صحرائے عشق است

یعنی: قلندر عشق کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ قلندر عشق کے صحرا کا ایک ذرّہ ہے۔

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

صنما قلندر سزا وار بمن نمائی

کہ دراز و دور بینم رہ و رسم پارسائی

یعنی: اے میرے صنم! تو مجھے قلندر کے لائق دکھا، کیونکہ میں پارسائی کی راہ و رسم کو

دُورودراز دیکھ رہا ہوں۔

اولیاءاللہ کے تصرفات

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اولیاءاللہ کے تصرفات کا تذکرہ ہوا کہ اس بلند گروہ کی مدد مخلصوں کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ برابر ہے کہ وہ جانتے ہوئے لوگوں کی مدد کے لیے کارروائی کریں، یا نہ جانتے ہوئے ان کی جانب سے مدد آ پہنچے۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ اکثر اولیاءاللہ سے لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور انہیں اس واقعہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

اس کے بعد میاں الف شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ میں اپنے وطن اُچ سے بیعت کے ارادہ سے (آپ کے) حضور میں آ رہا تھا۔ راستے کے دوران میں راستہ بھول گیا۔ اچانک حضرت عالی کو دیکھا کہ آپ نے تشریف لا کر مجھے درست راستہ بتا دیا۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اپنے نام اور پتہ سے آگاہ فرمائیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس کے پاس تم بیعت کے لیے آ رہے ہو۔ دو بار مجھے یہ واقعہ پیش آیا۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ میاں محمد یار صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بھی کہتے تھے کہ میں تجارت کے لیے جا رہا تھا۔ اچانک دیکھا کہ آپ تشریف لائے، (اور) میرے بیل کے نزدیک کھڑے ہو کر فرمایا کہ بیل کو تیز کریں اور دوڑائیں اور قافلہ سے جدا ہو کر چلیں، کیونکہ ڈاکو آ رہے ہیں اور وہ اس قافلہ کو لُوٹیں گے۔ میں نے بیل کو بھگایا، (اور) قافلہ سے الگ ہو گیا۔ قضائے الٰہی، اس سب قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور میں عافیت و سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

بروز منگل ۱۴ر رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

خطائے کشف کونی

بندہ (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ بزرگوں کو کشف کونی میں جو خطا واقع ہوتی ہے، اس کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بعض اوقات بزرگوں کو کشف سے

ایک چیز معلوم ہوتی ہے، لیکن اس واقعہ کی تعبیر میں خطا واقع ہوتی ہے، (یہ) کشف کی خطا نہیں ہے۔ چاہیے کہ واقعات کی تعبیر دِقت نظر سے کریں۔

اگر میری فریاد نہ سنی تو ہائے فریاد! ہائے فریاد!

اس اثناء میں ایک اجنبی شخص آیا۔ حضرت عالی نے اس سے نام پوچھا۔ اس نے کہا: ''میرا نام داداخان ہے۔'' حضرت عالی نے یہ رُباعی پڑھی:

وا فریادا ز عشق وا فریادا   کارم بیکے طرفہ نگارم افتادہ
گر داد من شکستہ دادا دادا   ورنہ من و عشق ہر چہ بادا بادا

یعنی: ہائے فریاد عشق سے، ہائے فریاد! میرا عجیب محبوب سے پالا پڑا ہے۔

۞ اگر میری فریاد رسی نہ ہوئی تو ہائے فریاد، ہائے فریاد! ورنہ میں اور عشق، (پھر) جو کچھ ہوا (بس) ہوا۔

تجلیات کا ورود

اس کے بعد تجلیات کے ورود کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ سالک پر کئی قسم کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اس بیچارے کو فنا بنا دیتی ہیں۔ آپ نے زبان مبارک سے یہ مصرع ادا فرمایا:

ع   برقی از محمل لیلیٰ بدرخشید سحر

یعنی: صبح کے وقت لیلیٰ کے کجاوے سے ایک بجلی چمکی۔

کبھی تجلی افعالی چمکتی ہے اور بندوں کے افعال کو سالک کی نظر سے پوشیدہ کر دیتی ہے۔ کبھی تجلی صفاتی ورود کرتی ہے اور مخلوق کی صفات کو سالک کی نظر سے مخفی فرما دیتی ہے۔ کبھی تجلی ذات ظہور فرماتی ہے اور ذات عالم کا اضمحلال (نیستی) ذات حضرت حق میں حاصل ہوتا ہے۔

عقلِ نورانی اور عقلِ تاریک

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں عقل کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ عقل کی دو قسمیں ہیں: ''پہلی عقلِ نورانی، (اور) دوسری عقلِ تاریک۔'' عقل نورانی یہ

ہے کہ ایک شخص اپنے آپ منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اور اوامر پر استقامت کرتا ہے۔ (عقل) تاریک یہ ہے کہ مرشد کی ہدایت سے منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرتا ہے۔

بعدازاں آپ نے یہ (واقعہ) بیان فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گلی میں جا رہے تھے۔ اچانک راستے میں دیکھا کہ کتے کا بچہ تالاب کے کنارے کیچڑ میں پڑا ہے اور اس کیچڑ سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو باہر نکالیں۔ کسی نے باہر نہ نکالا۔ آخرکار آپ نے ہاتھ میں پکڑ کر اس کتے کے بچے کو باہر نکالا اور اہلِ محلّہ کو فرمایا کہ کوئی اس کی پرورش کرے۔ وہاں ایک باورچی تھا، اُس نے کہا کہ میں اِس کی پرورش کا ذمہ دار بنتا ہوں۔ آپ کتے کا بچہ باورچی کے حوالے کر کے تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس گلی میں آپ کا دوبارہ گزر ہوا (تو دیکھا) کہ ایک آدمی کے گزرنے کا راستہ ہے، (اور) باقی کیچڑ ہی کیچڑ (ہے)۔ اور آپ کے سامنے کتا آ رہا ہے۔ آپ کتے کو روک کر خود اُس راستے سے گزر گئے۔ کتے نے کہا کہ آپ نے میرے اوپر ظلم کیا، کیونکہ راستہ ہمارے اور آپ کے لیے مشترک ہے اور آپ نے مجھے اس راستے سے گزرنے سے روک دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ تو پانی سے تر تھا، میں نے اپنے کپڑوں کے پلید ہونے کی وجہ سے منع کیا۔ کتے نے کہا کہ آپ کا کپڑا پانی کے ایک کوزہ سے پاک ہو جاتا، جبکہ آپ کی اَنا میں پلیدی شامل ہوگئی ہے جو سات دریاؤں سے دھونے سے زائل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد کتے نے کہا کہ صوفیہ ایثار (دوسروں پر قربان ہونے) کا مذہب اختیار کرتے ہیں اور آپ نے راستہ (لینا) اختیار کیا ہے۔ آپ نے کہا: ''کس طرح؟'' کتے نے کہا کہ آپ نے مجھے راستے سے روکا ہے اور خود گزرے ہیں۔ پھر کتے نے کہا کہ حق تعالیٰ کو عقلِ نورانی سے پہچانتے ہیں، نہ کہ عقلِ تاریک سے! آپ نے کہا کہ ان دو عقلوں کی تفسیر بیان کرو۔ کتے نے کہا کہ عقل نورانی وہ ہے جو ناصح کی نصیحت اور واعظ کے وعظ کے بغیر نصیحت پکڑتی ہے، اور عقل تاریک وہ ہے جو رُک رُک کر نصیحت پکڑے۔

بروز بدھ ۱۵/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ شیطان کے وسوسوں سے مامون ومحفوظ ہے

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ طریقہ شریفہ نقشبندیہ شیطان کے وسوسوں سے مامون اور محفوظ ہے، کیونکہ ان اکابرین نے طریقہ کی بنیاد حضور وآگاہی اور جمعیت پر رکھی ہے اور وہ کشفِ انوار اور خوابوں کے ظہور کو اعتبار کی حد سے ساقط شمار کرتے ہیں، دوسرے طریقوں کے برخلاف جن کی بنیاد انوار و اسرار پر ہے۔

حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا شیطانی شر سے محفوظ رہنا

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز حضرت غوث الاعظم (سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ پر تجلی واقع ہوئی اور اُس کی روشنی کے دوران آپ کے کان مبارک میں ایک آواز آئی کہ اے دوست! ہم نے تجھے نماز اور روزہ معاف کر دیا اور تیرے دل کو کدورت سے صاف کر دیا۔ آپ حیران ہو گئے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی روزہ اور نماز معاف نہ تھے۔ ہم جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے متوسلین میں سب سے ادنیٰ ہیں، ہم سے یہ حکم کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے؟ آپ نے زبان (مبارک) سے کلمہ تمجید پڑھا اور اس مردود درگاہ (شیطان) کے وسوسہ سے رہائی پائی۔ آپ کے ہادی اور مددگار جو رحیم ورحمٰن ہے، نے آپ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ کر ہدایت کا راستہ دکھایا، (اور) وہ شیطانی تجلی آپ کی نظر سے غائب ہو گئی۔ شیطان نے پھر آواز دی کہ میں نے بہت سے لوگوں کو اس بلند مقام سے گمراہی کی پستی میں گرایا ہے۔ تمہارے ہادی خدا اور مددگار (حضرت) محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے، (لہٰذا) میرے فریب نے تم پر اثر نہیں کیا۔

شغلِ باطنی کی اہمیت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں شغلِ باطنی کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا، جو آدمی مشغول ہے، وہ مقبول ہے اور جو شخص غافل ہے، وہ کب خوش نصیب ہے؟

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے، ایک شاعر نے کتنا خوبصورت شعر کہا ہے!

ہر آن کو غافل از حق یک زمان است
دران دم کافر است امّا نہان است

یعنی: جو شخص کہ ایک لحظہ بھی حق (تعالیٰ) سے غافل ہے، وہ اس لمحہ میں کافر ہے، لیکن پوشیدہ ہے۔

نیز شاعر نے خوبصورت محبوب کی یاد کے بارے میں کیسا خوبصورت شعر کہا ہے!

شعر:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

یعنی: تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ حقیقت کھلی کہ ایک لحظہ خدا کے ساتھ ہونا (حضرت) سلیمان (علیہ السّلام) کی سلطنت سے بہتر ہے۔

مرشد کی نافرمانی پر باطنی نسبت کی تباہی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں مرشد کی فرمانبرداری کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ پیرِ رہبر کی مرضی کے خلاف کام کرنا باطنی نسبت کو خراب اور تباہ کر دیتا ہے۔

پھر (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک شخص میری اجازت کے بغیر نواب کے حضور میں خربوزہ لے گیا۔ اس کا باطن سیاہ ہو گیا۔ وہ نہ سمجھا کہ اس کا سبب یہ ہے۔ اس نے اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کی، اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یہ جرم مرشد کی اجازت کے بغیر خربوزہ لے جانے سے ہوا ہے، میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ فوراً کشادگی پیدا ہوئی اور اُس کی باطنی نسبت پہلے کی طرح ظاہر ہو گئی۔

بروز جمعرات ۱۶؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

اجازت کی شرط

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ میرے دوستوں میں سے جو شخص صبر و توکل اور قناعت و تقویٰ کا راستہ اختیار کرتا ہے اور حضور و جمعیت اور انوار و کیفیات دل میں رکھتا ہے، میری طرف سے اسے اجازت ہے کہ طالبین کو بیعت کرے۔ جس شخص میں اس صبر و توکل وغیرہ کی کوئی کمی ہے، اس کے لیے بیعت کرنا اور مرید بنانا نقصان دہ ہے، اگر چہ وہ میرے اجازت یافتہ لوگوں میں ہو، حقیقت میں وہ مجھ سے مجاز نہیں ہے۔

بروز جمعہ ۱۷؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

سیرِ آفاقی اور سیرِ انفسی

مخلص (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ سیرِ آفاقی سے مراد ہے اپنے (وجود) سے باہر کے انوار کا مشاہدہ کرنا اور سیرِ انفسی سے مراد اپنے سینہ کے انوار کا دیکھنا ہے۔

انتہا کا ابتدا میں درج ہونا

اس کے بعد انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کا ذکر ہوا۔ (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اس عبارت کے معنی بہت ہیں، لیکن میرے نزدیک یوں قرار پایا ہے کہ جب دل کو حضور و جمعیت حاصل ہوا اور کیفیات و جذبات اور واردات نصیب ہوئیں تو یہ انتہا کا درج ہونا ہے، کیونکہ یہ چیز طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ابتدا میں حاصل ہو جاتی ہے۔ (حضرت عالی نے) فرمایا کہ دوسرے طریقوں کے اکابرین قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسۡرَارَھُمۡ مقامات عشرہ جو صبر و توکل وغیرہ ہیں، کے حاصل ہونے کے بعد حضور و آگاہی کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ اس بلند گروہ (سلسلہ نقشبندیہ) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرۡقَدَھُمۡ نے کام کا انحصار ابتدا ہی میں حضور و جمعیت

پر رکھا ہے۔

اصطلاحات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) بلند حضور میں اس بزرگ گروہ (نقشبندیہ) کی اصطلاحات کے بارے میں بات چھڑی اور حضرت عالی نے فرمایا کہ اصطلاحات میں سے ایک ''سفر در وطن'' ہے اور یہ بری صفات کو چھوڑ کر حسنات (نیکیوں) کی طرف جانا ہے، یعنی بے صبری سے صبر کی جانب بھاگنا اور بے قناعتی سے قناعت میں آنا اور بے توکلی سے توکل کی طرف متوجہ ہونا۔ اخلاق کے آراستہ کرنے کو سیر وسلوک کا حاصل کہا گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں عمدہ اخلاق کو اپنانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ بَعْثَنِیْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ كَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ. (مشکوٰۃ، نمبر ۵۷۷۰، ج ۳: ۱۶۰۶؛ رواہ فی شرح السنۃ)۔ یعنی: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے اور محاسن اخلاق کے کمال کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ جب اس جگہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اصطلاحات کا ذکر آیا ہے تو اِن کلمات کو لکھنا چاہیے۔ لہٰذا میں تحریر کر رہا ہوں کہ حضرت عالی صبح سویرے ان اصطلاحات پر عمل کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ میں پیران پیر حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ کے مکتوبات قدسی آیات سے یہ عبارت لکھتا ہوں: جاننا چاہیے کہ جو کلمات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شہرت رکھتے ہیں، وہ کل بارہ کلمات ہیں:

۱۔ **سفر در وطن:** اس سے مراد سیرِ انفسی ہے، جس کو جذبہ بھی کہتے ہیں۔ ان بزرگواروں (حضرات نقشبندیہ) کے معاملہ کی ابتدا اس سیر سے ہے۔ سیرِ آفاقی جس سے سلوک عبارت ہے، اس سیر میں طے کرتے ہیں۔ دوسرے سلسلوں میں کام کا آغاز سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور انتہا سیرِ انفسی پر ہوتی ہے۔ سیرِ انفسی سے کام کا آغاز کرنا اس طریقہ (نقشبندیہ) کا خاصہ ہے۔ انتہا کا ابتدا میں درج ہونا اسی معنی کے لحاظ سے ہے، کیونکہ سیرِ انفسی، جو دوسروں کی انتہا ہے، ان اکابرین کی ابتدا ہے۔ سیرِ آفاقی سے مراد ہے اپنے باہر

سے مطلوب کو تلاش کرنا اور سیرِ انفسی خود میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے:

ہم چو نابینا مبر ہر سوئے دست
با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

یعنی: تو نابینا کی طرح ہر طرف ہاتھ مت مار، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ گودڑی کے نیچے ہے۔

۲۔ **خلوت در انجمن:** یعنی انجمن میں جو کہ تفرقہ کا محل ہے، باطن کے راستہ سے مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور بیرونی تفرقہ اندرونی حجرہ میں راہ نہ پائے، شعر:

از برون درمیان باز آرم
و ز درون خلوتی ست با یارم

یعنی: باہر سے پھر درمیان میں لاتا ہوں اور اندر سے محبوب کے ساتھ ایک خلوت (حاصل) ہے۔

آغاز میں یہ معنی تکلّف سے ہے اور آخر میں تکلّف کے بغیر ہے۔ اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی شروع میں ہاتھ لگتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لیے ایک راستہ وضع کیا گیا ہے، (لہٰذا یہ چیز) اس طریقہ کی خصوصیات میں سے ہو گئی ہے۔ اگر چہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی ہاتھ آتی ہے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے، شعر:

از درون شو آشنا و ز برون بیگانہ وش
این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

یعنی: تو اندر سے آگاہ بن اور باہر سے بیگانہ رہ، اس طرح کی خوبصورت روش دنیا میں بہت کم ہے۔

۳۔ **نظر بر قدم:** اس سے مراد ہے کہ راستہ چلتے وقت نظر قدم پر جمی رہے اور گوناگوں محسوسات (چیزوں) پر منتشر نہ ہو، تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب رہے، کیونکہ شروع میں دل نظر کے تابع ہے اور نظر کی پریشانی دل میں تاثیر کرتی ہے، شعر:

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام　　دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد
دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال　　در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

یعنی: میں آنکھ اور دل کو ہمیشہ کس سے مشغول کروں؟ دل تجھے طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھے چاہتی ہے۔

۞ میں جس جگہ، جس شخص کے ساتھ، جس حال میں (بھی) ہوں، دل میں تیری ہی آرزو اور آنکھ میں تیرا ہی خیال رکھتا ہوں۔

۴۔ **ہوش دردم:** اس سے مراد ہے کہ سانس سے باخبر رہے، تاکہ غفلت سوار نہ ہو، شعر:

ندانم چہ فسون کردۂ کہ می بینم
زمان زمان بتو مائل نفس نفس مشتاق

یعنی: میں نہیں سمجھتا کہ تو نے کیا جادو کر دیا کہ میں ہر وقت کو تیری طرف مائل اور ہر سانس کو تیرا مشتاق دیکھ رہا ہوں۔

تیسرا کلمہ تفرقہ کو دُور کرنے کے لیے (اکسیر) ہے جو آفاق سے اٹھتا ہے اور چوتھا کلمہ تفرقہ انفس کو دُور کرنے کے لیے (اکسیر) ہے۔

۵، ۶۔ یادکرد و یادداشت: سالک جب تک طریقت اور تصنع میں ہے اور حقیقت اور حضور کے ملکہ سے نہیں جڑا ہے، (اس وقت تک) وہ ''یادکرد'' کے مقام میں ہے۔ یعنی اس نے اپنے شیخ سے جس ذکر کی تلقین حاصل کی ہے، ہمیشہ تکلّف کے ساتھ اس کے تکرار میں مشغول رہے، تاکہ حضور کے مرتبہ تک پہنچ جائے، شعر:

سررشتہ دولت اے برادر بکف آر　　وین عمر گرامی بخسارت مگزار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار　　میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

یعنی: اے بھائی! دولت (پانے) کی مہارت ہاتھ میں لا اور اس قیمتی عمر کو نقصان میں مت ڈال۔

۞ ہمیشہ ہر جگہ، ہر شخص کے ساتھ، ہر کام میں پوشیدہ آنکھ کو محبوب کی طرف (مشغول) رکھ۔

جب حضور دوام (ہمیشگی) حاصل کرتا ہے اور ذوق نصیب ہوتا ہے، تکلّف سے رہائی پاتا ہے اور (ایسا) ملکہ بن جاتا ہے جو نفی سے کم نہیں ہوتا (یہ) ''یادداشت'' کہلاتا ہے، شعر:

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

یعنی: میں جس جگہ، جس شخص کے ساتھ، جس حال میں (بھی) ہوں، دل میں تیری ہی آرزو اور آنکھ میں تیرا ہی خیال رکھتا ہوں۔

''یادداشت'' کے دوسرے بلند معنی بھی ہیں اور وہ اس رسالہ کے لائق نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے: ''ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل محبت و تعظیم کے وصف سے ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ حاضر رہے۔''

۷۔ **بازگشت:** اس سے مراد یہ ہے کہ مقررہ ذکر نفی و اثبات کے بعد دل سے کہے: ''الٰہی! تو میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے۔'' یعنی اس ذکر سے اس کلمہ نفی کا ایک فائدہ ہر صورت میں ہے، اچھا یا بُرا۔ یہاں تک کہ طالب کا ذکر خالص ہو جاتا ہے اور اس کا سر ماسوٰی (اللہ) سے فارغ بن جاتا ہے۔ اگر خالص نہ پائے تو اپنے ذکر کو اس کلمہ میں مرشد کی تقلید کے طور پر کرے، تاکہ اسے اس کی برکت سے اخلاص حاصل ہو جائے۔

۸۔ **نگاہداشت:** (یہ) مراقبہ خواطر سے عبارت ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت دل میں کوشش کرے کہ غیر کا خیال دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔ ایک یا دو ساعت سالک کے لیے یہ مراقبہ و مجاہدہ ضروری ہے، شعر:

ترا یک پند بس در ہر دو عالم
ز جانت بر نیاید جز خدا دم

یعنی: تیرے لیے ایک نصیحت ہی دو جہان میں کافی ہے کہ تیری جان سے خدا کے (نام کے) سوا سانس باہر نہ نکلے۔

۹۔ **وقوف قلبی:** اس سے مراد ہے دل اور حضور قلب کی حق سبحانہٗ کے ساتھ بیداری، اس طرح کہ دل کو حق تعالیٰ سے ذرا بھر غفلت و غرض نہ ہو۔ پس سالک کے لیے ضروری ہے کہ

وہ ذکر کی حالت میں اپنے دل سے واقف اور حاضر رہے اور اپنے دل کو ذکر سے اور اس کے مفہوم سے غافل نہ ہونے دے۔ حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ سِرَّہٗ سانس کو روکنے (حبسِ نفس) اور تعداد کا لحاظ رکھنے کو لازمی نہیں فرماتے تھے، لیکن ذکر و رابطہ وغیرہ کے دوران وقوفِ قلبی کو لازمی فرماتے تھے۔ پس ذکر سے مقصود وقوفِ قلبی اور غفلت کا دور کرنا اور خضوع وخشوع اور محبت و تعظیم کے ساتھ مذکور (اللہ تعالیٰ) کا دائمی حضور ہے۔ نظم:

مانند مرغے باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان کز بیضۂ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ
رو بر درِ دل بنشین کآن دلبر چہ گاہی وقتی ساحری آید یا نیم شبی باشد

یعنی: ایک پرندے کی طرح دل کے انڈے پر محافظ رہ، کیونکہ دل کے انڈے سے مستی و شوراور قہقہہ پیدا ہوتا ہے۔

۞ جا کر دل کے دروازے پر بیٹھ، کیونکہ وہ محبوب کبھی ساحری کے وقت یا آدھی رات کو آتا ہے۔

ایک قول کے مطابق وقوفِ قلبی یہ ہے کہ (طالب) دل کا نگراں اور واقف ہو اور ذکر کے علاوہ بھی اس کی طرف ایک توجہ ونظر رکھتا ہو، تاکہ اس راستے سے جدا نہ ہو اور ماسوی (اللہ) کے نقوش سے منقش نہ ہو جائے۔ (عرفاء نے) کہا ہے دل بیکار نہیں ہے، وہ یا ماسوی (اللہ) سے ملا ہوا ہے، یا مطلوب سے جڑا ہوا ہے۔ آدمی جب تک بیدار ہے، (اس کے) ظاہری حواس جاسوس ہیں، جو جہان کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں۔ جب صاحبِ دل اپنے دل کی جانب متوجہ ہوتا ہے، گویا اس توجہ سے دل کے گرد حصار پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نہ چھوڑتا کہ دنیا کی خبریں دل تک پہنچیں۔ اس وقت دل بہت دور کے مقصد سے ہمکنار ہو جاتا ہے، کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے۔ جب اس طرف سے ممنوع ہوا تو چارہ نہیں رکھتا اور اس طرف کی توجہ کے بغیر مذکور کے ذکر وتوجہ کی حاجت نہیں رکھتا۔ (عرفا نے) کہا ہے: ''دل کو دشمن سے روک اور دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زنگ کو آئینہ سے دور کرنے سے نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔''

میں نے حضرت عالی سے سنا ہے کہ جس شخص کو ذکر قلبی کا اثر نہ ہو اور وہ متاثر نہ ہو،

اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوف قلبی کا حکم کرنا چاہیے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں، تا کہ ذکر (اس کے لیے) مؤثر ہو جائے۔

۱۰۔ **وقوفِ عددی:** یہ ہے کہ نفی و اثبات کے عدد سے اس طرح جیسا کہ اس طریقہ میں مقرر ہے آگاہ ہو، تا کہ ہر سانس میں طاق (عدد) کہے نہ کہ جفت۔ (عرفاء نے) کہا ہے کہ یہ ذکر ایک سانس میں معتبر شرطوں کے ساتھ اکیس بار تک کرے اور اس پر نیستی وفنا وغیرہ کی صورت میں (کچھ) برآمد نہ ہو تو یہ اس عمل کی بے حاصلی پر دلالت کرتا ہے۔ (طالب کو) چاہیے کہ سلوک اور ذکر کو نئے سرے سے (شروع) کرے، اخلاص وتقویٰ کے کمال کے ساتھ کرے، فائدہ پائے گا۔

۱۱۔ **وقوف زمانی:** یہ ہے کہ اپنے اوقات کا حساب کرے۔ اگر وہ نیک اعمال میں گزرے ہیں تو شکر کرے اور ناپسندیدہ کاموں میں گزرے ہیں تو اپنے حال کے مطابق استغفار کرے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ. (اتحاف السادۃ المتقین، ج۸: ۶۰۸؛ الفوائد المجموعہ للشوکانی، ص ۲۵۰؛ کشف الخفاء، ج ۱: ۴۲۸)۔ یعنی: نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ ہیں۔

۱۲۔ **سلطانِ ذکر:** یہ ہے کہ تمام بدن ذکر کرنے لگے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی جانب متوجہ ہو جائے، شعر:

ہر دم بہوائے تست دمساز
ہر موئے ز گیسوم بہ پرواز

یعنی: تیری محبت کا ساتھی بن کر میری زلف کا ہر بال پرواز کر رہا ہے۔

ان (اصطلاحات) کا مبارک بیان ختم ہوا۔

بروز ہفتہ ۱۸؍ رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

تہلیلِ لسانی اور ذکر اسم ذات ونفی واثبات کا پسندیدہ انداز

غلام قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو

چاہیے کہ تہلیلِ لسانی (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر) الفاظ کی صحت، معانی کے لحاظ اور وقوفِ قلبی، نگہداشت خواطر اور توجہ اِلی اللہ سے کرنا چاہیے، ورنہ وہ طریقت سے محبوب نہیں ہے۔ (ذکر) اسم ذات اور نفی واثبات بھی معنی وغیرہ کے لحاظ سے فیض کا منتظر ہو کر کرنا چاہیے۔

بروز اتوار ۱۹؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

لطیفہ نفس کا نور

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے لطائف کے رنگ بیان فرمائے اور لطیفہ نفس کا نور صبح کی مانند بیان فرمایا۔

بروز سوموار ۲۰؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

کلمہ طیبہ کا ذکر اور اس کے فوائد

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" قرآن مجید کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" کلام ربانی کا ایک کلمہ ہے۔ پس اگر اس کلمہ کو اس لحاظ سے پڑھا جائے کہ یہ کلام باری تعالیٰ کی ایک آیت ہے تو ایک اور طرح سے فیض نصیب ہوتا ہے۔ اگر اس لحاظ سے پڑھے کہ اس کے پڑھنے سے پڑھنے والا مسلمان بن جاتا ہے اور ہم اس کلمہ کو زبان سے پڑھنے اور دل سے اس کے معنی کی تصدیق کرنے پر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے مامور ہیں تو ایک دوسرے طریقہ سے ایک فیض حاصل ہوتا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ کلمہ طیبہ کا پہلی صورت کے لحاظ سے پڑھنا جنبی کے لیے حرام ہے اور دوسرے طریقہ پر جس حالت میں بھی ہو، جنابت میں ہو یا حدث میں ہو، جائز ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ کلمہ طیبہ زبانی پڑھا جائے یا قلبی طریقہ سے، دوسری صورت میں "عالمِ امر" کے لطائف میں ترقی بخشتا ہے اور پہلی صورت میں "کمالات و

حقائق''میں کامل فائدہ دیتا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ آدھا کلمہ طیبہ، جو''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' ہے، وہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے اور آدھا جو''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' ہے، وہ تجلی ذات کا نتیجہ ہے۔ پس جو فیض نصفِ اوّل سے ملتا ہے، اس کا مبداء تجلی صفاتی ہے اور جو فیض نصفِ آخر سے ملتا ہے اس کا مبداء تجلی ذاتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ سچ یہ ہے کہ ان دونوں کے انوار میں بہت زیادہ فرق اور ان ہر دو کے اسرار و فیوض میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔ جس کو بصیرت والی آنکھ عطا ہوئی ہے، وہ مشاہدہ کرتا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ وہ ایک لحظہ بھی مطلوب کی یاد سے غافل نہ ہو۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

این شربت عاشقی است خسرو

بے خون جگر چشید نتوان

یعنی: اے خسرو! یہ عاشقی کا شربت ہے (جو) خونِ جگر کے بغیر نہیں چکھا جا سکتا۔

تجرید وتفرید میں فرق

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ تجرید وتفرید کے درمیان یہ فرق ہے کہ تجرید ظاہری تعلقات سے الگ ہونا ہے اور تفرید باطنی تعلقات سے جدا ہونا ہے۔

قرآن مجید کا حزن سے پڑھنا

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ''اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَاِنَّهٗ اُنْزِلَ بِالْحُزْنِ''(یعنی: قرآن مجید حزن سے پڑھو، کیونکہ وہ حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے)، اس کا معنی یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں فاسقوں کا ذکر آئے تو خوفزدہ اور غمگین ہونا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارا حال اس طرح ہو جائے، اور جب مومنوں کا ذکر آئے تو ڈرا جائے کہ ہم اس طرح نہیں ہیں۔ جب اوامر ونواہی کا ذکر آئے تو غمگین ہو کہ جیسا کہ فرمایا گیا ہے، مجھ سے ایسا (عمل) ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سمجھ لیا جائے۔

دنیا کی محبت

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا: ''حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ.'' (اتحاف السادة المتقین، ج ۳: ۱۳۱؛ کنز العمال، نمبر ۶۱۱۴، ج ۲: ۱۹۴؛ شعب الایمان بیہقی) یعنی: دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ گناہوں کی جڑ کفر ہے۔ پھر دنیا کی محبت بھی کفر ہوئی، جیسا کہ مولانا (رومی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں، شعر:

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب در بق بق و در زق زق اند

یعنی: اہل دنیا مطلق کافر ہیں، دن رات بق بق میں اور چوں چوں میں (مشغول) ہیں۔

بروز منگل ۲۱ ررجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

مذاہب اہلِ سنت کے خصائص

میں (حضرت عالی کے) حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حنفی مذہب رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس رکھے کہ آپ نے اس کتاب میں عجیب کام کیا ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں واضح اخبار اور صحیح آثار (احادیث مبارکہ) جمع کی ہیں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ ہر چار مذاہب (اہل سنت و جماعت) کا خاصہ ہے کہ (ہر) ایک نے (خودکو) دوسرے سے ممتاز کیا ہے۔ مذہب حنفی کا خاصہ کتاب ہدایہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں ہے۔ مذہب شافعی میں (حضرت) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب محقق ہوئے ہیں۔ مذہب حنبلی میں حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ درگاہِ الٰہی کے مقربین میں سے ہیں اور مذہب مالکی میں خود (حضرت) امام مالک قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کا وجود آیاتِ الٰہیہ میں سے ایک آیت ہے۔

بروز بدھ ۲۲؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

مولوی کرم اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تجدید بیعت

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ مولوی کرم اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے تیسری بیعت کی تجدید کی۔ حضرت عالی نے ان کے حال پر بہت عنایات فرمائیں اور خرقہ اور ٹوپی کا تبرک انہیں مرحمت فرمایا اور اُن کے حال پر بہت زیادہ توجہات عنایت فرمائیں۔

مثنوی شریف کا درس

اس کے بعد **مثنوی شریف** حضرت مولوی معنوی (جلال الدین رومی) قَدَّسَ سِرَّهٗ کا درس شروع ہوا۔ حکایتِ طوطی و بازرگان (طوطا اور سوداگر) پڑھی گئی۔ جب ان اشعار کی باری آئی، اشعار:

این روا باشد وفا اے دوستان	من درین حبس و شما در بوستان
یادآرید اے مہان زین مرغ زار	یک صبوحی درمیان مرغزار

(**مثنوی**، ج۱: ۱۸۰)

یعنی: اے دوستو! یہ وفا جائز ہے کہ میں اس قید خانہ میں رہوں اور تم گلزار میں ہو۔
۞ اے صاحبان! اس تباہ حال پرندے کو یاد کرلو کسی صبح کو سبزہ زار میں۔

حضرت عالی نے بلند معارف اور قیمتی حقائق بیان فرمائے۔ (حضرت) مولانا (رومی رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت نے ظہور کیا اور حضرت عالی خوش وقت ہوئے، نیز حاضرین پر عجیب تاثیر کا حضور واقع ہوا (اور) جوش وخروش ہاتھ آئے۔

بروز جمعرات ۲۳؍رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

احوال کا ظہور و کشف

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ مثنوی شریف کا درس (جاری) تھا۔ احوال کا ظہور اور کشف، جو مشائخ کرام پر واقع ہوتا ہے، وہ ہوا اور مولانا (رومی رحمۃ اللہ

علیہ) کے اس شعر کا ذکر آیا، شعر:

کو یکی مرغی ضعیفی بے گناہ
در در ونش صد سلیمان با سپاہ

یعنی: کہ وہ ایک ضعیف بے گناہ پرندہ، جس کے اندر سو سلیمان فوجوں کے ساتھ (موجود ہیں)۔

حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عارف پر احوال کا کشف طاری ہوتا ہے تو وہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ وہ وسعت کی انتہا سے زمین و آسمان میں نہیں سماتا، بلکہ زمین و آسمان اور عرش جو کچھ اس میں ہے، وہ سب کچھ اس کے دل کے گوشہ میں آ جاتا ہے۔ پس (حضرت) سلیمان (علیہ السّلام) اپنی فوجوں کے ہمراہ اس کے دل میں کتنی جگہ لیں گے۔ جس وقت احوال کا ظہور عارف پر طاری ہوتا ہے تو وہ خود کو ایک ذرّے سے بھی زیادہ چھوٹا پاتا ہے، بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

اہلِ حلقہ کے لیے پنکھا ہلانا

اس کے بعد (حضرت عالی) دوستوں پر توجہ فرمانے میں مشغول ہوئے اور ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ اہلِ حلقہ کے لیے پنکھا ہلائے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت (جان جاناں مظہر) شہید قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ فرماتے تھے کہ میں کشف سے دیکھتا ہوں جو شخص اہلِ حلقہ کے لیے پنکھا ہلاتا ہے، وہ ہر ایک کی توجہ کے فیض میں شریک ہو جاتا ہے، کیونکہ ہر آدمی کو ایک راحت پہنچتی ہے۔ پھر حضرت (جان جاناں مظہر) شہید (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں اپنے مرشد سیّد السادات حضرت سیّد نور محمد (بدایونی) قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) خوش بیٹھے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا۔ حضرت سیّد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ آج میں نے بہت سے پنکھے فقیروں میں تقسیم کیے ہیں۔ دیکھ رہا ہوں کہ اس عمل کی قبولیت کی وجہ سے درگاہِ الٰہی سے بہت زیادہ فیوض و برکات بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

شکوہ عاشقانہ

آپ (حضرت عالی) نے اس مجلس میں اپنی زبان مبارک سے یہ شعر بھی پڑھے:

ما را بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت — خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

رفتم بمسجدی پئے نظارۂ رخش — دستے برخ کشید و دعا را بہانہ ساخت

دستے بدوش غیر نہاد از رہ کرم — ما را چو دید لغزش پا را بہانہ ساخت

زاہد نداشت تاب جمال پری رخان — کنج گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

یعنی: اس نے ہمیں ناز وادا سے قتل کیا اور قضا کا بہانہ بنایا۔ خود ہماری طرف نہ دیکھا اور حیا کا بہانہ بنایا۔

- میں اس کے چہرے کے نظارہ کے لیے ایک مسجد میں گیا، اس نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا اور دعا کا بہانہ بنایا۔
- مہربانی کرتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ غیر کے کندھے پر رکھا۔ جب ہم کو دیکھا تو پاؤں پھسلنے کا بہانہ بنایا۔
- زاہد پری رُخوں (حسینوں) کے جمال کی تاب نہ رکھتا تھا، (لہٰذا) گوشہ نشیں ہوا اور خوفِ خدا کا بہانہ بنایا۔

بروز جمعہ ۲۴ رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے دو مشاہدے

غلام قبلۂ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے مزار پُرانوار سے ایک نوری چادر آئی اور اس نے تمام حلقہ کو گھیر لیا۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز میں نے عالمِ مشاہدہ میں دیکھا کہ دو مزار برابر واقع ہوئے ہیں، ایک حضرت نظام الدین اولیاء عَطَّرَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ (اللہ آپ کی روح کو معطر فرمائے) کی پُرنور قبر اور دوسرا حضرت (جان جاناں) مظہر عَطَّرَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ (اللہ

آپ کی روح کو معطر فرمائے) کی قبر پاک۔ پھر ایک کُرتا میرے سامنے لایا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ حضرت نظام الدین اولیاء قَدَّسَ سِرَّہٗ کی عنایت ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ تمہارے پیر ''نظام الدین'' ہیں؟ میں نے کہا کہ ''مرزا مظہر'' ہیں۔ تیسری مرتبہ کہا گیا کہ تمہارے پیرِ صحبت حضرت نظام الدین ہیں۔ میں خاموش رہا۔ اگر میں ان کی پیری کا اقرار کرتا تو (وہ کُرتا) مجھے پہنا دیتے۔

حضرت سیّد عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد اور حضرت مولانا خالد رومی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مناقب

اس کے بعد (حضرت سیّد عبداللہ) مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) نام کے ایک شخص اس دوران حضرت عالی کا نام مبارک سن کر منازل و مراحل کو قطع اور طے کر کے بغداد شریف میں (حضرت) مولانا خالد رومی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے ملاقات کرنے کے بعد حضور والا میں حاضر ہوئے۔ (حضرت) مولانا (خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ) کے ارشاد و ہدایت کی شہرت اس ملک میں (یوں) ظاہر ہوئی کہ ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے ان کے حلقۂ ارادت میں اپنی گردنیں رکھ دی ہیں اور وہ (حضرت) مولانا (خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ) کے دست مبارک پر بیعت کر کے آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ ایک ہزار متبحر علماء آپ کے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں داخل ہو گئے ہیں اور ہاتھ باندھ کر (حضرت) مولانا (خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں۔

حضرت عالی نے فرمایا کہ یہ خوشخبری سن کر میرے دل کو مچھر کے پَر جتنی بھی خوشی نہیں ہوئی۔ کہاں افتخار کہ مسرّت کا درجہ فخر سے مقدم ہے۔

رحمٰن کے بندے اور اللہ کے بندے

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے بندے زمانے میں بہت زیادہ ہیں اور اللہ کے بندے انتہائی کم، جن کی عبادت و بندگی خالص خدا کی ذات کے لیے ہوتی ہے، نہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور پرورش فرماتا ہے، گونا گوں عنایتوں سے مشرف فرماتا ہے، برخلاف پہلے گروہ کے جو حق جَلَّ وَ عَلَا کی بندگی اس کی صفاتِ کاملہ

سے کرتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

پھر (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، لیکن اب کچھ عرصہ سے میرے اوپر عبداللّٰہیت (اللہ کا بندہ ہونے کی صفت) ظہور کرتی ہے۔

بروز ہفتہ ۲۵/رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

دنیا میں کوئی فرقہ گمراہ نہیں

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قَدَّسَ سِرَّہٗ نے لکھا ہے کہ دنیا کے فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ بھی گمراہی میں نہیں پڑا۔ ہر ایک نے ہدایت کا راستہ طے کیا ہے، (اور) سیدھے راستے پر قائم ہے۔ انہوں نے اپنے قول کی تائید میں (یہ آیت) کریمہ نقل کی ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

(سورۃ ہود، آیت ۵۶)۔ یعنی: (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے، وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔ بیشک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔

نیز اِس بارے میں مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے، شعر:

پس بدی مطلق نباشد در جہان
بد بہ نسبت باشد این را ہم بدان

یعنی: پس جہان میں برائی مطلق نہیں ہے، بدنسبت کی وجہ سے ہے، اس کو بھی سمجھ۔

حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

پیرِ ما گفت خطا در قلم صنع نرفت
آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد

یعنی: ہمارے پیر نے فرمایا کہ تخلیق کے قلم میں خطا نہیں ہوئی۔ اس خطا پوش (غلطی پر پردہ ڈالنے والے) کی نظر پاک پر آفرین ہو۔

پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ جو مکشوفات ہمارے اور ہمارے مرشدوں کے ہیں، وہ

اس سے بالاتر ہیں۔

بروز اتوار ۲۶ ؍ رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

مکتوبات شریف بنام (۱) حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت مرزا رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت حاجی عبدالرحمٰن حسن رحمۃ اللہ علیہ

مخلص خادم (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے چند عنایت نامے: ایک (حضرت) مولانا خالد رومی سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، دوسرا (حضرت) مرزا رحیم اللہ سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اور تیسرا (حضرت) حاجی عبدالرحمٰن سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے نام تحریر فرمائے۔

پہلے خوشبودار فیض والے مکتوب (شریف) کا مضمون یہ ہے کہ اس ملک میں آپ کے ارشاد کا سُن کر مسرّت حاصل ہوئی۔ ضروری ہے کہ طالبین کے آنے اور لوگوں کے ہجوم پر دھوکا نہیں کھائیں گے۔ عاجزی اور اپنی فنا کو ہر لحظہ اور لمحہ خیال میں رکھیں۔ یہ سب لوگوں کا رجوع اور کثرت ارشاد اکابر پیروں کی امداد اور توجہ سے سمجھیں۔ ہر دم اور ہر گھڑی پیروں کی طرف توجہ رکھیں اور ان کی عنایت کے امیدوار رہیں۔ والسّلام۔

دوسرے مکتوب (شریف) کا مضمون، جو مرزا رحیم اللہ سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کو تحریر فرمایا، یہ ہے کہ ضروری ہے کہ جو طالب بھی پیش آئے اور رُجوع کرے، اُس کو تلقین کیا کریں، ہدایت و ارشاد میں تخصیص نہیں کرنی چاہیے۔ سب طالب آدمی دوست ہیں، کیا ہشیار اور کیا مست! والسّلام!

تیسرے مکتوب (شریف) کا مضمون، جو حاجی عبدالرحمٰن حسن سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کو تحریر فرمایا گیا ہے، یہ ہے کہ اپنی باطنی ترقیوں کے حالات، طالبین کے رجوع اور ان کی ترقیاں ساتھ لکھ بھیجیں۔ والسّلام۔

بروز سوموار ۲۷ر رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

شوق کے سیکڑوں غلبے

غلام (حضرت عالی کے) پُرنور حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے درگاہ الٰہی میں زاری اور عاجزی کا اظہار کیا اور یہ شعر شوق کے سیکڑوں غلبوں سے پڑھا:

قافلہ شد واپسیٔ ما ببین
اے کس ما بیکسی ما ببین

یعنی: قافلہ (واپس) ہوا تو ہماری واپسی دیکھ! اے ہمارے یار! تو ہماری بے بسی دیکھ!

سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکرِ خیر

اس کے بعد (حضرت) آدم (عَلَیْہِ السَّلَامُ) کی اولاد کے سردار، سرورِ عالم، مسلمانوں کے فخر، پروردگارِ عالمین کے محبوب، گناہگاروں کی شفاعت فرمانے والے، خاتم النبیّین عَلَیْہِ اَفْضَلَ صَلَاۃُ الْمُصَلِّیْنَ (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجنے والوں کا افضل درود ہو) کا ذکر (مبارک) آیا تو حضرت عالی نے قصیدہ بردہ کا یہ شعر مکرر بار پڑھا:

ھُوَالْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتَہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

(طیب الوردہ، ص ۹۵)

یعنی: آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی ایسے حبیب ہیں جن سے شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے، سخت ترین مصیبتوں میں سے ہر سخت مصیبت کے لیے۔

بروز منگل ۲۸ر رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

مسجودِ خلائق

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے میر قمرالدین

سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ارشاد فرمایا کہ کوشش کریں کہ اسرارِ ذاتی، جو مسجودِ خلائق ہیں، وہ آپ پر ایسا غلبہ کریں کہ خود کو مسجودِ خلائق دیکھیں۔

فنائے اَنا اور زوال عین واثر

اس کے بعد دام اللہ شیرازی سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ درگاہِ الٰہی میں زاری کریں اور کوشش و سعی کریں کہ اَنا کی فنا حاصل ہو اور عین واثر کا زوال ہو۔

پھر آپ نے عین و اثر کے زوال کے معنی (بیان) فرمائے کہ زوالِ عین یہ ہے کہ اپنے اوپر لفظ اَنا قابلِ عذر سمجھے، (یعنی) نہیں کہا جا سکتا کہ ''میں ہوں۔'' حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ ''اَنَا الْحَقّ '' کہنا آسان ہے اور ''اَنا'' کو توڑنا مشکل ہے۔ زوالِ اثر کا معنی یہ ہے کہ اپنی صفات میں سے کوئی صفت بھی نہ دیکھے۔

بروز بدھ ۲۹ / رجب المرجب (۱۲۳۱ھ)

معیّت حق سبحانہٗ وتعالیٰ

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ علما معیتِ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کو عالمِ علمی میں بتاتے ہیں، صوفیہ نے (اسے) معیتِ ذاتی قرار دیا ہے اور ہم جو مراقبہ معیّت طالبین کو تلقین کرتے ہیں (اس میں) اس طرح سے بتاتے ہیں کہ تم (اس بات کا) لحاظ رکھو کہ میں جس جگہ بھی ہوں اللہ تعالیٰ معیتِ ذاتی و علمی کے علاوہ میرے ساتھ ہے۔

کفرِ طریقت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں کفرِ طریقت کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس مشرب والے توحیدِ وجودی کے صاحبان ہیں، جو دین و دنیا سے آزاد ہو چکے ہیں اور خودی سے رہائی پا چکے ہیں اور انہوں نے جامِ وحدت نوش کر لیا ہے۔ ان میں سے (حضرت) حسین بن منصور حلاج قَدَّسَ سِرَّہٗ، جو کہ اس گروہ کے سردار ہیں، وہ فرماتے ہیں:

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَيَّ وَ عِنْدَالْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

یعنی: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب اور مسلمان کے نزدیک معیوب ہے۔

کفر وایمان کے ذریعے مطلوب سے ہٹنا

اس کے بعد (حضرت عالی نے) یہ شعر پڑھا:

بہر چہ از راہ وامانی چہ کفر آن حرف چہ ایمان
بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا

(قول حکیم سنائیؒ، دیکھیے: **مثنوی**، ج۱: ۱۹۷)

یعنی: جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے، وہ کلمہ کفر ہو تو کیا اور ایمان ہو تو کیا۔ جس چیز کی وجہ سے تو محبوب سے دور ہو جائے، وہ نقش برا ہو تو کیا، اچھا ہو تو کیا۔

حضرت عالی نے حاضرین سے پوچھا کہ اس شعر کے معنی بتائیں۔ کفر کی وجہ سے مطلوب سے ہٹ جانا بڑا واضح ہے، لیکن اسلام کے ذریعے کس طرح ہٹ جائے گا؟ حاضرین خاموش رہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایمان کے ذریعے مطلوب سے ہٹ جانا اس طرح خیال میں آتا ہے کہ سالک کو احوال کے ابتدا میں جو حضور مع اللہ ہاتھ لگتا ہے، اس کے دوران نوافل وتلاوت میں ایک نقصان واقع ہوتا ہے، جبکہ یہ تلاوت ونوافل ایمانیات میں سے ہیں۔ پس اس وقت سالک کے لیے حضور ضروری ہے اور نوافل وتلاوت کی کثرت درکار نہیں، کیونکہ وہ حضور کے مانع ہے۔ نیز آپ نے اس وقت یہ شعر پڑھا:

صیدِ تو بمنقار وفا بر کند از بال
ہر پر کہ نہ آشفتۂ دام تو باشد

یعنی: تیرا شکار وفا کی چونچ سے ہر اس پَر کے بال اُکھاڑ دے گا جو تیرے جال میں پریشان نہ ہوا ہو۔

تجدید بیعت کا ثبوت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں بیعت کے تکرار کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو کئی شیوخ سے بیعت کرنا جائز ہے۔ جس طرح کہ صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ) نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال (مبارک) کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ آپ (رضی اللہ عنہ) کے وصال (مبارک) کے بعد (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مصافحہ کیا۔ ظاہر ہے کہ صحابہ (کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ) کا خلفائے راشدینؓ سے بیعت کرنا آخرت کے کاموں کے انتظام کے لیے تھا، نہ کہ دنیاوی (کاموں کے انتظام کے لیے)۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ طریقت میں بیعت کا تکرار کرنا جائز ہے۔

واردات کی تشریح

بعد ازاں (حضرت عالی کے) حضور میں ''واردات'' کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ''وارد'' کو دوسرے صوفیہ کی اصطلاح میں ''روح القدس'' اور ''وارِدِ حق'' کہتے ہیں اور نقشبندیہ اس کا نام ''وجودِ عدم'' بتاتے ہیں اور اس سے میرے اللہ جَلَّ سُلْطَانَهٗ کے فیض کا ورود مراد ہے۔ جب سالک پر وارد ہوتی ہے تو (وہ اسے) متلاشی بنا ڈالتی ہے، اور جب واردات کی کثرت حاصل ہوتی ہے تو سالک ہر وارد سے عدم ہو جاتا ہے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ ان واردات کا ورود متواتر ہوتا ہے، بلکہ متواصل (ہوتا ہے)، جیسا کہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابرین (قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْرَارَهُمْ) فرماتے ہیں، شعر:

وصل اعلام گر توانی کرد
کار مردان مرد وانی کرد

یعنی: اگر تو اعدام (فنا) سے وصل کرنا چاہتا ہے تو بہادر مردوں والا کام کر۔

مشاہدہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں نے مشاہدہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے تشریف فرما ہو کر مجھے فرمایا کہ تیرا نام ''عبداللہ''

ہے اور ''عبدالمہیمن'' بھی ہے۔

بروز جمعرات یکم شعبان ۱۲۳۱ھ

شعبان اور رمضان کی برکات

مخلص خادم قطب عالم کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيد فرمایا کرتے تھے کہ جب شعبان المعظم کا مہینہ آتا ہے تو رمضان المبارک کی برکتوں کا ہلال طلوع ہو جاتا ہے۔ جب شعبان کا مہینہ نصف کو پہنچتا ہے تو وہ ہلال بدرِ کامل (چودہویں کا چاند) بن جاتا ہے اور جب شعبان کا مہینہ آخر کو پہنچتا ہے تو رمضان کا مہینہ طلوع ہوتا ہے۔ (پھر) برکتوں کا ہلال، جو بدر (چودہویں کا چاند) بن گیا تھا، وہ سورج کی مانند چمک اور دمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتا ہے۔

توحید وجودی کے قائلین کے لہو ولعب اور غنا ورقص سے بیزاری

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اس وقت کے ان صوفیہ کا ذکر آیا جو سماع ورقص میں مشغول ہیں اور انہوں نے توحید وجود کو اپنا مذہب مقرر کر لیا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس زمانے کے جو صوفیہ لہو ولعب اور غنا ورقص میں مشغول ہیں اور انہوں نے توحید خیالی کو اپنا اصول بنالیا ہے اور خود کو توحید وجودی کے اکابرین کی مانند سمجھتے ہیں اور بے تحاشہ ان کے کلمات (شطحیات) کو بیان کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ الحاد اور زندیقیت میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ میں ان کے مذہب سے بیزار ہوں۔ وہ مجھے علمائے ظاہر سے خیال کرتے ہیں، جبکہ صوفیہ کا طریقہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روشن سنت کی اتباع کرنے کا طریقہ ہے:

ع آن ایشانند من چنینم ہر دم

یعنی: وہ ایسے ہیں اور میں ہر دَم اس طرح ہوں۔

بروز جمعہ ۲ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

خلوت کا فائدہ

بندہ (حضرت عالی) کے بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ صوفی کو جلوت سے پرہیز کرنا چاہیے اور اسے خلوت میں اکتساب زیب دیتا ہے، شعر:

قعر چہ بگزید ہر کو عاقل ست
زانکہ در خلوت صفا ہائے دلست

یعنی: گہرائی (زمین میں) کس لیے چُنے جو کہ عاقل ہے، کیونکہ خلوت میں دل کی پاکیزگیاں (حاصل) ہیں۔

بروز ہفتہ ۳ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

استادِ ازل کا کہنا کہتا ہوں

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا، شعر:

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت بگوی بگویم

یعنی: پردے کے پیچھے مجھے طوطا صفت رکھا گیا ہے، جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہ تو کہہ، میں وہ کہتا ہوں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) بلند معارف اور قیمتی حقائق بیان فرمائے۔

زیارتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجوہات

نیز ایک شخص نے اپنے خواب کا حال عرض کیا کہ میں نے خواب میں دونوں جہانوں کے سردار اور انسانوں میں سب سے افضل (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ خواب میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت حاصل ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس شخص نے سنت کو زندہ کیا، یا بدعت سے

اجتناب کیا، اس کا یہ عمل مجسّم ہوکر خواب میں نظر آتا ہے۔ یا یہ کہ جو عبادت درگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی وہ اس کو حسین صورت میں مجسم دیکھتا ہے۔ زمین و آسمان کے سرور اور انسانوں اور جنوں کے سردار (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے شمائل اور حلیہ مبارک، جو حدیث کی کتابوں میں تحریر ہے، اگر کسی شخص نے اسی خوبصورت قد، دلربا قامت، سرمگیں آنکھوں، روشن پیشانی، قوس اور ہلال والے خمدار بھووں، لمبی پلکوں، اور بالکل اصلی جلوہ ناز کا مشاہدہ کیا اور اپنے دونوں جہانوں کی اصلی سعادت کو دیکھا، آنکھ کی جان کو انسانوں اور جنوں کے محبوب (حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جمال میں کھولا تو سچ ہے کہ وہ (اس) گروہ میں شامل ہوگیا: ''مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ. '' (صحیح البخاری، نمبر ۶۹۹۶، ص ۱۲۰۷)۔ یعنی: جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا، اس نے صحیح دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

بروز اتوار ۴ر شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت جان جاناں مظہر شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہونا

غلام خاص و عام کے قبلہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہمارے مرشد اور ہادی حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات میں نے محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا اور اس صورت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا کہ خود کو بھی آنسرور (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بستر پر پایا، اور ایک ایسا وصال نصیب ہوا کہ وہاں کسی حجاب اور فاصلے کی گنجائش نہ تھی، اور جو عنایت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اس بندہ پر فرمائی، وہ شرح بیان سے بالاتر ہے۔ میں نے اس بہت زیادہ برکت والی صحبت کا اثر ایک عرصے تک خود میں پایا۔

بروز سوموار ۵؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت محی الدین ابن العربی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے معارف میں فرق

مخلص خادم (حضرت عالی کی) محفل شریف میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محی الدین ابن العربی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے کلام میں تطبیق فرمائی ہے اور توحید وجودی اور (توحید) شہودی میں لفظی جھگڑا قرار دیا ہے۔ آپ نے حال کو قال میں شامل کر کے کشفی معارف کو علمی گفتگو میں لا کر تطبیق کی ہے۔ ان دونوں مقامات میں صاف فرق ہے، جس شخص کو حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے معارف سے ایک حصہ پہنچا ہے، اس نے واضح طور پر دیکھا ہے کہ توحید وجودی حالات کے آغاز میں ظاہر ہوتی ہے، یعنی لطیفہ قلب کی سیر میں اور توحید شہودی لطیفہ نفس کی سیر میں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے معارف ان دونوں مقامات سے بالاتر ہیں۔ (حضرت) محی الدین ابن العربی کے معارف ایک قطرہ ہیں اور حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے معارف ایک محیط سمندر ہیں:

ع چہ نسبت است بکوہ آسمان عالی را

یعنی: پہاڑ کو بلند آسمان سے کیا نسبت ہے؟

اگر (حضرت) محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے زمانے میں زندہ ہوتے اور یہ معارف سنتے تو سمجھ جاتے اور فائدہ طلب کرتے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بے نہایت ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں کہ کوئی اس کے آخر تک پہنچ جائے۔ اللہ سبحانہٗ بالاتر سے بالاتر ہے، پھر بالاتر سے بالاتر ہے، شعر:

اے اوّل تو ورائے اوّل

حیران ز تو انبیاء و مرسل

یعنی: اے (اللہ)! تیرا اوّل بھی اوّل سے بالاتر ہے، تجھ سے انبیاء اور رسول (عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) بھی حیران ہیں۔

ہر شخص اپنے حوصلہ و طاقت کے مطابق اس کی درگاہ میں دوڑا ہے اور اس نے اپنی استعداد کے موافق ایک حصہ چکھا ہے، لیکن وہ اس کی حقیقت کی ماہیت کو نہیں پہنچا ہے۔

شعر:

دور بینانِ بارگاہ اَلست
غیر ازین پے نبردہ کہ ہست

یعنی: بارگاہ اَلست کے دور بین، اس کے سوا کچھ نہیں پا سکے کہ وہ ہے۔

بروز منگل ۶ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

فقر

بندہ (حضرت عالی کے) حضور پُر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ فقر چند اعمال کا نام ہے، جن کی مداومت سالک کے لیے ضروری ہے، نہ کہ علم سلوک اور مراقبات کا نام فقر ہے جس سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ ایک ایسا خزانہ ہے جو سینہ میں رکھا جائے۔ (یہ) ایک ایسا علم نہیں ہے جو کشتی میں نقش کیا جائے۔

ولی کے وصال کے بعد وِلایت کا جاری رہنا

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ذکر ہوا کہ ولی کی ولایت اس فانی جہان سے انتقال کرنے کے بعد باقی نہیں رہتی، مگر متعدد جگہوں میں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ (واؤ کی) زیر سے وِلایت کا معنی تصرف ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ (باقی) رہتی ہے یا نہیں؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکابرین کی ولایت باقی رہتی ہے۔ جس طرح کہ حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ، حضرت خواجہ معین الدین (چشتی اجمیری) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور دوسرے اکابرین قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسۡرَارَھُمۡ کے تصرفات اب تک زمین و زمان میں جاری اور نمایاں ہیں۔

بروز بدھ ۷ ؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حبسِ نفس کے ساتھ نفی واثبات کا ذکر

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاہدے، ریاضتیں اور چالیس روزہ (چلّہ کشیاں) نہیں ہیں۔ اس طریقہ کے اکابرین نے کوئی اعمال واوراد مقرر نہیں کیے ہیں۔ ان کا عمل نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روشن سنت پر چلنا اور ناپسندیدہ بدعتوں سے بچنا ہے، لہٰذا ان کا طریقہ ذکر جہر، سماع، وجد وتواجد اور آہ ونعرہ نہیں ہے، وہ خاموش ہوکر دل کی جانب متوجہ ہو بیٹھتے ہیں اور ہمیشہ ذکر خفی میں مشغول رہتے ہیں۔ (ذکر) نفی واثبات سانس کی قید کے ساتھ کرتے ہیں، (لیکن) سانس کی ایسی بندش کے ساتھ نہیں جو ہندوؤں کے طریقہ پر ہو، جو کان اور ناک کے سوراخوں کو روئی سے بند کر کے دماغ میں سانس بند کرتے ہیں۔ (سالکین نقشبندیہ) سانس کو ناف کے نیچے بند کر کے خیال سے کلمہ ''لَا'' کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر دماغ تک پہنچاتے ہیں اور ''اِلٰہ'' کو دماغ سے دائیں کندھے پر لاتے ہیں اور ''اِلّا اللہ'' کو دائیں کندھے سے کھینچ کر قلب پر ضرب مارتے ہیں۔ اس طرح جو سب لطائف سینہ میں واقع ہیں، اس کے ضمن میں آتے ہیں۔ جب سانس میں تنگی پیدا ہو جائے تو وہ (ذکر) چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن ہر سانس میں کلمہ طیبہ کو طاق عدد سے کہتے ہیں اور سانس کو ناک سے گزارتے وقت اس کے ساتھ کلمہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' دل کے سامنے لحاظ رکھ کر کہتے ہیں، اس طرح کہ یہ کلمہ مبارک دل میں داخل ہو جاتا ہے اور رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے۔

بروز جمعرات ۸ ؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

عالمِ امر کے پانچ لطائف طے کرانا اور نسبت کا القا کرنا

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میں طالب کو اوّل عالمِ امر کے پانچ لطائف کی الگ الگ توجہ دیتا ہوں اور ان کے تصفیہ کے بعد

لطیفہ نفس میں نسبت القا کرتا ہوں۔ نیز ان پانچ لطائف، جو (الگ الگ) چراغ کی صورت میں چمکتے ہیں، سب کو ایک مشعل کی صورت میں جمع کر کے طے کراتا ہوں۔ اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تاکہ محبوب کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی طرف (ہوتا) ہے۔

بروز جمعہ ۹ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی انفرادیت

میں (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات قدسی آیات کا درس (جاری) تھا۔ مکتوب نمبر ۲۶۰، جو آپ نے بڑے مخدوم زادہ (حضرت محمد صادق) رحمۃ اللہ علیہ کو اس طریقہ کے بیان میں لکھا ہے، جس سے آپ کی ذات کو ممتاز کیا گیا ہے، پڑھا گیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ سبحان اللہ! جو معارف آپ نے بیان فرمائے ہیں، امت کے کسی شخص نے ایسے بیان نہیں کیے اور اسرار کے جو موتی آپ نے تحریر کی لڑی میں پروئے، اہلِ معرفت میں سے کسی نے اس صورت میں نہیں جوڑے۔ آپ کا کلام آسمان سے اتری ہوئی وحی (کی مانند) ہے۔ آپ کا بیان اسرارِ ربانی کی تشریح ہے۔ جو مقامات آپ نے بیان کیے ہیں اور جن مکاشفات کا راستہ طے کیا ہے، اس سے آپ نے ہزاروں طالبین کو سلوک فرمایا ہے، ایسا نہیں کہ ان اسرار سے ایک دو آدمیوں نے آگاہ ہو کر گواہی دی ہے، (بلکہ) آپ نے ایک جہان کو نئے معارف سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنی خوب تعریف کرانے والا بنالیا ہے۔ آپ نے ایک عالم کو نئے مقامات سے ممتاز کیا ہے اور اپنی مدح کرنے والا بنالیا ہے۔ شعر:

نہ من بر آن گل عارض سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

(دیوان حافظ، ص ۱۰۰)

یعنی: صرف میں ہی اس خوبصورت رخسار پھول کی تعریف نہیں کر رہا، بلکہ ہر طرف سے تیری ہزاروں بلبلیں (اس میں مصروف) ہیں۔

بروز ہفتہ ۱۰ر شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

طریقہ نقشبندیہ میں پانچ اعمال کے نتائج

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس طریقہ میں کام کا انحصار پانچ چیزوں پر رکھا گیا ہے۔ پہلی: سالک کی توجہ دل کی طرف، دوسری: دل کی توجہ آب وگل کے خالق کی جانب، تیسری: خطرات (وسوسوں) سے غافل ہونا، چوتھی: ذکر میں مشغول رہنا، پانچویں: دل میں اس معنی کا لحاظ رکھنا کہ اے اللہ! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، میرا وجود اپنی محبت اور معرفت کی منزل (جگہ) بنا۔

پس جو شخص ہر دَم ان پانچ کے معاملہ کی طرف مائل ہے، اس کو پانچ نتائج حاصل ہیں اور جس آدمی کو پانچ نتائج حاصل ہیں، وہ مطلوب حقیقی سے واصل ہے۔ (پانچ نتائج یہ ہیں) پہلا: لطائف کا ذکر سے ذاکر ہونا، دوسرا: جمعیت اور بے خطرگی کا حاصل ہونا، تیسرا: دل کی توجہ کا حضرت حق (سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی) کی طرف مصروف ہو جانا، چوتھا: لطائف کا اوپر کی جانب جذب وکشش پیدا کرنا، پانچواں: سالک کے دل پر میرے اللہ سبحانہٗ کا ورود و واردات، جس کو وجودِ عدم سے تعبیر کرتے ہیں:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ محبوب کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی طرف (ہوتا) ہے۔

بروز اتوار ۱۱ر شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

معارف مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کا درس (جاری) تھا۔ حضرت عالی نے بہت زیادہ معارف بیان فرمائے۔

حضرت کے بیان سے حاضرینِ مجلس پر ایک اضطراب اور بے چینی چھا گئی اور گریہ زاری طاری ہوگئی۔ حضرت عالی قلبی وروحی فداہٗ نے شوقِ الٰہی کے کمال سے اپنے پُرفیض دل سے ایک آہ بھری اور فرمایا کہ افسوس! اگر اپنے شوق کے احوال سے ایک ذرّہ بیان کروں، سامعین بے ہوشی کی دوا چکھیں اور سننے والوں کے حواس بے حواس ہو جائیں، افسوس! ہائے افسوس! آنسوؤں کا سیلاب دریا کی مانند حسرت وآرام کے شور انگیز سمندر میں گر رہا ہے اور آنسوؤں کا گرداب جدائی میں حیرت اور بے بنیاد خیالات کے موجیں مارتے ہوئے سمندر میں جارہا ہے۔ بیقرار دل، جو دیدار سے محروم ہے، کس طرح مسرور ہوگا، اور وصل کی متلاشی آنکھیں، جو فراق کے دکھ میں رو رہی ہیں، کس شان سے شاداں ہوں گی؟ شعر:

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

یعنی: میں آنکھ اور دل کو ہمیشہ کس سے مشغول کروں کہ دل تجھے طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھے چاہتی ہے۔

غمزدہ جان، جو جدائی کے دکھ سے غمگین ہے، کس طرح تسکین پائے گی؟ ظاہری ملاقات پر افسوس! جس کا واقع ہونا ناممکن ہے، (اس سے) دستِ تمنا اٹھا کر میں خیالی وصال سے دل کو تسلی دیتا ہوں اور اپنی آنکھ کی پُتلی کو پلکوں سے الگ کر کے اس نازک نازنین کے پاؤں کے تلوے پر رکھتا ہوں۔ پس اسی طرح ملتے رہیں گے اور روتے رہیں گے۔ مؤلف (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام، شعر:

ملے ہے قیس تصور میں بھی جو لیلیٰ سے
ملے ہے مردمک چشم کو کف پا سے

کبھی ہم اس کے سراپا آفت قد کا تصور کر کے اپنی آنکھوں کو نثار کرتے ہیں اور کبھی اس کی رشکِ نرم و نازک صورت کا خیال کر کے سیکڑوں عجز و نیاز کے ساتھ جان قربان کرتے ہیں۔ شعر:

بدل تصورِ روزِ وصال باندھ کے ہم
بلائیں لیتے ہیں کیا کیا خیال باندھ کے ہم

بروز سوموار ۱۲/شعبان المعظم ۱۲۳۱ھ

عارف اور متعرف

مخلص خادم (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ عارف وہ ہے جسے منع و عطا اور جور و جفا سے جو واقعہ بھی پیش آئے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فعل سمجھتا ہے۔ عارف اور متعرف[1] کے درمیان یہ فرق ہے کہ عارف کو جو چیز عطا فرماتے ہیں یا اسے مارا پیٹا جاتا ہے تو وہ بلا غور و فکر (اس کو) حق (تعالیٰ) کا فعل سمجھتا ہے، اور متعرف وہ ہے جو سوچ بچار سے (اس کو) اللہ سبحانہٗ کا فعل جانتا ہے۔ جو شخص مختلف واقعات میں رونما ہونے والے متضاد احوال (مثلاً) نقصان اور نفع، عطا و منع، قبض و بسط میں نقصان دینے والا، نفع بخشنے والا، عطا کرنے والا، روکنے والا، قبض دینے والا اور بسط بخشنے والا اور دیکھنے والا حق (سبحانہٗ) کو سمجھتا ہے تو اسے بلا توقف اور بغیر غور و فکر کے ''عارف'' کہا جاتا ہے۔ اگر وہ پہلی مرتبہ اس سے غافل ہو اور عنقریب حاضر ہو جائے اور فائل مطلق جل ذکرہٗ کو دلیلوں اور رابطوں کی صورت میں پھر پہچان لے تو اس کو ''متعرف'' کہتے ہیں، نہ کہ ''عارف''۔ اگر کلّی طور پر غافل ہو اور افعال کی تاثیروں کو دلیلوں کے حوالے کرے تو اس کو غافل ونکما اور مشرک خفی کہتے ہیں، جیسا کہ امام اجل (حضرت) عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عالی نے یہ شعر پڑھا:

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس
رو درو گم شو کمال اینست و بس

یعنی: تو بالکل نہ رہے، وصال یہ ہے اور بس! جا اس میں گم ہو جا، کمال یہ ہے اور بس!

۱۔ جس نے عارفوں کا سا اخلاق اور طور طریقے اختیار کر لیے ہوں۔

بروز منگل ۱۳؍شعبان المعظم ۱۲۳۱ھ

انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کا مطلب

غلام مخلوق کے قبلہ کے پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کے کلام کا معنی یہ ہے کہ سالک کو بے خطرگی یا کم خطرگی حاصل ہوئی اور توجہ الی اللہ نصیب ہوگئی اور جمعیت پیدا ہوگئی تو وہ اس عالی شان سلسلہ (نقشبندیہ) کا مبتدی بن گیا۔ یہی حضور و جمعیت دوسرے سلاسل کی انتہا میں ہے۔ پس ان (نقشبندیہ) کی ابتدا دوسرے سلسلوں کی انتہا میں درج ہوئی ہے۔ شعر:

سیر ہا دار و محبت چشم گر بینا شود
جادۂ راہ فنا بسم اللہ دیوان ما

یعنی: سیروں کا حامل بن جا اور اگر محبت کی آنکھ بینا ہو جائے تو فنا کا راستہ ہمارے دیوان کا آغاز ہے۔

باطنی کشائش کا ذریعہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں باطنی کشائش کے ذریعہ کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ولایت کے راستے میں کشائش کا ذریعہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا وجود مبارک ہے اور حضرت (سیّدہ) فاطمہ (زہرا) رضی اللہ عنہا بھی اس توسط میں شریک ہیں۔ اس کے بعد بارہ ائمہ (کرام) رضی اللہ عنہم اور حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ بھی ولایت کے اس بارِ امانت کے حامل ہیں۔ لیکن اس دوسرے ہزار (سالہ دور) میں حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ بھی اس امر میں شرکت رکھتے ہیں۔ مقرر ہے کہ اس دوسرے ہزار (سالہ دور) میں جو شخص بھی ولایت کے درجہ کو پہنچتا ہے، وہ جس سلسلہ (طریقت) سے ہوتا ہے، ان کے توسط کے بغیر (اس کے لیے) اس راستہ کی کشائش ناممکن ہے۔ وہ ان (حضرات) کی توجہ اور امداد سے ان منازل کو طے کرتا ہے۔ خواہ قطب، ابدال، اوتاد

اورغوث ہوں، ضروری نہیں ہے کہ وہ ان (حضرات) کی توجہ اور امداد سے آگاہی رکھتے ہوں۔

بروز بدھ ۱۴ ارشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

شدتِ گرمی کی شکایت پر سرزنش کرنا

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص گرمی کی شدت کی شکایت کا لفظ زبان پر لایا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ محبوب کے فعل کی شکایت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ عنایت سے بھی زیادہ مصیبت میں لذت پانی چاہیے۔ میں درد سے ٹھنڈی آہ نہیں بھرتا اور دُکھ کی جنس سے صاف شربت پیتا ہوں:

ع که هرچه ساقی ماریخت عین الطاف است

یعنی: جو کچھ ہمارے ساقی نے (پیالے میں) ڈالا، وہ بالکل عنایت ہے۔

حضرت جان جاناں مظہر شہید قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ کا کشف

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز میں فیض کے درجات والے حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيْد کی خدمت میں حاضر ہوا تو اچانک حضرت غوث الاعظم قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ کے حضور متوجہ ہوکر میں نے عرض کی کہ میرے پیرو مرشد سے میری سفارش فرمائیں۔ حضرت (جان جاناں مظہر) شہید عَطَّرَ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْمَجِيْد نے حلقہ سے فراغت کے بعد اِس بندہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''اب اپنی سفارش کے لیے (حضرت) غوث الاعظم قَدَّسَ سِرَّهُ کو لائے ہیں۔''

بروز جمعرات ۱۵ ارشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

نماز مومن کی معراج ہے

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ نماز جامع عبادات ہے اور طاعات کی اس دولتِ رؤیت کا احاطہ کرتی ہے جو سردار الانبیاء صلّی

اللہ علیہ وسلّم کو معراج کی رات حاصل ہوئی تھی۔ دنیا میں نزول کے بعد مقامِ اسریٰ کے یہی اسرار نماز میں ظاہر ہوئے، جس کی تائید اس حدیث (شریف) سے ہوتی ہے:

''اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنْ.''

یعنی: نماز مومن کی معراج ہے۔

اس دعویٰ کی دلیل (یہ) حدیث ہے: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنَ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ.

یعنی: بندہ اپنے پروردگار کے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے۔

زمین و زماں کے سردار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کرنے والوں کو آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے اخلاص کی بدولت اس دولتِ عظمیٰ سے وافر حصہ اور اس بڑی بخشش سے نصیبِ کامل عطا فرمایا گیا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ. (سورۃ الحدید، آیت ۲۱)۔ یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔

بروز جمعہ ۱۶/ شعبان المعظم ۱۲۳۱ھ

فقرا میں رقم تقسیم فرمانا

غلام (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے کچھ رقم آپ کے حضور میں لا کر عرض کیا کہ اس کو خانقاہ معلیٰ کے فقیروں میں تقسیم فرمائیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک تنکہ ہر ایک فقیر میں تقسیم ہوگا۔ اور اس وقت خانقاہ میں ایک سو دس صوفیہ تھے جو اپنے وطنوں کو چھوڑ کر حق جَلَّ وَ عَلَا کی طلب میں استقامت میں کوشاں تھے۔ پس آپ نے ایک ایک تنکہ ہر ایک میں تقسیم فرمایا، اور کہا کہ ہم بھی اس گروہ میں شامل ہیں، ایک تنکہ اپنا حصہ بھی لیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھی: وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ. (سورۃ محمد، آیت ۳۸)۔ یعنی: اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

بروز ہفتہ ۱۷ر شعبان ۱۴۳۱ھ

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت (آپ کے) حضور میں اس حدیث شریف کا ذکر تھا:

''حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: اَدَآءُ السَّلَامَ وَ عَيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاِتْبَاعُ الْجَنَآئِزَ وَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ.''

یعنی: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں؛ سلام کرنا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

حضرت عالی نے فرمایا کہ اگر مریض قریبی رشتہ داروں اور یا اہلِ محلّہ میں سے ہے اور اس شخص کے سوا اس کا کوئی خبر لینے والا نہیں ہے تو اس کے ذمے اس کی عیادت فرض ہے، ورنہ صوفیہ کے ہاں مریض کی عیادت کے لیے جانے کے لیے شرائط ہیں کہ مریض فاسق اور بدعتی نہ ہو اور اس کے بیٹھنے والے خلاف طریقہ نہ ہوں۔ نیز راستے میں بازار نہ ہو، تاکہ چلتے ہوئے نگاہ منتشر نہ ہو۔ اسی طرح دعوت کا قبول کرنا ہے جس وقت کھانا شبہ والا نہ ہو اور اس مجلس میں گانا اور ساز نہ ہوں اور کھیل تماشا نہ ہو، نیز دعوت دینے والا ظالم، بدعتی، فاسق اور شریر نہ ہو تو (دعوت) قبول کرنا واجب ہے، ورنہ قبول کرنا منع ہے۔

وَلَا يُجِيْبُ اِلٰى طَعَامِ صُنْعِ رِيَآءٍ وَّ سُمْعَةٍ وَّ فِى الْمُحِيْطِ لَايَنْبَغِىْ اَنْ يَّقْعُدَ عَلَى الْمَائِدَةِ اِذَا كَانَ عَلَيْهَا لَعِبٌ اَوْ غِنَآءٌ اَوْ قَوْمٌ يَغْتَابُوْنَ اَوْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ كَذَا فِىْ مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

یعنی: اور وہ ریا اور شہرت کی دعوت قبول نہیں کرتا اور ''محیط'' میں ہے کہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے دستر خوان پر بیٹھے جس پر کھیل اور گانا ہو، یا ایسے لوگ (وہاں) ہوں جو غیبت کرتے ہوں، یا شراب پیتے ہوں، جیسا کہ مطالب المؤمنین میں ہے۔

لطائف کے کمالات واسرار

نیز اس روز (اس) مخلص خادم نے اپنے احوال کی عرضی (حضرت عالی کے) حضور میں پیش کی۔ حضرت عالی نے اپنے خاص دستخط سے اس عرضی کو مزیّن فرما کر عنایت فرمایا اور وہ عبارت یہ ہے:

''الحمد للہ کہ احوال خوب ہیں۔کوشش کریں کہ کمال (درجے) کا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔ بندوں سے افعال کی نسبت سیر قلبی میں چھین لی جاتی ہے اور حضرت حق سبحانہٗ سے منسوب (ہو جاتی ہے)۔لطیفہ نفس کی سیر میں صفات حق (تعالیٰ) سے منسوب پاتے ہیں۔ان دو لطائف کے کمالات یہ ہیں۔ دوسرے لطائف میں اسرار الگ الگ ظاہر ہوتے ہیں۔اگر یہ سب اسرار پیدا ہو جائیں تو بہتر ہے، ورنہ درگاہِ الٰہی میں التجا کریں کہ دل میں خواطر (وسوسوں) کی مزاحمت کے بغیر اور لطیفہ نفس میں کامل توجہ ظاہر ہو جائے۔لطیفہ نفس، جس میں ''انا'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پر میں توجہ کروں گا۔اللہ کریم قلبی فنا، اس لطیفہ کی فنا اور دوسرے لطائف کی فنا بھی عطا فرمائے گا۔فرمایا گیا ہے کہ فنا میرے اللہ سبحانہٗ کی بخشش ہے۔ان فناؤں کا حاصل باطن پر نیستی کا ظہور ہے۔سالک جب افعال و صفات کو حق سبحانہٗ سے منسوب پائے گا تو خود کو نابود اور عدم دیکھے گا۔ انکساری اور عاجزی حاضر وقت کے عیب بن جائیں گے۔''

بروز اتوار ۱۸؍شعبان المعظم ۱۲۳۱ھ

القاب وخطاب کے مبالغہ سے رکنے، اخلاق کے سنوارنے اور لطائف کی ترقیوں کے اشارات

درویشوں کا یہ کمترین قرآن مجید کے اسرار سے آگاہ (اور) فرقان کے حقائق کی کاشف ہستی کے حضور حاضر ہوا۔حضرت عالی نے کلام اللہ کے معانی اور تفسیر بیان فرمائی۔

اس کے بعد تحمید، تکبیر اور تہلیل کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے اس کی تطبیق کے معانی ارشاد فرمائے۔

نیز (اس) غلام نے ایک عرضی اس سے پہلے آپ کے حضور میں پیش کی تھی۔ آپ نے اس کے جواب سے سرفراز فرمایا، اور وہ یہ ہے:

"القاب اور خطاب میں غرق ہونا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ (ایسا) نہیں کرنا چاہیے۔ کوشش کریں کہ عالمِ امر کے ان لطائف اور ان کے حالات، ان احوال کے ساتھ جو لطیفہ نفس کی سیر میں پیش آتے ہیں، ایک ہو جائیں اور نیستی اور دیدِ قصور غلبہ کر لے۔ بُرے اخلاق ختم ہو جائیں اور اخلاق کا سنوارنا شاملِ حال ہو جائے۔ عطیات کے بخشنے والے اللہ سبحانہٗ کی درگاہ میں اکابر مرشدین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ کی ارواح مبارک کے وسیلہ سے التجا کریں کہ اقربیت کا راز واضح ہو جائے، جس طرح کہ وحدت وتوحید کا راز لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ طاقت کے مطابق اعمال اختیار کر کے ان میں لگا تار مشغول رہیں، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اوپر کی سمت توجہ نصیب ہو جائے گی، لیکن اگر لطائف کے حالات اس لطیفہ کے احوال کے ساتھ ایک ہو جائیں اور نسبت میں وسعت پیدا ہو جائے تو منظور یہی ہے۔"

بروز سوموار ۱۹ر شعبان المعظم ۱۲۳۱ھ

مجاہدے اور ریاضت کا شوق دلانا

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ آپ کے حضور میں طالبین کی سعی اور کوشش کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک شخص ہندوؤں میں سے تھا۔ اس کا نام چرن داس تھا۔ وہ اپنے مذہب کا زاہد اور ترک وتجرید میں ثابت قدم تھا۔ ایک آدمی اس کی طلب میں چند ماہ کا سفر طے کر کے آیا تھا۔ اس طرح کہ ہر قدم پر سجدہ کر کے زمین پر لیٹ

جاتا تھا اور پھر اُٹھ کر سر کی جگہ قدم رکھ کے کھڑا ہوتا، (اور) پھر لیٹ جاتا تھا۔ اس طریقہ سے اس کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے اپنی آنکھ سے اس کو دیکھا اور اس کے مجاہدے میں حیران ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت عالی نے استغفار پڑھایا اور کہا: ''اَغِثْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم). ''یعنی: اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم)! ہماری مدد فرمائیں۔ اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجا۔ پھر ایک شخص نے آپ کے حضور میں عرض کیا کہ اہلِ حق لوگوں نے بھی بہت زیادہ مجاہدے کیے ہیں، جیسا کہ حجاز (مقدس) کے راستے میں حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ہر قدم پر دو رکعت (نماز نفل) ادا فرماتے گئے۔

حضرت عالی نے فرمایا: ''جی ہاں!'' پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم بنوری نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ مسجدِ قبا سے مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تک اسی طریقہ سے ہر قدم پر دو رکعت (نماز نفل) پڑھا کرتے تھے۔

بروز منگل ۲۰ رشعبان (۱۲۳۱ھ)

لطائف کے اسرار

میں (حضرت عالی کے) حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ سیر وسلوک کا حاصل حضور مع اللہ ہے۔ سینے میں خواطر (وسوسوں) کی مزاحمت کے بغیر لطیفہ قلب کی سیر میں دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہوتی ہے اور بے خطرگی ہاتھ لگتی ہے۔ لطیفہ نفس میں نفس میں اور عناصر میں عناصر سے یہی (چیز) شاملِ حال ہو جاتی ہے اور انوار و اسرار کے کشوف اس سے پھوٹنے والے ہیں۔ حضور و آگاہی اس کا سرمایہ ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص کے پاس (ایک) درہم کا سرمایہ ہے اور باقی لباس، کھانا اور دوسری ضروری چیزیں سب درہم میں موجود ہیں۔ اگرچہ فی الحال نہیں ہے، لیکن وہ جس وقت چاہے گا خرید لے گا۔ اسی طرح اس راستے کا سرمایہ حضور ہے اور باقی انوار اسی سے پھوٹنے والے ہیں، جو ہر مقام میں لوگوں پر مکشوف ہوتے ہیں اور اسرار جو چھوٹے سے چھوٹے کو بھی (نصیب ہوتے ہیں)۔ اسرار و

انوار بھی اس جہان میں ساتھ ہیں اور قبر میں ان میں سے کوئی بھی نہیں جاتا، مگر حضور و آگاہی (ساتھ جاتی ہے)۔ پس آگاہی کی جستجو ہونی چاہیے، دوسری (چیزوں) کے لیے بھاگ دوڑ نہیں ہونی چاہیے۔ (اصل) کام یہی ہے۔ اس کے علاوہ سب بیکار ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ لطیفہ قلب کا اسرار ''ہمہ اوست'' اور ''انا الحق'' کہنا ہے۔ لطیفہ نفس کا راز ''اَنَا'' کی شکستگی ہے۔ آپ نے لطیفہ قلب کے راز سے کچھ (بیان) نہیں فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد (الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ نے بیان فرمایا ہے اور کمالات ثلاثہ کا راز اور دوسرے نئے مقامات مثلاً حقائق سبعہ وغیرہ، جن سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کو سرفراز فرمایا ہے اور آپ کے توسط سے آپ کے متوسلین کو اس دولت عظمیٰ اور بڑی بخشش سے ایک نصیب عطا کیا ہے اور ایک حصہ بخشا ہے، وہ یہ ہے کہ دلیلی چیزیں کشفی بن جاتی ہیں اور نظری بدیہی ہو جاتی ہیں اور کمال اطمینان اور صفا و بے کیف اتصال، جو چیز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے ہیں اُس کی پیروی، بے رنگی اور باطن کی انتہائی لطافت شاملِ حال بن جاتی ہے اور حضرت (اللہ سبحانہٗ) تعالیٰ وتقدس کی ذات کے تمام نسبوں سے تنزیہہ کی غایت کے طفیل کیا عینیت و اتحاد کی نسبت، کیا ظلیت کی نسبت، کیا احاطۂ ذاتی اور وجود کے سریان کی نسبت (سب کچھ) چھن جاتا ہے:

ع مَا لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابُ

یعنی: خاک کو پروردگارِ عالم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

اسی مقام سے ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ اس جگہ نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری تلاش کرتے ہیں اور واصلین جدائی کا راستہ تلاش کرتے ہیں۔

کمال بے کیف نسبت

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْدُ کو اپنا پیر کہتے تھے، اگرچہ آپ نے ان سے باطنی استفادہ نہیں کیا تھا لیکن شروع میں استفادہ کا ارادہ کیا تھا، (لہٰذا) استفادہ کا ارادہ

کرنے کی وجہ سے ان کو اپنا مرشد سمجھتے تھے اور انہوں نے تقریباً دس سال حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند قَدَّسَ سِرَّہٗ کی خدمت میں گزارے تھے اور اتنا ہی عرصہ حضرت عبدالاحد قَدَّسَ سِرَّہٗ کی صحبت میں بسر فرمایا تھا اور سلوک کو ہر دو حضرات سے حاصل کیا تھا۔ ایک روز اُن کی خدمت میں مرشدِ عالی سیر حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ سِرَّہٗ کے دوستوں میں سے دو آدمی آئے اور ان کی بے کیف نسبت کا ادراک نہ کرتے ہوئے آپس میں کہنے لگے، ایک نے کہا کہ جو کچھ مجھ میں ہے، وہ تجھ میں نہیں۔ اور دوسرے نے کہا: ''جو کچھ تجھ میں ہے، مجھ میں ہے۔'' پھر کہنے لگے کہ آپ (حضرت خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ سِرَّہٗ) کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ حاصل (کلام) یہ ہے کہ ان بلند مقامات کی نسبت کمال بے کیف ہے، ادراک کا ہاتھ اس کے دامن سے کوتاہ ہے، اس نسبت شریفہ کا رکھنے والا خود بھی سوائے جہالت ونکارت کے کوئی دوسری چیز نہیں رکھتا، پھر دوسرا اس کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔ (حدیث میں آیا ہے:) ''اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَایَعْرِفُوْنَھُمْ غَیْرِیْ.'' (احیاء العلوم، ج ۴: ۲۵۶)۔ یعنی: میری قبا کے نیچے میرے ایسے دوست ہیں جن کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

بروز بدھ ۲۱ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

نسبت کے معنی

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ آپ کے حضور میں نسبت کے معنی کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ نسبت کے معنی حضور وجمعیت اور آگاہی ہیں۔

مکتوب شریف حضرت جان جاناں مظہر شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کا مضمون

اس وقت حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کا مکتوب (شریف) پڑھا گیا۔ اس میں آپ نے ہندوؤں کے اصل مذہب کے حالات اور اُن کی چار کتابوں، جن کو منزل قرار دیا گیا ہے، کی تحقیق فرمائی ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک کتاب میں معارف ہیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ پیرومرشد کے کلام پر کوئی چیز کہنا کمالِ بے ادبی

ہے، لیکن میرے نزدیک ان کی کتابوں میں معارف ثابت نہیں ہیں۔

بروز جمعرات ۲۲ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

سلوک مجددیہ طے کرنے کی مدت

بندہ (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد طالبین کو دو سال کی مدت میں ''لطیفہ قلبی''، مکمل تسلیک فرما دیتے تھے اور ایک سال میں ''لطیفہ نفس'' اور مزید دو سال میں ''کمالات'' تک پہنچا دیتے تھے۔ مزید پانچ سال کی مدت میں آدھا سلوک جو ''کمالات'' سے باقی رہ جاتا تھا، تسلیک فرمایا کرتے تھے۔

بعدازاں ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کے حضور میں ایک سال سے کم مدت میں ''لطیفہ قلب'' طے ہو جاتا ہے اور دوسرے ''مقامات'' بھی اسی طرح جلدی حاصل ہو جاتے ہیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میں بھی اس بات سے حیران ہوں کہ یہاں کام کا معاملہ زیادہ لمبا نہیں ہوتا، مگر (یہ) اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس نے دور کا راستہ مجھ پر نزدیک بنایا ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ سب مقامات کی کل مسافت انہی مقررہ دنوں کی مدت، جو دس سال ہے، میں (طے) ہوتی ہے، اگرچہ ہر مقام کی صورت پیروں کی کثرت توجہ وعنایت سے کم دنوں میں حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد عابد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ نے اکثر آدمیوں کو جلدی سے تسلیک فرمائی تھی۔ اتفاق سے نادر شاہی واقعہ درمیان میں آ گیا، اُن (لوگوں) کا باطن پریشان ہو گیا، گویا کہ وہ نسبت سے خالی ہو گئے۔ اسی وجہ سے حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد جب تک سالک کو ایک مقام میں ایک عرض اور ایک طول پیدا نہیں ہو جاتا تھا، دوسرے مقام میں توجہ نہیں فرماتے تھے اور آپ نے سلوک طے کرنے کی مدت دس سال مقرر کی۔ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ. (سورۃ البقرہ،

آیت ۱۹۶)۔ یعنی: یہ پورے دس ہوئے۔

بروز جمعہ ۲۳؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوب شریف کی اہمیت

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات شریف کا درس (جاری) تھا۔ جو مکتوب (شریف) آپ نے اکابر صاحبزادگان یعنی (حضرت) خواجہ خرد (عبید اللہ) اور (حضرت) خواجہ کلاں (عبداللہ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمَا کو عقائد کے بیان میں لکھا تھا، وہ پڑھا گیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ یہ مکتوب (شریف) عقائد کے علم میں بہت زیادہ فوائد رکھتا ہے، اس کو علیحدہ لکھ کر لوگوں کو دیا جائے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی

اس کے بعد (حضرت عالی نے سورۃ) فاتحہ پڑھی اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی بیان فرمائے کہ اَلرَّحْمٰنِ اَیْ مَنْ سُئِلَ اَعْطٰی وَالرَّحِیْمِ اَیْ مَنْ لَّمْ یَسْئَلَ یَغْضَبُ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: رحمٰن یعنی جس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا کرے، اور رحیم یعنی جس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو۔

بروز ہفتہ ۲۴؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

ہر عاشق اپنی زبان میں محبوب کو یاد کرتا ہے

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے اشغال واذکار کا تذکرہ چھیڑا کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں ایک ذکر مقرر کیا ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنی زبان میں اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے اور اپنے محاورات کے مطابق الفاظ مقرر کرتا ہے، ہندوستانیوں کی

اصطلاح ہند ہے اور سندھیوں کی اصطلاح سندھ ہے۔ بلبلِ عاشق اس خوبصورت پھول کے عشق میں اپنی زبان میں نغمے گاتی ہے اور قمری اس خوبصورت شمشاد کے قد کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے دل سے نعرے مارتی ہے، شعر:

مرغان چمن بہر صباحے
خوانند ترا باصطلاحے

یعنی: ہر صبح باغ کے پرندے تجھے اپنی اپنی زبان میں یاد کرتے ہیں۔

بروز اتوار ۲۵ رشعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی وصیت

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ خواجہ خواجگان پیرِ پیراں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کے ساتھ کلام اللہ اور درود (شریف) نہ پڑھا جائے، کیونکہ بے ادبی ہے، مگر یہ شعر ضرور پڑھنا:

مفلسا نیم آمدہ درکوئے تو شَیْئًا لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی: ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رُخِ انور کی زیارت کرائیے۔

۞ ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر آفرین۔

ذکرِ خفی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں ذکرِ خفی کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جب دل کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو دل ذاکر بن جاتا ہے اور انتظار پیدا ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں ''لطیفہ روح'' کی جانب توجہ کی جاتی ہے، اس میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عالمِ امر کے لطائف میں سے ہر لطیفہ میں جو انتظار

اور توجہ کے کام کا نتیجہ ہے، وہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد انتظار کم ہو جاتا ہے اور توجہ مستہلک (نیست و نابود) اور مضمحل (فنا) ہو جاتی ہے، انتظار اور توجہ کی حقیقت نہیں جاتی، بلکہ وہ ادراک میں نہیں آتی، اس کو اس طریقہ میں ذکر خفی کہتے ہیں۔ بعد ازاں لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ میں، پھر عنصر خاک، پھر ہیئت وجدانی میں اسی طرح ہوتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. (سورۃ الحدید، آیت ۲۱)۔ یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

بروز سوموار ۲۶؍ شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کے معارف کی اقسام

میں عالی حضور کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو معارف حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کو مکشوف ہوئے ہیں، وہ تین قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم آپ نے کسی سے (بیان) نہیں فرمائی اور (اس کو) تحریر کی لڑی میں بھی نہیں پرویا۔ ایک خاص قسم اپنی اولادِ امجاد کو بیان کی ہے۔ ایک قسم عام طور پر اپنے دوستوں اور متوسلین کو ارشاد فرمائی اور اسے تحریر اور لکھائی میں بھی لائے ہیں۔ چنانچہ مکتوبات شریف کی تین جلدیں اور سات رسائل (وکتب) ان سے لبریز ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی بیعت اور نسبت کے حاصل کرنے کے حالات

نیز (حضرت عالی نے) حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی بیعت اور نسبت کے حاصل کرنے کے حالات بیان فرمائے کہ آپ نے اوّل اپنے والد ماجدؒ سے عالیشان سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی تھی اور اس سلسلہ کی اجازت وخلافت حاصل کی تھی، بلکہ (اپنے) والد بزرگوارؒ سے دوسرے سلاسل مثلاً سہروردیہ، کبرویہ، قادریہ، شطاریہ اور مداریہ کی اجازت بھی حاصل کی تھی۔ اس کے بعد فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی خدمت میں پہنچے اور طریقہ شریفہ نقشبندیہ کا سلوک کمال اور تکمیل تک پہنچایا اور

خلافت پائی۔ ایک روز مسجد میں صبح کے حلقہ میں مصروف تھے کہ حضرت شاہ سکندر (کیتھلی) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ کا خرقہ اپنے جد بزرگوار عارف اور خفی وجلی اسرار کے کشف کرنے والے حضرت شاہ کمال کیتھلی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ کے حکم سے لاکر آپ کے سر (مبارک) پر ڈال دیا۔ آپ نسبت قادریہ کے بحرِ انوار میں غرق ہو گئے۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ میں سلسلہ نقشبندیہ کا خلیفہ ہوں۔ اب جبکہ مجھے نسبت قادریہ نے گھیر لیا ہے، ایسا نہ ہو کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) کے اکابر رنجیدہ ہو جائیں۔ آپ نے فوراً مشاہدہ کیا کہ حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ)، حضرت شاہ کمال کیتھلی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ)، حضرت خواجہ باقی باللہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) تک اکابرین (سلسلہ) کے ساتھ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) بھی تشریف لائے ہیں۔ حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) فرماتے تھے کہ آپ میرے خلیفہ ہیں اور حضرت غوث الاعظم (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) فرماتے تھے کہ آپ کو بچپن کے دنوں میں کمال کیتھلی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) نے اپنی زبان چسائی تھی، پس آپ میرے (خلیفہ) ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) نے فرمایا: ''آپ اور آپ کے آبا و اجداد میرے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔'' اسی طرح سب بزرگوار ارشاد کر رہے تھے۔ آخرکار تمام اکابرین نے آپ کو مقبول بنانے میں اتفاق کیا اور ہر ایک نے اپنی نسبت شریفہ سے سرفراز فرمایا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ آپ نے مراقبہ میں صبح سے لے کر ظہر کے وقت تک یہ حالات مشاہدہ فرمائے اور اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

اس طرح اس طریقہ مجددیہ میں ہر سلسلہ شریف کی نسبت جلوہ گر ہے۔ گویا چار بیکراں دریا موجزن ہیں۔ دو دریا نسبتِ نقشبندیہ کے، ایک بحر نسبتِ قادریہ کا اور ایک سمندر ہے جس کا نصف چشتیہ اور دوسرا نصف سہروردیہ اور کبرویہ کا ہے۔ نسبتِ نقشبندیہ تمام نسبتوں پر غالب ہے، پھر قادریہ، پھر چشتیہ، (اور) پھر سہروردیہ۔

بروز منگل ۲۷؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

کفرِ طریقت

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے حضور میں کفرِ طریقت کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ کفرِ طریقت یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور غیریت نہ رہے، اور (اللہ) تَعَالٰی وَ تَقَدُّس کی ایک ذات کے سوا کوئی چیز بھی نظر نہ آئے۔ (حضرت) منصور حلاج (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے، شعر:

کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَیَّ وَ عِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

یعنی: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب اور مسلمانوں کے نزدیک معیوب ہے۔

حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ طریقت کے سلاسل میں (حضرت) منصور حلاج پانچ سو رکعت (نمازِ نفل) ادا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ''فِی الْعِشْقِ رَکْعَتَانِ لَایَصِحُّ وُضُوْءُ ھُمَا اِلَّا بِالدَّمِ.'' یعنی: عشق میں دو رکعتیں ہیں، دونوں میں وضو صحیح نہیں ہوتا، مگر خون کے ساتھ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دو علم مجھ تک پہنچے ہیں

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دو علم مجھ تک پہنچے ہیں۔ ایک کو میں نے جہان پر ظاہر کر دیا ہے اور دوسرے کو چھپا لیا ہے۔ اگر میں اس سے ذرّہ سا ظاہر کروں تو لوگ مجھے قتل کر دیں۔ اکثر صوفیہ نے اس دوسرے علم کو ''وحدت الوجود'' اور ''ہمہ اوست'' کہا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ (دوسرا علم) منافقین کے حالات ہیں جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے بیان فرمائے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے کہ وہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے اسرار ہیں۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ وہ (علم) توحید وجودی کے اسرار ہوں، یا توحید شہودی کے معارف اور یا دوسرے مقامات، جو کچھ حق سبحانہٗ عنایت کرے، وہ ایک عظیم نعمت ہے۔ پھر آپ نے مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) کا شعر پڑھا، شعر:

جان من و جانان من دین من و ایمان من
سلطان من سلطان من چیزے بدہ درویش را

یعنی: میری جان اور میرے جاناں! میرے دین اور میرے ایمان! میرے بادشاہ! میرے بادشاہ! درویش کو کوئی چیز عطا فرما۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے کاک کی برکات

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں فخر العارفین حضرت نظام الدین (اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اہلِ چشت کہتے ہیں کہ آپ جیسا ولی امت میں پیدا نہیں ہوا ہے اور ہر پیغمبر میں جو ایک خاصہ تھا، وہ ہر ایک آپ میں ظاہر ہوا ہے۔ اس اثناء میں ایک شخص سالکین کے ہادی (اور) عارفوں کے پیشوا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار سے آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ کیا تو کاک کی قسم کی کوئی چیز مزار کے تبرک سے لایا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ تو نے یہ کیسی غلطی کی ہے کہ تبرک کی کوئی چیز نہیں لایا۔ دوبارہ جا اور کوئی چیز لے آ کہ بزرگوں کے تبرک میں ایک راز پوشیدہ ہے اور ایک بے انتہا فائدہ ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ منقول ہے کہ ایک شخص آپ (حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار مبارک سے ایک کاک لایا تھا۔ اس کے گھر میں ایک پرندہ مرا تھا، اس نے اس کاک سے ذرّہ سا پانی میں بھگو کر اُس پرندے کے منہ میں ڈالا تو قدرتِ خداوندی سے وہ زندہ ہو گیا اور اُڑ پڑا۔

بروز بدھ ۲۸ر شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

ایمان کی اقسام

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت ''ایمان'' کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی تین قسمیں ہیں: پہلی (قسم) عوام کا ایمان (ہے)، جو وہ غیب پر لائے ہیں۔ انہوں نے حق سبحانہٗ کو نہیں دیکھا اور جان سے (اس پر) فریفتہ ہیں۔ دوسری (قسم) اولیاء اللہ کا ایمان (ہے) جو اہلِ شہود ہیں۔ ان کا ایمان شہودی ہے، کیونکہ وہ حجاب ظلمانی، جو بے صبری، بے قناعتی، بے توکلی وغیرہ سے عبارت ہے، (اس کو) قطع کر کے اور حجاب نورانی، جو صفات و شیونات اور اعتبارات ذاتیہ سے عبارت ہے، (اس کو) طے کر کے شہود کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ تیسری (قسم) اکابرین کا ایمان ہے جو اس مرتبہ شہود سے بھی (آگے) گزر گئے ہیں اور کمالِ وصال کے مقام سے مل گئے ہیں۔ ان کا ایمان غیبی ایمان کی صورت میں ہوگیا ہے، کیونکہ کمال اتصال کے مرتبہ میں مشاہدہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مثلاً جس طرح کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھا تو وہ غیب ہے۔ جب اپنے چہرے کے سامنے لایا تو اس کا مشاہدہ ہوا اور جب آنکھ کی پُتلی سے چمٹایا تو پھر غیب ہوگیا۔ پس بلا فاصلہ وصل کے مرتبہ میں بھی غیب ہی ثابت ہوا۔ اس جگہ سے ہے جو کہتے ہیں کہ خاصوں میں زیادہ خاص عوام کی صورت میں رہتے ہیں۔ اَنَـا بَشَـرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰۔ یعنیٰ: آپ فرمادیں کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں) میں اسی معنی کی طرف ایک اشارہ ہے۔

اکابرین کے حق میں دعا کی قبولیت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اکابرین کے حق میں دعا کی قبولیت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ بہت بڑے اللہ کی درگاہ کے مقبول حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر نَـوَّرَ اللّٰـهُ مَرْقَدَهُ الْاَطْهَر جب بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت نظام الدین قَدَّسَ سِرَّهٗ سے فرمایا کہ بابا نظام الدین! میری بیماری کے ٹلنے اور عارضہ کے خاتمہ

کے لیے دعا کرو۔ آپ نے دعا فرمائی (لیکن) کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ آپ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ ہم کم ہمتوں کی دعا واصلین کے اس قبلہ کے بلند آستان تک نہیں پہنچتی۔ آپ (حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ہم تمہاری دعا کی قبولیت کی دعا کریں گے۔ پھر آپ (حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے دعا فرمائی تو قبولیت سے مشرف ہوگئی۔

بروز جمعرات ۲۹ر شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

خلوت وجلوت

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے موتی بکھیر نے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ میرا دل خلوت میں گرفتار ہے اور جلوت میں مائل ہے، لیکن تنہائی کے گوشہ میں بیٹھنا اور عزلت کے کونہ میں آرام کرنا کیسے میسر ہو؟ کیونکہ لوگ استفادہ کے لیے میرے پاس آتے ہیں۔ پس ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور خلوت سے جلوت میں آ جاتے ہیں، ورنہ میرا حال اس شعر کے مطابق ہے، شعر:

جہانے تنگ می خواہم کہ دروے
ہمین جائے من و جائے تو باشد

یعنی: میں ایک ایسا تنگ جہان چاہتا ہوں کہ اس میں صرف میرے لیے اور تیرے لیے جگہ ہو۔

آہ کا گم ہونا

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے میں ہر لحظہ پُردرد دل سے ایک آہ بھرتا تھا اور صبر و بردباری کا دامن پھاڑتا تھا۔ اب آہ گم ہوگئی ہے۔ کبھی کبھی آتی ہے اور مجھے مجھ سے لے جاتی ہے، شعر:

آہے چو گرد باد ز جائے برد مرا
از کوئے دوست آہ کجا می برد مرا

یعنی: ایک آہ گرد و غبار کے طوفان کی طرح مجھے جگہ سے لے جاتی ہے، ہائے افسوس! وہ دوست کے کوچے سے مجھے کہاں لے جائے گی۔

عشق کی ضرورت

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ عشق ہونا چاہیے، کیونکہ عشق کے بغیر راز نہیں کھلتا۔ عشق ہی ہے جو معشوق تک پہنچاتا ہے اور عشق ہی ہے جو کوچے و بازار میں مشہوری پھیلاتا ہے۔ عشق ہی ہے جو گھر سے جدا کرتا ہے۔ عشق ہی ہے جو اپنوں اور پرایوں میں رسوا کرتا ہے، شعر:

چون نیست ترا عشق بہ تحقیق ز تقلید
چاکے بگریبان زن و خاکے بسر افگن

یعنی: یقیناً جب تجھے عشق نہیں ہے تو تقلید سے گریباں پھاڑ دے اور سر پہ خاک ڈال لے۔

بروز جمعہ ۳۰؍شعبان المعظم (۱۲۳۱ھ)

نسبت قلب کا ظہور

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کے دیوان کا مطلع پڑھا، شعر:

اَلَا یَآ اَیُّھَا السَّاقِیُ اَدِرْ کَاسًا و نَاوِلْھَا
کہ عشق آسان نمود اوّل، ولی افتاد مشکلہا

یعنی: ہاں اے ساقی! جام کا دَور چلا اور وہ دے، کیونکہ ابتدا میں عشق آسان نظر آیا لیکن مشکلیں آن پڑیں۔

اور فرمایا کہ نسبت قلب نے ظہور کیا۔ پھر اِس غزل کا دوسرا شعر پڑھا، شعر:

ببوئے نافۂ کآخر صبا زان طرہ بگشاید
ز تاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

(دیوان خواجہ حافظ شیرازیؒ، ص ۱)

یعنی: اُس نافہ کی مہک کی قسم! صبا جو آخر سب اُس طرہ سے کھولے گی، اس کے مشکیں گھنگریالے بالوں کی شکل کی وجہ سے دلوں میں کس قدر خون پڑ گیا ہے۔

پھر پُر فیض دل سے ایک آہ بھری۔ حاضرینِ مجلس پر اُس وقت ایک عجیب حالت طاری ہوگئی اور ایک انوکھی حالت ظاہر ہوئی۔

نماز کا خشوع وخضوع

اس کے بعد نماز کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک شخص جب پہلی تکبیر کہہ کر نماز میں داخل ہوتا ہے اور قیام کرتا ہے تو سمجھ لے کہ میرا بدن اور میرا دل درگاہِ الٰہی میں کھڑے ہیں۔ جب رکوع کرے تو جانے کہ میرا بدن اور میرا دل حق تعالیٰ کے حضور میں رکوع کر رہے ہیں۔ جب سجدہ میں جائے تو سمجھے کہ میرا تن اور میرا دل بارگاہِ کبریا میں سجدہ کر رہے ہیں: ''سَجَدَلَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِی. ''یعنی: میں نے دل سے اور خیال سے تیرے حضور سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لے آیا۔

معارف مکتوبات شریف

بعدازاں حضرت مجدد (الف ثانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات شریف (کا درس) شروع ہوا۔ اس کے درمیان (آپ نے) بلند معارف بیان فرمائے اور جب ان الفاظ میں ختم ہوا: فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (سورۃ آل عمران: آیت ۶۴۔ یعنی: ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں) تو حضرت عالی نے فرمایا: ''وَ بِهَدَايَةِ اِلٰهِیْ سُبْحَانَهٗ وَ بِهَدَايَةِ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَ بِهَدَايَةِ هٰذَا الْكِتَابِ. ''یعنی: اور اللہ سبحانہ کی ہدایت سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے اور اس کتاب کی ہدایت سے۔

بروز ہفتہ یکم رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مخدوم عالم بننے کا راز

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی اس وقت ضعف و

کمزوری میں (مبتلا) تھے اور گرمی کی شدت بھی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پنکھا چلائیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ میں مخدوم عالم بن جاؤں، وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت اختیار کرے:

ع ہر کہ خدمت کرد مخدوم شد

یعنی: جس شخص نے خدمت کی وہ مخدوم بن گیا۔

خدمت ہی ہے جو مرتبہ ادنیٰ سے مقامِ اعلیٰ پر پہنچاتی ہے اور ادب ہی ہے جو خاک کی پستی سے عرش معلیٰ کے بلند ترین مقام تک ترقی بخشتا ہے:

ع خدمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

یعنی: خدمت تجھے بزرگی کی چوٹی پر پہنچاتی ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ سِرَّہٗ کی ریاضتوں کے انوار

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ان دنوں میں جبکہ عمر بڑھاپے کو پہنچ گئی ہے، بدن لی کمزوری اور دل کا ضعف بہت زیادہ ہو گیا ہے، (ایسی حالت میں) اذکار و اشغال میں زہد، ریاضتیں اور مجاہدے کم ہو جاتے ہیں، اس سے پہلے جب طاقت و توانائی تھی تو جامع مسجد میں حوض کا پانی پیتا تھا اور قرآن مجید کے دس پارے پڑھتا تھا۔ دس ہزار (ذکر) نفی و اثبات کرتا تھا، جس سے نسبت اس قوت کے ساتھ ظہور کرتی تھی کہ جامع مسجد انوار سے بھر جاتی تھی، اور جس کوچہ سے بھی گزرتا تھا وہ انوار سے پُر ہو جاتا تھا۔ جس مزار پر جاتا تھا، صاحبِ مزار چھوٹے ہو جاتے تھے اور میری نسبت غلبہ (اختیار) کر لیتی تھی۔ پھر میں خود کو خود سے چھوٹا کر لیتا تھا اور اُن بزرگ کا ادب کرتا تھا۔

بروز اتوار ۲؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

ذکر

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ذکر کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کیونکہ راستہ چلے بغیر طے نہیں ہوتا۔

ماسویٰ اللہ سے کامل کٹ جانے اور دنیا سے مکمل روگردانی کی ضرورت

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ماسویٰ (اللہ) سے کامل کٹ جانا چاہیے اور کمینی دنیا سے مکمل روگردانی کرنی چاہیے، تاکہ فیضِ الٰہی کا دریا دل میں موجزن ہو جائے اور نہ ختم ہونے والا بحرِ انوار جوش مارے۔ ہمارے مرشد اور ہمارے پیشوا حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيْد فرمایا کرتے تھے کہ کبھی جب میں گھر میں جاتا ہوں اور اہلِ خانہ ضروری کام کی وجہ سے کوئی چیز مجھ سے مانگتے ہیں تو حق سبحانہٗ بھیج دیتا ہے، لیکن ایک دینار کے آ جانے سے بھی باطن کا معاملہ پہلی حالت پر نہیں رہتا، نسبت میں ایک نقصان راستہ پالیتا ہے۔ وَ اللّٰهُ بِاللّٰهِ ثُمَّ تَاللّٰهِ. یعنی: اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! پھر اللہ کی قسم!

فنا، فنا الفنا، شعور اور بے شوری

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں فنا کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جب دل اللہ سبحانہٗ کے غیر سے بے شعور (لاتعلق) ہو گیا تو فنا حاصل ہو گئی اور جب بے شعوری کا شعور بھی نہ رہا تو فنا الفنا (فنا کی فنا) میسر ہو گئی۔

نیز (حضرت عالی نے فرمایا) کہ عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ نے فرمایا ہے کہ بے شعوری مخلوق میں سے ہے اور شعور حق سبحانہٗ سے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کلام کا دوسرا معنی جو اس وقت مجھ پر القا کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ بے شعوری میں شعوری بھی درج ہے۔ یعنی جو نفع اور نقصان مخلوق سے پہنچتا ہے، (سالک) اس کو خالق سے دیکھے۔ غیر کا شعور ختم ہو جائے گا۔ نقصان دینے والا اور نفع دینے والا حق کو سمجھے۔ لیکن اس بے شعوری کے باوجود اس شخص کا شعور بھی ہے جو درمیان میں ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے سالک کو حلوا کھلایا یا تھپڑ مارا۔ سالک دیکھتا ہے کہ اس فعل کا فاعل حق سبحانہٗ ہے، لیکن اس شخص کو بھی دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ فعل کا ذریعہ ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ صوفیہ کا کام دیکھنا ہے اور علما کا کام جاننا۔ فقرا حق سے دیکھتے ہیں اور علما حق سبحانہٗ سے جانتے ہیں۔

بروز سوموار ۳ ؍ رمضان شریف (۱۴۳۱ھ)

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نیاز پکانے کا حکم فرمانا

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آج نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت (سیّدہ فاطمہ) زہرا بتول رضی اللہ عنہا کا عرس ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی نیاز کے لیے کھیر پکانے کا حکم فرمایا۔

ولایت اور امامت

اس کے بعد ایک شخص نے (حضرت عالی کے) حضور پُرفیض میں عرض کیا کہ ولایت افضل ہے یا امامت؟ اور اِن دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ولایت عام ہے اور امامت خاص۔ ہر امام ولی ہے اور ہر ولی امامت کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ولایت حضور مع اللہ سے عبارت ہے اور امامت ایک (ایسا) منصب ہے جس سے ہر شخص کو سرفراز نہیں کیا گیا، بلکہ کاملین کو عطا فرماتے ہیں۔ جس طرح کہ خلفائے اربعہ اور بارہ ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اُن کے علاوہ بعض اولیائے کرام کو بھی (نوازا گیا ہے)۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جامعیت

اس کے بعد مجلس میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جامعیت کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ سردار الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام ظاہری و باطنی کمالات اجمالی طور پر حاصل تھے، لیکن تمام کمالات کی تفصیل کے ظہور کا حصول خاص زمانہ اور خاص شخص پر موقوف ہے۔ جس طرح کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُنُوْزِ الْاَرْضِ.'' (فتح الباری، ج۱: ۴۳۹)۔ یعنی: مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

حالانکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں اکثر ممالک فتح نہ ہوئے تھے۔ خلفاءؓ کے زمانہ میں اکثر مقامات فتح ہوئے اور اکثر صحابہ کرامؓ کے بعد نامور بادشاہوں نے

فتح کیے ہیں۔ جس طرح کہ (سلطان) محمود غزنوی نے ہندوستان فتح کیا۔ پس اس کمال کا ظہور اُن پر موقوف تھا۔ آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام علوم، کیا علم توحید وجودی، کیا علم کلام، کیا مسائل فقہ کی جزئیات کا علم مجملاً حاصل تھا، لیکن توحید وجودی کے علم کی تفصیل محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پر، علم کلام کا ظہور ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور منصور ماتری رحمۃ اللہ علیہ پر، مسائل فقہ کی جزئیات کے علم کی تفصیل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد (بن) حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر موقوف تھی۔ حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد جس کمال نے بھی امت میں کسی آدمی پر ظہور کیا، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کا کمال ہے اور وہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اس ظہور (ہونے) سے پہلے ہی حاصل تھا۔ اجمال و تفصیل کے فرق کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بروز منگل ۴ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب

بندہ (حضرت عالی کے) بلند حضور حاضر ہوا۔ اس وقت مجلس شریف میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) امام اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) اور (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے مدینہ منورہ میں ملاقات کی۔ (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ آپ کا وطن کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ عراق۔ (حضرت) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عراق کے لوگ اہلِ نفاق ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ درست ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَمِنْ اَھْلِ الْاَعْرَاقِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ.'' یعنی: اور بعض اہلِ عراق نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) خاموش ہو گئے۔ الگ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ نعمان بن ثابت یہی تھے۔ افسوس کیا کہ مجھ سے کیسی بات ہو گئی؟ اور انہوں نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ قرآن (مجید) میں آیا ہے: ''وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ.'' (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۱)۔ یعنی: اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اہلِ مدینہ میں سے تھے۔ پس (حضرت) امام اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) نے الزام کے طریقے سے جواب دیا کہ درست ہے اہلِ عراق کی شان میں ''مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ'' (نفاق میں پکے) آیا ہے۔ یعنی: حق سبحانہٗ نے بعض اہلِ مدینہ کو ''نفاق پر اڑے ہوئے'' کہا ہے اور آپ اہلِ عراق کو کہہ رہے ہیں، (تو پھر) آیت شریفہ میں اہلِ مدینہ کی جگہ اہلِ عراق لکھیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز آپ (حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پُر انوار پر گئے تھے۔ نماز کا وقت آیا تو انہوں نے رفع یدین کے بغیر آپ کے طریقہ سے نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ آپ (حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کے حضور میں خود کو دخل دوں اور اپنے اجتہاد کا اظہار کروں۔

توحید وجودی کی حقیقت

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں توحید وجودی کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ یہ وہ حال ہے جو لطیفہ قلبی کی سیر میں ظاہر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کو مقاماتِ قرب کی انتہا سمجھا ہے، وہ ان بلند مقامات سے آگاہی نہیں رکھتے، جو حضرت مجدد (الف ثانی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) نے بیان فرمائے ہیں اور انہوں نے دائرہ ظلال سے اصل کی طرف قدم نہیں رکھا ہے۔ انہوں نے تشبیہ کو تنزیہ سمجھا ہے اور مخلوق کو عین خالق اور ممکن کو عین واجب خیال کیا ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں، بیت:

اے مغربی آن یار کہ بے نام ونشان بود
از پردہ برون آمدو با نام و نشان شد

یعنی: اے مغربی وہ محبوب جو بے نام ونشان تھا، وہ پردے سے باہر آیا اور نام ونشان والا ہو گیا۔

وہ نہیں جانتے کہ یہ واجب تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک ظل (سایہ) ہے، اللہ عَزَّ اِسْمُہٗ کا عین نہیں ہے۔ مثلاً جب آئینے میں سورج کی ٹکیا جلوہ گر ہوتی ہے تو اس میں شعاعیں، کرنیں، گرمی اور سورج کے نقوش ہر جگہ موجود ہو جاتے ہیں، لیکن (یہ) سورج نہیں (ہوتا) ہے، بلکہ سورج کا ظل (ہوتا) ہے۔ یہ گروہ سورج کو نہ دیکھ کر ظل کو عین سورج خیال کرتے ہیں اور آئینہ کو بھی نہیں دیکھتے، حالانکہ آئینہ بھی سورج کا عین نہیں بنا ہے۔ آئینہ کا وجود باقی ہے اور اس میں سورج کا ظل ہے۔ جس طرح کہ حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں، شعر:

عکس روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از خندۂ مے در طمع خام افتاد

(دیوان خواجہ حافظ شیرازیؒ، ص ۹۹)

یعنی: جب تیرا عکس جام کے آئینہ میں پڑا، تو عارف شراب کی ہنسی پر خام اُمید لگا بیٹھا۔

معرفتِ الٰہی

نیز (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ اولیائے کرام میں سے جو شخص جس مقام میں پہنچا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ مقصود یہی ہے، اس سے بالاتر نہیں ہے۔ مثلاً اندھوں کے ایک گروہ کو ہاتھی ملے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ہاتھی کا پاؤں آیا تو اُس نے سمجھا کہ ہاتھی ستون کی طرح ہے۔ ایک آدمی کے ہاتھ میں سونڈ آئی تو اُس نے کہا کہ عصا کی مانند ہے، اور ایک شخص کے ہاتھ میں اس کے دانت آئے تو اُس نے سمجھا کہ ہاتھی خشک بانس ہے۔ اسی طرح جس شخص کے ہاتھ میں اُس کا کان آیا، یا پیٹھ آئی، یا اس کا پیٹ آیا اُس نے اس سے تعبیر کیا اور دوسرے کا انکار کر دیا۔ یا مثلاً اندھوں کی ایک جماعت ایک درخت تک پہنچی۔ ایک شخص کے ہاتھ میں اس کا پتہ آیا اور ایک آدمی کو ٹہنی ملی، ایک شخص کو پھل ملا۔ پھر سب نے اس کا ذائقہ چکھا، لیکن ہر ایک کو الگ ذوق اور جدا کیفیت حاصل ہوئی۔ جس شخص نے پتہ چکھا، اُس نے پتے کا ذوق بیان کیا۔ جس آدمی نے اس کا پھل چکھا، اُس نے پھل کے ذوق کا

اظہار کیا۔اسی اندازے سے ہر شخص نے اپنے چکھنے کے مطابق شرح کی اور دوسرے کا انکار کیا کہ جو کچھ میں نے چکھا درخت کا ذائقہ یہی ہے، نہ وہ کہ جو تو بیان کرتا ہے۔حضرت مجدد (الف ثانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کے سب مکشوفات مطلوب کی ایک نشانی رکھتے ہیں اور درست اور بجا ہیں، لیکن اللہ سبحانہٗ کی ذات (پاک) اس سے بالاتر ہے، کیونکہ حق تعالیٰ بے نہایت ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔اسی طرح اس کی معرفت بھی بے نہایت ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔جب سیّد بشر (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ ''مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ.'' یعنی: ہم نے اس طرح تیری معرفت حاصل نہیں کی، جس طرح تیری معرفت کا حق ہے۔کسی دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس کی نہایت تک پہنچے۔شعر:

ہر نقاب روئے جانان را نقاب دیگرست
ہر حجابے راکہ طے کردی حجاب دیگرست

یعنی: محبوب کے چہرے کے نقاب پر ایک دوسرا نقاب ہے، تو نے جو حجاب طے کیے (اس پر) ایک اور حجاب ہے۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ہر شخص نے اپنے حوصلہ اور استعداد کے مطابق معرفت سے (لذت) چکھی ہے، (یہ) نہیں ہے کہ اس نے عرفانِ الٰہی کو پوری طرح حاصل کرلیا ہے۔(شاعر نے) اس معنی میں کتنا خوبصورت شعر ہندی (زبان) میں کہا ہے؟

مصری کا پربت بھیو چیونٹی پہنچی آئے
اُن مکھ اپنا بھر لیو پربت لیو نجائے

نیز (اس) فارسی شعر سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے:

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز دامان گلہ دارد

یعنی: نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کا پھول بہت وسیع، تیری بہار کے پھول

چننے والے کو دامن سے گلہ ہے۔

نیز اسی (مضمون کے) مطابق (یہ) عربی شعر ہے:

وَ اِنْ قَمِيصًا خَيْطٌ مِنْ نَسجِ تِسْعَةٍ

وَ تِسْعِيْنَ حَرْفًا عَنْ مَعَالِيْهِ قَاصِرٌ

یعنی: اگر قمیص کی سلائی میں نوٹا نکے لگے ہیں تو اس کی تعریف کرنے کے لیے نوّے حرف بھی کم ہیں۔

بروز بدھ ۵ ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مراقبہ احدیت اور مراقبہ معیت

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت عالی سے مراقبات کا پوچھا۔ (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ ہم اوّل ''مراقبہ احدیت'' تلقین کرتے ہیں اور وہ عبارت ہے اسم مبارک ''اللہ'' کے مفہوم کے لحاظ سے، جس پر ہم ایمان لے آئے ہیں کہ وہ بے مثل و بے مثال (بے چون و بے چگوں) ہے اور تمام صفات سے موصوف ہے اور سب نقصان اور زوال سے منزہ (پاک) ہے۔ اس کے بعد میں ''مراقبہ معیت'' تلقین کرتا ہوں۔ اور وہ عبارت ہے اللہ سبحانہٗ کی معیت کے لحاظ سے، قلب و روح، سب لطائف اور تمام بدن سے، بلکہ جسم کے ہر بال سے، بلکہ جہان کے ذرّات کے ہر ذرّہ سے۔

قبلہ گاہی حضرت جان جاناں مظہر شہید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مناقب

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں قبلہ گاہی (حضرت جان جاناں مظہر) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میرے قبلہ گاہی بہت بڑے بزرگ تھے۔ گھاس کو جوش دے کر کھایا کرتے تھے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور چشتیہ اور شطاریہ نسبت بھی رکھتے تھے۔ چالیس روز لگاتار سوئے نہیں تھے اور اکثر اکابر اولیاء کی ارواح (مبارک) کا مشاہدہ کرتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ سے استفادہ

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِہِ السَّامِیْ کے عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ سے استفادہ کرنے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ یہ بات میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مجدد (الف ثانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے لکھا ہے کہ عید کے روز میں حضرت خواجہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی زیارت کو گیا اور عرض کی کہ آج کے دن بزرگ چھوٹوں کو عیدی عطا فرماتے ہیں۔ میں بھی اسی امید سے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ نے توجہ فرمائی اور نئی نسبت القا فرمائی، جو ایک اور لذت، الگ کیفیت اور جدا اسرار رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حضرت خواجہ (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے آپ کو اپنی وفات کے بعد نئی نسبت عطا فرمائی تو پھر اپنی زندگی کے دوران کس طرح نسبت اخذ کی۔

بروز جمعرات ۶ / رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

اللہ سبحانہٗ کی جانب ظاہری معشوق کی نسبت نہ کی جائے

غلام خاص و عام کے قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ صوفیہ میں سے ایک شخص نے اس جہان سے انتقال کیا۔ درگاہِ الٰہی سے عتاب ہوا کہ تو تھا جو مجھے لیلیٰ کی طرح کمتر بناتا تھا، یعنی ظاہری معشوق کی صورت میں تل اور خط کی نسبت ہمارے ساتھ کرتا تھا۔

امیروں سے ملاقات کرنے، دنیا طلب کرنے، نغمہ و گیت سننے اور ”ہمہ اوست“ کہنے سے بیزاری

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ میں امیروں سے ملاقات کرنے، دنیا طلب کرنے، نغمہ و گیت سننے اور ”ہمہ اوست“ کہنے سے بیزار ہوں، کیونکہ ”ہمہ اوست“ ایک ایسا حال ہے جو اس زمانے کے صوفیہ نے کہنا شروع کیا ہے اور انہوں نے حقیقت تک نہ پہنچتے ہوئے زبان

ترنم کواس بات میں دراز کیا ہے اورالحادوزندقہ میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ. (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ایک شخص میرے ہاں آیا اور کہا کہ سب خدا ہے،کوئی دوسرا کہاں ہے؟ میں نے اسے مجلس سے باہر نکال دیا۔ نیز ایک شخص تھا جو جب گدھے کی آواز سنتا تھاتو جَلَّ وَ عَلَا کہتا تھا۔اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَنْ ذٰلِکَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ (یعنی: میں اس سے استغفار کرتا ہوں اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ یہ کیسا کمال ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کے خلاف ہے۔اگر یہ سچ ہے تو پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کس پر نازل ہوئے ہیں اور کس کی طرف پیغام لائے ہیں۔رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (سورۃ الاعراف، آیت ۲۳)۔یعنی: اے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

بروز جمعہ ۷رمضان شریف

رؤیت باری تعالیٰ

میں (حضرت عالی کے) حضور میں حاضر ہوا۔اس وقت (آپ کے) حضور میں حق سبحانہ، جل شانہ، کی رؤیت کا ذکر درمیان میں آیا۔حضرت عالی نے فرمایا کہ اس دنیا میں واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ وتقدس کی رؤیت کا امکان نہیں ہے۔ جب زمین وزمان کے سردار (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معراج کے واقعہ میں اس کے بارے میں علما کا اختلاف ہے اور باوجود نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس جہاں سے گزرنے اور لامکان میں پہنچنے اور ''قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى '' (سورۃ النجم، آیت ۹۔یعنی: دوکمان کے فاصلے پر یا اس سے کم) کے مقام سے مشرف ہونے کی اس بارے میں تصدیق ہونے کے باوجود تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح ہوسکتی ہے؟

کلامِ باری تعالیٰ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ باری تعالیٰ وتقدس کا کلام جو لحن اور آواز سے مبرا

(پاک) اور صوت اور حروف سے منزہ (پاک) ہے، میں نے تین بار سنا ہے اور اِس کے سننے سے مشرف ہوا ہوں۔ ایک بار مدرسہ میں اور دو بار اس مکان میں جس میں اب رہتا ہوں۔

خواب میں دلہن کا لباس اور زیور پہننا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دلہن کی پوشاک پہنائی گئی ہے اور زیور سے آراستہ کیا گیا ہے اور محبوبانہ باتیں مجھ سے صادر ہوئی ہیں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میری حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور مجھ سے جو باتیں نیند میں ہوئی تھیں، وہ بیداری میں ظاہر ہوئیں۔

غیبی آواز، الہام، مرشدوں کی آواز اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت کا شرف

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ اکثر اوقات مجھے غیب سے ایک آواز آتی ہے۔ کبھی فرشتے کے ذریعے الہام ہوتا ہے اور کبھی اکابر مرشدوں کی طرف سے آواز دی جاتی ہے۔ کبھی سیّد مختار (حضرت محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے دعوت (صدا) آتی ہے۔ ایک روز میں نے مکان کی وسعت کے لیے دعا کی تو ندا آئی کہ تو اہل و عیال نہیں رکھتا، وسیع مکان کیا کرے گا؟ تیری استقامت کے لیے یہی کافی ہے۔ ایک روز میں نے حق سبحانہٗ سے ہمسائے کا مکان مانگا کہ مجھے عطا فرما دے۔ مجھے الہام کیا گیا کہ تو ہمسایہ کو ایذا پہنچاتا ہے اور اسے مکان سے نکالنا چاہتا ہے۔ ایک روز میں نے حج کے ارادے سے سفر کا عزم کیا تو مجھے الہام ہوا کہ اسی جگہ رہ، تجھ سے خلقت کو ایک نفع ہے۔

بروز ہفتہ ۸ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مصیبت سے بچنے کا وظیفہ

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص رشتہ کے سبب سے گرفتار ہو چکا تھا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ اس آیت شریفہ کو اکثر پڑھا کریں، نیز دو رکعت نماز (نفل) قیام، رکوع اور سجدہ کے ساتھ پڑھیں (آیت کریمہ):

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳)
یعنی: مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

شعر اور رُباعی

نیز (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں شعر کا ذکر آیا۔ آپ نے یہ رباعی پڑھی:

ما را نبود ولے کہ کار آید ازو — جز نالہ کہ در وے ہزار آید ازو
چندان گریم کہ کوچہ ہا گل گردد — نے روید و نالہ ہائے زار آید ازو

یعنی: ہمیں نہیں لیکن اس سے کیا کام ہوسکتا ہے؟ سوائے رونے کے کہ اسے وہ ہزار طرح سے کرسکتا ہے۔

۞ میں اتنا روؤں گا کہ گلیوں میں کیچڑ ہو جائے گی، بانس اُگ آئے گا اور اس سے آہ زاریاں (بلند) ہونے لگیں گی۔

بروز اتوار ۹ رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

بیس رکعات نمازِ تراویح کا ثبوت

غلام قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ آپ کے حضور میں تراویح کا ذکر ہوا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیس رکعت (نماز) تراویح ثابت نہیں ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) عبداللہ ابن عبدالبر مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیس رکعت (نماز) تراویح کا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثبوت فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مشکوٰۃ شریف طلب فرمائی۔ اس کے حاشیہ پر یہ مسئلہ لکھا تھا۔ آپ نے مجلس میں اس کی عبارت پڑھ کر سنائی۔

وجودِ ممکنات

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں وجودِ ممکنات کا ذکر آیا کہ آیا وہم ہے یا وجود سے ایک حقیقت ہے۔

حضرت عالی نے خواجہ میر درد (رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ رُباعی پڑھی:

اے درد یہ تنکنا میں آ کر دیکھا　　عالم کے تئیں جو دل لگا کر دیکھا
مانند مژہ اُلٹ گئی صف کی صف　　واللہ جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ علم الٰہی کے صفحہ میں ممکنات کی شکلیں تھیں، جن سے عیان ثابتہ عبارت ہیں۔ جب اللہ سبحانہٗ نے چاہا کہ نقوش علمیہ کو منصۂ شہود پر لائے، جس صورت کو جس زمانے میں چاہتا ہے، اس پر وجود کے اطوار و آثار مرتّب فرماتا ہے، اپنے صفحہ علم کو جس میں اس صورت کی عین ثابتہ ہوتی ہے، آئینہ عدم کے مقابل کرتا ہے۔ پھر اس آئینہ میں وہ عین ثابتہ منعکس ہوکر خارج میں ایک صورت پیدا کر لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ وجود کے اطوار و آثار اس کو عطا فرماتا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ نطفہ سے لوتھڑا بننا اور لوتھڑے سے ہڈیاں اور گوشت بن کر ایک صورت پیدا کر کے حسین بننا، پھر جوان ہونا، پھر بڑھاپے کو پہنچنا، وجود کے اطوار ہیں اور ہنسنا، رونا اور باتیں کرنا وغیرہ وجود کے آثار ہیں۔

بروز سوموار ۱۰ ار رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

اخلاق واعمال اور ترکِ دنیا میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع

بندہ (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ صوفی کو اپنے اخلاق واعمال اور ترک (دنیا) کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق واعمال اور ترک (دنیا) جیسا بنانا چاہیے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں دس سال حاضر رہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو کبھی اُف تک نہیں فرمائی۔ جو شخص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے برائی کرتا تھا، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) راتوں کو (یوں) قیام فرماتے: **حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ.** (**شمائل ترمذی**) یعنی: یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دونوں پاؤں مبارک سوج جاتے تھے۔ ایک روز ستّر ہزار سرخ اور سفید درہم اور دینار آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس آئے۔ آپ نے سب کو فقراء میں تقسیم فرما دیا۔

بروز منگل ۱۱؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حلقہ کے آداب اور تاثیر

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حلقہ کے وقت ذکر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے مرشد کی جانب متوجہ رہنا چاہیے، کیونکہ مرشد کی توجہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حلقہ میں ایک شخص کو توجہ دینے سے تمام اہلِ حلقہ کو تاثیر پہنچتی ہے، لیکن توجہ مسہل (جلاب) ہے اور اہلِ جوار (ساتھ والوں) کو جو تاثیر ہوتی ہے وہ (معجون) یاقوتی کی مانند ہے، پس جلاب کے بعد یاقوتی مفید ہوتی ہے۔

بروز بدھ ۱۲؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

میرے اللہ کے وعدے میرے خزانہ

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میرا خزانہ میرے اللہ جَلَّ سُلْطَانَہٗ کے وعدے ہیں، شعر:

خاک نشینی است سلیمانیم
عار بود افسر سلطانیم

یعنی: خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے (اور) میرے لیے شاہی تاج باعثِ شرمندگی ہے۔

بروز جمعرات ۱۳؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا اپنے جنازے کے ساتھ (ایک) رُباعی پڑھنے کا حکم

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ میں

وصیت کرتا ہوں میرے جنازے کے ساتھ ایک شخص خوبصورت لحن اور دلکش آواز کے ساتھ یہ رُباعی پڑھے:

مفلسا نیم آمدہ درکوئے تو　　شَيْئًا لِلّٰهِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما　　آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی: ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رُخِ انور کی زیارت کرائیے۔

۞ ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر آفرین۔

(حضرت عالی نے) فرمایا: خواجہ خواجگان، پیر پیراں، امام طریقت، دردمند دلوں کے ناسور کے مرہم حضرت خواجہ بہاء الدین قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ نے اپنے جنازے کے ساتھ یہی رُباعی پڑھنے کا حکم فرمایا۔

حیا کی اقسام

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں حیا کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حیا کی چند قسمیں ہیں۔ پہلی (قسم): ایک شخص گناہ سے اس لیے بچتا ہے کہ حق سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی سے حیا کرتا ہے، جو پوشیدہ اور ظاہری کاموں کو دیکھنے والا ہے، ظاہر اور پوشیدہ کاموں کا جاننے والا ہے۔ دوسری (قسم): گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، فرشتوں کے دیکھنے کی وجہ سے ان سے حیا آتا ہے۔ تیسری (قسم): ممنوعہ کاموں کے کرنے سے حیا کرتا ہے، اس وجہ سے کہ فرشتے جناب رسالت پناہی (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں اعمال پیش کرتے ہیں۔ پس جس قسم کا حیا بھی ہو، وہ ایمان کا ایک حصہ ہے۔

محبت وعشق

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں محبت وعشق کا ذکر چھڑا۔ حضرت عالی نے یہ اشعار پڑھے:

دارم دلے امّا چہ دل صد گونہ حرمان در بغل　　چشمے وخون درآستین صد اشک وطوفان در بغل
روزی قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ　　من نیز حاضر مے شوم تصویر جانان در بغل

یعنی: میں ایک دل رکھتا ہوں، لیکن سیکڑوں طرح کی حسرتیں بغل میں، ایک آنکھ اور سیکڑوں خون کے آنسو آستین میں اور بغل میں طوفان۔

۞ قیامت کے روز ہر شخص ہاتھ میں نامہ (اعمال) پکڑے گا (اور) میں بھی بغل میں محبوب کی تصویر لیے حاضر ہوں گا۔

بروز جمعہ ۱۴ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مدارا اور مداہنت

غلام قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت مدارا (تواضع) اور مداہنت (خوشامد) کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ مدارا (تواضع) دین کے لیے صرف کرنا ہے اور مداہنت (خوشامد) دین کو دنیا کے لیے برباد کرنا ہے۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَنْ ذٰلِکَ.

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رحمۃ اللعالمینی

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں سیّدالبشر (حضرت محمد مصطفٰی) صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ شفیع المذنبین خاتم المرسلین عَلَیْہِ اَفْضَلَ صَلَوَاتُ الْمُصَلِّیْنَ وَ اَزْکٰی سَلَامُ الْمُسْلِمِیْنَ نے فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر کی ایک مستجاب دعا ہے کہ وہ ایک بار حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی سے جو کچھ مانگتا ہے، وہ عطا ہوتا ہے۔ پس تمام پیغمبروں نے اس دعا کو یہاں کے کاموں میں سے کسی کام کے لیے صَرف کر لیا ہے (اور) میں نے اس کو شفاعت کبریٰ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے مجھے ایک بشارت دی ہے کہ اگر اس کو تمام امت کے لوگوں پر ظاہر کر دوں تو وہ اطاعت اور عبادت سے بے نیاز ہو جائیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وجود (مبارک) تمام جہان کے لیے رحمت ہے، جس کی بدولت کافروں پر کفر کی وجہ سے اور فاسقوں پر فسق کے سبب سزا روک دی گئی ہے۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعد مسخ اور شکلوں کا تبدیل

ہونا نہیں ہے اور شیطان کو جو فرشتہ ہر لحظہ تھپڑ مارتا رہتا تھا، اسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور کے بعد روک دیا گیا ہے۔ قارون کا خزانہ، جو اُس کے سر پر سانپ بنایا گیا تھا، اسے اس کے سر سے اونچا کر دیا گیا ہے۔

خواب میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت اور ارشاد

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خواب میں زیارت (ہونے) کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ پُرفیض حدیث (شریف) وارد ہے: ''مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ.'' (صحیح البخاری، نمبر ۶۹۹۶، ص ۱۲۰۷)۔ یعنی: جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا، اس نے صحیح دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(اس طرح) جس اصلی صورت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منورہ آرام فرما رہے ہیں، اس میں (زیارت) ہوتی ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دوسری صورتوں اور شکلوں میں (خواب میں) جو کوئی دیکھتا ہے (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے کوئی نیک عمل کیا، یا سنت کو زندہ کیا، یا بدعت کو ختم کیا ہے، (لہٰذا) وہ (اعمال) اسی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ جب آدمی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اصلی صورت میں خواب میں دیکھا، جس میں شیطان کا دخل نہیں ہے تو سچ ہے کہ اس نے دیکھا ہے، لیکن آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کو آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زندگی کے دوران فرمائے ہوئے ارشاد کے مطابق بنانا چاہیے۔ اگر وہ اس کے مطابق ہے تو عمل کیا جائے اور اگر اس کے مخالف ہے تو (اس سے) بچنا چاہیے، کیونکہ اس کہنے میں شیطان کے دخل کا خوف ہے اور اس صورت میں دیکھنے میں (خوف) نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے دوران ایک روز شیطان نے بتوں کی تعریف میں چند فقرے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام میں شامل کر دیے تھے، جن کے سننے سے صحابہ (کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) حیران ہوئے اور کافر خوش ہو گئے

کہ نبی (کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے دین کی تائید کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اس ماجرا کے واقعہ ہونے کے بعد غمگین ہوئے تو (حضرت) جبرئیل امین علیہ السّلام نے پروردگارِ عالمین کی طرف سے نازل ہو کر بتایا کہ ہر پیغمبر (علیہ السّلام) کے کلام پر شیطان کو دخل ہے، لیکن حق سبحانہٗ اس کے بعد آگاہ فرما دیتا ہے۔ اور یہ شیطان کا کلام تھا، جس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کلام میں ملا کر بتوں کی ستائش میں چند فقرے ادا کیے۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرما رہے ہیں کہ اس مقام میں خزانے کی دیگ پوشیدہ ہے۔ اس کو باہر نکال اور اس خزانے کا خمس میں نے تجھے معاف کیا۔ جب وہ آدمی خواب سے بیدار ہوا تو اس جگہ جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تھا، اس نے خزانے کی دیگ پائی۔ اس نے قاضی سے خمس کی معافی کا فتویٰ پوچھا۔ قاضی نے کہا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زیارت برحق ہے، لیکن خمس معاف نہیں، کیونکہ جو حکم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیداری میں اس ظاہری جسم (مبارک) کے ساتھ صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کی جماعت کو فرمایا ہے، وہی جاری ہے۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو حکم خواب میں اس جہان سے وصال کے بعد روح (مبارک) سے فرمائیں، وہ بیداری کے حکم کو منسوخ کرنے والا نہیں ہوگا۔

بروز ہفتہ ۱۵؍ رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

عاجزی اور دید قصور

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اپنے آپ میں نظر کرتا ہوں کہ مجھ میں کیا کمال ہے کہ جہان کا رُجوع میری طرف ہے تو خود میں کوئی کمال بھی نہیں پاتا۔ اور جب اپنی اطاعت و عبادت پر نگاہ کرتا ہوں تو کوئی روزہ اور نماز وغیرہ بارگاہِ الٰہی جَلَّ سُلْطَانُہٗ میں قبولیت کے لائق نہیں دیکھتا۔ اور جب

اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہوں تو خود کو بانس کی طرح خالی پاتا ہوں۔ ہم کچھ بھی نہیں ہیں، جو کچھ مجھ میں ہے، وہ اس (اللہ سبحانہٗ) سے ہے، شعر:

او بجز نائی و ماجز نے نیم او دمے بے ما و ما بے وے نیم
نے کہ ہر دم جلوہ آرائی کند فی الحقیقت از دم نائی کند

یعنی: وہ بانسری بجانے والے کے سوا اور ہم بانسری کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ وہ ایک لحظہ ہمارے بغیر اور ہم اس کے بغیر نہیں ہیں۔

۞ بانسری جو ہر دَم جلوہ آرائی کرتی ہے، درحقیقت بانسری بجانے والے کے پھونک سے کرتی ہے۔

بروز اتوار ۱۶/ رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تواضع اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی محبتِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تواضع بیان فرمائی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مجلس میں صف کے کنارہ پر کھڑے ہوتے تھے، دعوت کو قبول فرماتے تھے اور سلام میں پہل فرماتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عالی نے درود (شریف) پڑھا اور کمال شوق سے دونوں دست (مبارک) کھول کر اپنے بے کینہ سینہ سے چمٹا لیے، جیسے کہ معانقہ کر رہے ہیں۔

راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ نبی (کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صورت (مبارک) کے دیوانوں کے ضمیر پر اور آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل (مبارک) کے عاشقوں کے دل پر واضح ہو کہ حضرت عالی (شاہ غلام علی دہلویؒ) حضرت محبوب رب العالمین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نام مبارک کے عاشق اور حضرت امام المرسلین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذات پاک کے دیوانے ہیں۔ جس وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر (خیر) آتا ہے تو آپ پریشان ہو جاتے ہیں اور کئی بار

درود (شریف) پڑھتے ہیں اور خود کو زمین و زمان کے سردار (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نام پاک سے خوش اور مسرور بناتے ہیں۔ اگر چہ عمر شریف جو پچھتر سال کو پہنچ گئی ہے، کے تقاضہ کی وجہ سے آپ پر بہت زیادہ ضعف طاری ہے۔ اس کے علاوہ غذا کی قلت کہ آپ رات دن میں ایک پاؤ سے کم تناول فرماتے ہیں، طاقت کہاں ہے۔ لیکن اس طرح کے تذکرہ کے وقت آپ کے بدن مبارک میں کمال قوت آ جاتی ہے۔ پھر آپ یہ شعر پڑھتے ہیں اور لوگوں پر توجہ فرماتے ہیں۔ شعر:

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم
ہر گہ یاد روئے تو آمد جوان شدم

(دیوان حافظ، ص۲۰۶)

یعنی: اگر چہ میں بوڑھا، شکستہ دل اور ناتوان بوڑھا ہو گیا ہوں، (لیکن) جب بھی تیرے چہرے کی یاد آئی میں جوان ہو گیا۔

بروز سوموار ۱۷ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

لوگوں کے گھر کا کھانا محتاجوں میں تقسیم فرمانا اور خود نہ کھانا

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ فیض طلب خان نے خانقاہ کے خرچ کے لیے گندم بھیجی تھی۔ حضرت عالی ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہم اپنے اللہ (سبحانہٗ) کے وعدوں پر بیٹھے ہیں۔ مجھے امیروں سے کیا واسطہ؟ اس کے بعد (ایک) فاحشہ عورت کے گھر سے کھانا آیا اور دوسرے امراء میں سے کسی کے گھر سے ایک کھانا آیا۔ حضرت عالی نے محتاجوں میں تقسیم فرما دیا اور اس میں سے خود ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔ حضرت عالی کی عادت شریف یہی ہے کہ کسی کے گھر کا کھانا بالکل نہیں کھاتے اور جو چیز اپنے گھر میں پکتی ہے، وہ تناول فرماتے ہیں اور صوفیہ کو بھی (ویسا کھانا) کھانے نہیں دیتے۔

بروز منگل ۱۸؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت مولانا شیخ محمد عابد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فاتحہ کے لیے کھانا پکانا

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ آج (ام المؤمنین) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد عابد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ کے وصال کا دن ہے اور امیر المؤمنین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ اس روز زخمی ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ان (ہستیوں) کے فاتحہ کے لیے کھانا پکانے کا حکم فرمایا۔

بروز بدھ ۱۹؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

رمضان شریف کا فیض و برکات اور سنتِ اعتکاف

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ رمضان مبارک کے مہینے میں بہت زیادہ فیض وارد ہوتا ہے اور بہت زیادہ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں عبادت واطاعت میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس متبرک مہینے کے دو عشرے (بیس روز) گزر گئے ہیں اور آخری عشرہ (دس روز) باقی ہے۔ خانقاہ کے لوگوں کو چاہیے کہ اعتکاف کریں، کیونکہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ عمل ہمیشہ کیا ہے اور (اسے) کبھی ترک نہیں فرمایا۔ ایک بار جو ترک ہوا ہے تو اس کی قضا کی ہے۔ جس شخص کو اعتکاف حاصل نہ ہو، وہ خلوت اختیار کرے اور ذکر قلبی، وقوف قلبی، نگہداشت خواطر، نفی واثبات اور ذکر تہلیل لسانی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی کثرت کرے، کیونکہ اس طریقہ شریفہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں دوسرے اوراد و وظائف نہیں ہیں۔

مجدد الف ثانی کا معنی

اس کے بعد (حضرت عالی نے) اس فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مجدد الف ثانی کا معنی،

جس میں کسی شخص کا اعتراض نہیں ہوسکتا، یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةٍ مَنْ یُجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا.'' (سنن ابی داؤد، نمبر ۴۲۹۱، ص ۶۰۲؛ مشکوٰۃ، ج ۱: ۸۲، نمبر ۲۴۷)۔ یعنی: اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں ایک ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو اُس کے دین میں تجدید کرتا ہے۔

پس ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ (حضرت) جنید بغدادی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور (حضرت) غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ دونوں مجدد ہوئے ہیں، جنہوں نے دین کی تجدید فرمائی ہے۔ مجدد اور محی الدین کا معنی ایک ہی ہے۔ پس گیارہویں صدی (ہجری) کے اخیر میں حق سبحانہٗ نے آپ (حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کو بھیجا (اور) آپ نے گیارہویں صدی (ہجری) میں دین کی تجدید فرمائی۔ مجدد الف ثانی کا معنی جو آپ کے نزدیک اور آپ کے پیروکاروں کے نزدیک ہے، وہ یہ ہے کہ اس دوسرے ہزار (سال) میں ولایت کے فیض کا وسیلہ آپ (حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کا وجود مبارک ہے، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا قطعی طور سے ولایت کے فیض کا واسطہ ہیں، خواہ پہلی امتوں کے اولیاء ہوں۔ آپ کے بعد بارہ ائمہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تک یہی منصب قائم ہے۔ اس کے بعد محی الدین حضرت (شیخ سیّد عبدالقادر) جیلانی قَدَّسَ سِرَّہٗ بھی اس دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد ہزار سال کے آخر پر حق سبحانہٗ نے مجھے بھی آپ کے نائب کی حیثیت سے یہ منصب عطا فرمایا ہے اور اس خلعت سے سرفراز فرمایا ہے، لہٰذا اس دوسرے ہزار (سال) میں جو شخص بھی درجہ ولایت کو پہنچے گا، اس کے فیض کا ذریعہ میں ہوں گا، میرے وسیلہ کے بغیر کوئی ولی بھی ولایت تک نہیں پہنچے گا، جس طرح کہ ان (حضرات) کے وسیلہ کے بغیر نہیں پہنچتا۔ اس دوسرے ہزار (سال) میں مَیں بھی ان کے ساتھ شراکت رکھتا ہوں۔

بروز جمعرات ۲۰ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

رمضان مبارک کے آخری عشرہ کی راتوں کی برکات

میں (حضرت عالی کی) پُر فیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آج صبح سے اکیسویں کی رات کی برکات ظاہر ہیں۔ شبِ قدر کا گمان ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ رمضان کے آخری متبرک عشرہ (دس روز) میں شب قدر یقینی ہے، اس عشرہ کی طاق تاریخوں کے اختلاف کے ساتھ۔ اس عشرہ کی ہر طاق رات مثلاً اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور اُنتیسویں کی رات فیوض و برکات سے پُر ہوتی ہے اور جفت راتیں طاق راتوں سے فیوض اخذ کرتی ہیں اور دونوں طرف سے برکتیں حاصل کرتی ہیں۔ پس عشرہ (دس روز) کی تمام راتیں متبرک ہوتی ہیں، سب کو زندہ رکھنا چاہیے۔

بروز جمعہ ۲۱ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

صوفیہ کے مقاماتِ ثلاثہ

کمترین قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ علم الیقین سے مراد دل کے اندر (توجہ) پیدا ہونا ہے، عین الیقین سے (مراد ہے) توجہ الی اللہ کا حاصل ہونا اور حق الیقین سے (مراد ہے) سالک کا اضمحلال (نیستی) اور استہلاک (فنا) ہے۔ فقیر کے نزدیک صوفیہ کے مقاماتِ ثلاثہ (تین مقامات) کا بیان انہی (تین درجات) میں توجہ (کا حصول) ہے۔

بروز ہفتہ ۲۲ر رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

توجہ کی تاثیر

میں (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ

احسان الٰہی (سے) کیا بیان کروں؟ جس جگہ بھی توجہ کرتا ہوں اس مقام سے اثر ظاہر ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

دو زبان داریم گویا ہمچو نے
یک زبان پنہان است درلبہائے وے

یعنی: ہم گویا بانسری کی مانند دو زبانیں رکھتے ہیں۔ایک زبان اس کے لبوں میں پوشیدہ ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) اس مجلس میں یہ شعر بھی پڑھا:

مانند مرغے باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان
کز بیضۂ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ

یعنی: خبردار! تو پرندوں کی طرح دل کے انڈے پر پاسبان رہ، کیونکہ دل کے انڈے سے مستی وشور اور قہقہہ پیدا ہوتا ہے۔

بروز اتوار ۲۳؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

پانی کی پاکی

میں (حضرت عالی کی) فیض والی محفل میں حاضر ہوا۔ایک شخص نے آپ کے حضور میں (یہ) پُرنور حدیث پڑھی: ''اَلْمَآءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.'' یعنی: پانی پاک ہے، کوئی شے اس کو ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ حدیث (حضرت) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لی گئی ہے، لیکن جب تک (پانی کے) تین اوصاف تبدیل نہ ہو جائیں۔دوسری حدیثِ قُلَّتَيْن[1] ہے جو (حضرت) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ہے۔اس شخص نے عرض کیا کہ (پانی کے) تین اوصاف کی تبدیلی کی شرط حدیث سے ثابت ہے؟ حضرت عالی نے فرمایا

۱۔ یعنی دو مٹکوں والی حدیث، جس میں آیا ہے کہ جب پانی دو مٹکوں کے برابر ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

کہ علماء نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ قرآن وحدیث سے ہے، انہوں نے اپنے گھر (پاس) سے نہیں کہا ہے۔

بروز سوموار ۲۴ رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

طریقہ کی اجازت اور اس کے لائق آدمی

میں (حضرت عالی کی) فیض والی محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ کے شیخ حضرت شیخ محمد عابد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا معمول تھا کہ رمضان مبارک میں طریقہ کی تعلیم کی اجازت اس کام کے لائق لوگوں کو عطا فرماتے تھے اور میں نے بھی اسے اپنا معمول بنایا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اس ماہ کی ستائیسویں کو چند آدمیوں کو اجازت دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ چند پگڑیاں تیار رکھنی چاہئیں۔

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ آدمی خواطر (وسوسوں) اور خواہشات سے قلب کے تصفیہ کے بعد اور بُرے اخلاق سے نفس کے تزکیہ کے بعد اجازت کے قابل ہوتا ہے، لیکن اس بارے میں چند دوسری شرائط بھی ہیں کہ آدمی بازاری (خرید وفروخت والا) نہ ہو، تیسرے اور چالیسویں میں نہ جائے۔ امیروں اور طریقہ کے مخالفوں سے ملاقات نہ کرے اور صوفیہ کے دس مقامات (مقامات عشرہ) جو صبر وتوکل اور قناعت وغیرہ ہیں، ان کا حامل ہو۔ (حضرت) خواجہ عبید اللہ احرار قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ جو شخص ایسی نسبت رکھتا ہو کہ بیٹھنے والوں پر اثر کرے اور انہیں مؤثر بنا ڈالے، وہ طریقہ کی اجازت کے قابل ہے۔

سماع اور اہلِ سماع

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں سماع اور اہلِ سماع کا تذکرہ چھڑا کہ طریقہ چشتیہ اور سہروردیہ کے درمیان ایک اتحاد اور ارتباط ہے، لیکن سلسلہ چشتیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ سلسلہ سہروردیہ میں سماع کے علاوہ ہر چیز (موجود) ہے جو حق سبحانہٗ کے تقرب اور توسل کا ذریعہ ہے۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ غزلیں سنتے تھے، چنانچہ ایک روز آپ نے اس

بیت پر:

مست آنچہ شراب ناب خوردند
از پہلوئے دل کباب خوردند

یعنی: مست (ہیں) کہ انہوں نے خالص شراب پی ہے، دل کے پہلو سے کباب کھایا ہے۔
وجد فرمایا اور اس حالت میں گویا جسم مبارک نہ تھا، صرف ایک قمیص تھی جو گرتی تھی اور تڑپتی تھی۔

بروز منگل ۲۵؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مقاماتِ ثلاثہ کی تشریح

بندہ (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ آپ کے پُرفیض حضور میں تین مقامات "علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین" کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ علم الیقین یہ ہے کہ سالک کے دل میں انوار و اسرار ظاہر ہوں۔ عین الیقین یہ ہے کہ دل میں حضوری پیدا ہو جائے اور اسم مبارک اللہ سے مسمّٰی (ذات پاک) کی طرف توجہ ہو جائے، جس طرح کہ سر میں جو دو آنکھیں ہیں (ان کی مانند) ایک آنکھ دل میں پیدا ہو جائے اور "کَاَنَّکَ تَرَاهُ" (**مجمع الزوائد**، ج۱:۱۴۱؛ **جامع الکبیر**، ج۱:۱۲۶۶۲،۲:۴۶۷۔ ترجمہ: جیسے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے) کے مقام سے ایک حصہ نصیب ہو جائے۔ حق الیقین یہ ہے کہ اس حضور میں مضمحل (نیست) اور مستہلک (نابود) ہو جائے اور اس اسم مبارک اللہ میں فنا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانَهٗ کی صفات سے آراستہ ہو جائے۔

بروز بدھ ۲۶؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

خانقاہ شریف پر آنے والوں کے لیے ذکر و تسبیحات میں مشغولیت کا حکم

میں (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ جو

لوگ حق جَلَّ وَ عَلَا کی طلب میں یہاں آئے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ دائمی ذکر، خواطر (وسوسوں) کی نگاہداشت اور وقوفِ قلبی میں مشغول رہیں۔ ایک لحظہ اور لمحہ بھی توجہ الی اللہ سے غافل نہ رہیں۔ اپنے رات دن کے اوقات کو (یادِ الٰہی) سے پُر رکھیں۔ ہر روز دو پارے پڑھیں۔ صبح و شام سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (بخاری و مسلم، ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اس کے لیے ہیں۔ اللہ پاک ہے اور وہ بلند و برتر ہے، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) پڑھیں۔ سو بار کلمہ توحید، سو مرتبہ تسبیح اور سو بار تحمید پڑھیں۔ سوتے وقت ایک ہزار بار نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود (شریف) بھیجیں۔ صبح اور شام اکابر پیروں کے ارواح (مبارک) کا فاتحہ پڑھیں اور حق تعالیٰ سے زاری کریں کہ الٰہی! سورہ فاتحہ کی برکت اور شجرہ (شریف) کے پیروں کے وسیلہ سے، جو کچھ تو نے ان بزرگوں کو عطا فرمایا ہے، وہ مجھے بھی عطا فرما۔

عجز و انکساری

نیز فقیر نے اپنے احوال کی ایک عرضی (حضرت عالی کے) حضور میں پیش کی تھی۔ آپ نے اس عرضی کی پشت پر اپنے خاص دستخط سے ایک تحریر فرمائی تھی۔ اس کو تبرک کے طور پر پیش کرتا ہوں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت سلامت! یہ ناچیز بندہ لیاقت نہیں رکھتا کہ طلبِ طریقہ کے لیے کوئی شخص (اس کے ہاں) تشریف فرما ہو۔ حضرت ستار سبحانہٗ کی ستاری ہے اور عزیزوں کی عیب پوشی ہے کہ اس نالائق کی طرف توجہات فرماتے ہیں: جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. (اللہ ان کو بھلی جزائے خیر عطا فرمائے)۔

مجددیہ کوچے کے کتوں کا یہ کمترین چاہتا ہے کہ صاحبزادگان اس بے رنگ (اور) بے کیف نسبت کی طلب کے لیے نہ آئیں۔ ان حضرت کو غنیمت سمجھتا ہوں، لیکن کام آہستہ ہوتا ہے، (لہٰذا) معذور رکھیں، کام میں مشغول رہیں اور تمام طریقہ کی نسبت حضرت عطا بخش (اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ) سے طلب فرمائیں۔

بروز جمعرات ۲۷؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اجازت طریقہ قبول نہ کرنا

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے موتی بکھیر نے والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ (حضرت) خواجہ حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کو (حضرت) خواجہ بیرنگ (خواجہ باقی باللہ) قَدَّسَ سِرَّہُ الْعَزِیْز طریقہ کی تعلیم کی اجازت دینے لگے تو انہوں نے قبول نہ کی اور کہا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا، میں اس چیز کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ (حضرت) خواجہ حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی سمجھداری درست تھی کہ انہوں نے یہ کام قبول نہ کیا، کیونکہ آدمی خلوت اور گوشہ نشینی سے محروم رہتا ہے اور دن رات خلقت سے مشغول ہو جاتا ہے۔

بروز جمعہ ۲۸؍رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ سِرَّہُ تیرہویں صدی کے مجدد اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی

میں (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے دوستوں سے (خطاب) فرمایا۔ پھر **قرآن مجید** اور **مثنوی مولانا روم** (رحمۃ اللہ علیہ) کا درس فرمایا۔ موتی بکھیرنے والی زبان سے بلند حقائق اور اعلیٰ مصارف نچھاور کیے اور سننے والوں کو اس نسبت شریفہ کے سمندر میں مستغرق کیا۔ سچ ہے کہ وجود نے فیض حاصل کیا۔ حضرت عالی اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی ہیں اور حضرت رسالت پناہی (محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ حضرت عالی کی ذات تیرہویں صدی (ہجری) کا مجدد ہے۔ نیز آپ کو منصب قیومیت کا الہام کیا گیا ہے اور آپ کے خلفاء اکثر ممالک میں پہنچ چکے ہیں۔ جہان (آپ کے) فیض اور نسبت شریفہ سے لبریز ہو گیا ہے۔ زَادَ اللّٰـهُ اِرْشَادَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ. یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کے ارشاد کو

قیامت کے دن تک زیادہ فرمائے۔

بروز ہفتہ ۲۹ رمضان شریف (۱۲۳۱ھ)

مقامات مجددیہ کی انفرادیت

میں (حضرت عالی کی) پُرفیض محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت عالی نے (مقامات) مجددیہ کے بلند معارف بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ امت میں کسی آدمی نے یہ مقامات بیان نہیں کیے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے مقامات واسرار اور پہلے گزرے ہوئے اکابر کے مکشوفات ومقامات میں اختلاف باہمی اختلاف کی طرح ہے، جو اس صورت میں واقع ہے اور وہ سیبویہ (اور) اخفش (کے اختلاف) کی مانند بیکار ہے۔

بروز اتوار عید الفطر (۱۲۳۱ھ)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ، حضرت مولوی عظیم صاحبؒ، حضرت باز شیر غازی سمرقندیؒ اور حضرت خوجل قل سمرقندیؒ کو خلافت عطا فرمانا

غلام دو رکعت (نماز) ادا کرنے کے بعد (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی قبلۂ درویشاں قلبی وروحی فداہ نے اس راقم سطور اور نالائق کار (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو تعلیم طریقہ کی اجازت کی پگڑی سے سرفراز فرمایا۔ پہلے پیرانِ نقشبندیہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ کی ارواح کا فاتحہ پڑھا۔ اس کے بعد اکابرینِ قادریہ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھُمْ کی ارواح کا فاتحہ پڑھا۔ پھر مرشدانِ چشتیہ (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھُمْ) کی ارواح کا فاتحہ پڑھا اور تینوں طریقوں کی اجازت دی اور بہت دعائیں فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح وشام طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے پیرانِ عظام قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ کی ارواح کا فاتحہ پڑھا کریں اور ان سے مدد طلب کریں۔ جو شخص طلب طریقہ کے لیے آئے، ان (تینوں) طریقوں میں سے جو طریقہ طلب کرے، اسے اس طریقہ میں تعلیم دیں۔ طریقہ نقشبندیہ کے طالب کو (ذکر) اسم ذات، نفی اثبات اور وقوف

قلبی کی تلقین کریں، طالب طریقہ قادریہ اور چشتیہ کو متوسط (درجے کا) ذکر جہر بھی ذوق و شوق کے لیے تعلیم کریں، اگرچہ ذکر جہر طریقہ میں نئی چیز ہے، لیکن ہم نے حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِید سے وہ ذکر لسانی اخذ کیا ہے، جو آپ تعلیم فرماتے تھے۔ سالک کے قلب کی طرف توجہ اور ہمت کریں۔ پہلے ذکر کے حاصل ہونے کے لیے، اس کے بعد حضور اور جذبہ و واردات کے لیے توجہ کریں۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے حضرت) مولوی صاحب جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول (حضرت) مولوی (محمد) عظیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو طریقہ کی اجازت کی پگڑی سے مشرف فرمایا۔ پھر (حضرت) باز شیر غازی سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) اور (حضرت) خوجل قل سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی اجازت سے بہرہ ور فرمایا اور ان اکابرین کے حق میں بہت زیادہ دعائیں فرمائیں۔

خاتمہ کتاب

حضرت عالی کا وہ پُرفیض کلام (ملفوظات) جو دن کی قید کے بغیر میں نے تحریر کیا ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيق. یعنی: اور اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) کے اشعار

ایک روز حضرت عالی، مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بادہ از ماست شدنی ما ازو — قالب از ماست شدنی ما ازو

ما چو زنبوریم قالب ہا چو موم — خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست — چرخ در گردش فدائے ہوش ماست

(مثنوی، ج۱: ۱۹۷)

یعنی: شراب ہم سے مست ہوئی ہے نہ کہ ہم اس سے، جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے۔

۞ ہم شہد کی مکھی کی مانند ہیں، جسم موم کی طرح۔ اس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا

رکھا ہے۔

* شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے، آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی بیعت اور مشرب

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ میری بیعت سلسلہ قادریہ میں ہے اور میں نے ذکر و شغل طریقہ نقشبندیہ کا کیا ہے۔ طالبین کو بھی طریقہ شریفہ نقشبندیہ کی تسلیک (تلقین) کرتا ہوں۔ میں نقشبندی مجددی ہوں اور اکابرین چشتیہ بھی میرے پیر ہیں۔ اس کے بعد جس طریقہ کے اکابرین بھی (مجھے) قبول فرمائیں، فخر ہے اور ایک عظیم نعمت ہے، لیکن جس سلسلہ کی جو نسبت بھی ملی ہو اُس کا نام لینا چاہیے۔

طریقہ نقشبندیہ کی خصوصیات

نیز قادریہ سلسلہ کا ایک شخص (حضرت عالی کے) حضور میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی طلب کے لیے آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ خواجہ خواجگان، پیر پیران، دردمند دلوں کے ناسور کے مرہم حضرت خواجہ بہاء الدین قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں سماع نہیں ہے، ہمارے طریقہ میں (ذکر) جہر نہیں ہے، ہمارے طریقہ میں وجد نہیں، ہمارے طریقہ میں تواجد نہیں ہے اور ہمارے طریقہ میں آہ و نعرہ نہیں ہے۔ ہمارا طریقہ حضور، یادداشت اور بے خطرگی ہے۔ حضور سے مراد دل کی نگرانی اسم مبارک اللہ کے مفہوم کی طرف۔ چنانچہ دو آنکھیں سر میں ہیں اور ایک آنکھ دل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ محبوب حقیقی کے جمال کے نظارہ میں حیران رہتی ہے۔

حضرت شاہ درگاہی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مناقب

اس کے بعد اس شخص نے مرشد آگاہ، مجاہد فی سبیل اللہ، فانی فی اللہ، محبوب الٰہی حضرت مولانا شاہ درگاہی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا ذکر کیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آپ اس (فقیر) کے مرشد تھے اور آپ نے اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میں رامپور میں گیا تھا، لیکن آپ سے میری ملاقات

نہیں ہوئی۔ آپ کے مرشد، جو اولیائے حق میں سے تھے، گرمی کا موسم تھا کہ میں ان کی خدمت میں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے تربوز عطا فرمایا تھا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس محبت کی گرمی کے لیے آیا ہوں اور محبت کی حرارت کی طلب رکھتا ہوں۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے حالات

راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس جگہ اپنی اس بیعت کے احوال سے کچھ ظاہر کرنا مناسب ہے۔ اور وہ مختصر طور پر یوں ہے کہ اس ناچیز نے چھوٹی عمر میں بلوغت کے قریب دستِ ارادت حضرت (شاہ درگاہی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے دامن پاک کو لگایا اور کمال اعتقاد و محبت کے ساتھ آپ کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ مجددیہ میں بیعت کی۔ کمر ہمت کس کر کم و بیش بارہ سال تک آپ کے پُرفیض حضور میں عمر گزاری۔ ریاضت و مجاہدہ (حضرت) جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کے معمول سے، جو حضرت عالی کی خانقاہ کا معمول تھا، طاقت و امکان کے مطابق بجالایا اور حضرت عالی کی توجہات سے ذوق و شوق، استغراق و بیخودی، آہ و نعرہ، اسرار و توحید وجودی اور ولایتِ قلبی کے دوسرے حالات حاصل ہوئے اور میں خرقہ خلافت اور طریقہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ اور مداریہ کی تعلیم کی اجازت سے مشرف ہوا۔ میں نے چند طالبین کو طریقہ میں داخل کیا۔ حضرت (شاہ درگاہی) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے وصال (مبارک) کے بعد شعلہ طلب نے سر اُٹھایا اور آتش عشق دوبالا ہوگئی۔ میرے لطیفہ قلب کے یہ حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے نہایت ہے اور اس کا راستہ کوئی انتہا نہیں رکھتا۔ ایک شخص ہونا چاہیے جس کی توجہ سے ترقی ہو۔ اس کی جستجو ضروری ہے۔

پھر میں نے چاہا کہ طریقہ مجددیہ کے خلفاء میں سے جو شخص طریقہ مجددیہ کی کامل نسبت رکھتا ہو، اس کی خدمت سے بہرہ یاب ہو کر اس نسبت شریفہ کو مکمل اور کامل (حاصل) کروں۔ آخری ایام میں عنایتِ الٰہی سے جو چاہتا تھا، اس کو پالیا، بلکہ حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کے (اس) شعر کے مطابق ہادی توفیق نے حضرت عالی (شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے آستانہ پر پہنچا دیا:

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

یعنی: سجدۂ عشق کے لیے میں نے ایک آستان پایا، ایک سرزمین منظور تھی، ایک آسمان نصیب ہوگیا۔

جو مراد دل میں تھی، حق سبحانہٗ نے حضرت عالی کے وسیلہ سے عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ نے آنجناب کے وجود کو جہاں کی ہدایت کے لیے رکھا۔ پس حضرت عالی نے مراقبہ احدیت صرفہ کی ابتداء سے سلوک کی تربیت فرمائی۔ نیز میں نے حضرت عالی سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔

ذکر اسم ذات، نفی واثبات اور مراقبات کا نفع

حضرت عالی نے فرمایا کہ (ذکر) اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے اور (ذکر) نفی اثبات سے سلوک جس سے مراد اخلاق کو آراستہ کرنا ہے، حاصل ہوتا ہے۔ مراقبات سے باطنی نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے انوار میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے اور درود (شریف) کے پڑھنے سے خواب اور واقعات سالک کے شاملِ حال ہوجاتے ہیں۔

مقربین اور ابرار کا راستہ

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اذکار و اشغال میں مشغول ہونا اور مراقبات کرنا مقربین کا راستہ ہے۔ نماز اور نوافل کی کثرت ابراروں کا راستہ ہے، جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاء قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے۔

کھانے کے آداب

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ کھانے کو بسم اللہ سے شروع کرنا مسنون ہے، جس طرح کہ حدیث (شریف) میں آیا ہے: كَانَ اِذَا قَرُبَ اِلَيْهِ الطَّعَامَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ.
یعنی: جب کھانا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے قریب ہوتا تو بسم اللہ فرمایا کرتے تھے۔

وَقَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمُ اللّٰهِ فَاِنْ نَسِيَ اَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ

فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ. (رواہ مسند احمد و مسلم، سنن ابن ماجہ، نمبر ۳۲۶۴، ص ۳۷۴-۴۷۴)۔ یعنی: اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے اور اگر اللہ کا نام لینا بھول جائے تو کہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ ہی آغاز کرتا ہوں اور اسی کے نام پر اختتام کرتا ہوں۔

وَقَالَ اِنَّ شَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِىْ لَا يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. قَالُوْا يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَتفَرَّقُوْنَ. قَالُوْا نَعَمْ. قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (رواہ مسند احمد وداؤد و سنن ابی داؤد، نمبر ۳۷۶۴، ۳۷۶۶، ص ۵۳۸)۔

یعنی: اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ اس کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے، جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم)! ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ شاید تم علیحدہ علیحدہ کھاتے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ اور اس پر اللہ کا نام پڑھا کرو۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے فرمایا) کہ اس جگہ بسم اللہ پڑھنے سے مراد اللہ سبحانہٗ کے نام سے مدد طلب کرنا ہے، تاکہ کھانا شہوانی اور نفسانی طاقت پیدا نہ کرے اور ایسی توانائی دے جو عبادت میں صَرف ہو اور اطاعت میں طاقت بخشے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ فقراء ہر لقمہ کے شروع میں بسم اللہ اور اس کے آخر میں الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ دوستوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر کھانا بہت برکت رکھتا ہے، لیکن چاہیے کہ ہر ایک دوسرے کے لیے ایثار کرے۔ جو چیز خوب ہو، چاہیے کہ (اس کو) دوسرا کھائے، نہ یہ کہ خود بہتر تناول کرے اور یا زیادہ کھانے پر حرص کرے۔

پھر آپ نے ایک حکایت (بیان) فرمائی کہ ایک شخص نے ایک مرد کو بغداد کے بازار میں خرید و فروخت کرنے والوں کے ساتھ دیکھا کہ خرید و فروخت کر رہا ہے۔ اس نے

کہا کہ میں نے تجھے فلاں شہر میں دیکھا ہے کہ تو ایک زاہد تھا۔ کیا واقعہ ہوا کہ یہاں آکر اس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک روز میں نے مچھلی پکائی اور چاہا کہ اچھا ٹکڑا خود کھاؤں اور باقی دوسروں کو دوں۔ مجھ پر اس خیال کا وبال پڑا ہے کہ مجھے یہاں لے آئے ہیں اور اس بلا میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ کھانا تین انگلیوں کے ساتھ کھائے کہ (یہ) مسنون ہے۔ جس طرح کہ حدیث (شریف) میں آیا ہے:

۞ وَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ وَ يَلْعَقُهُنَّ اِذَا فَرَغَ. (رواہ البزاز)۔

یعنی: آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانے سے فارغ ہو کر اُن کو چوسا کرتے تھے۔

۞ وَقَالَ اِنْ يَلْعَقَ الْاَصَابِعَ بَرَكَةٌ. (رواہ الطبرانی)۔

یعنی: اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ انگلیوں کو چوسنے میں برکت ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ برکت کا معنی بڑھنا ہے اور یہاں اس کھانے کی وجہ سے طاعات و عبادات کی زیادتی کی توفیق (مراد) ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں اضافے کا ذریعہ

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت زیادہ ہو جائے، وہ احادیث پر عمل (کرنا) اختیار کرے اور جزئی مسائل میں جو حدیث میں نہیں پائے جاتے، مذاہبِ اربعہ میں سے جس مذہب کا پیروکار ہے اُس کے مطابق عمل کرے۔ اگر حنفی ہے تو مسائل حنفیہ پر، اور اگر شافعی ہے تو ان کے مسائل پر (عمل کرے)۔ یہ نہیں کہ جو مسئلہ بھی اس کے مذہب میں ہے، اس پر عمل کرے، خواہ اس کے خلاف صحیح حدیث میں (موجود) پائے۔ یا (یہ) کہے جیسا کہ بعض عام لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے آبا اس مذہب پر عمل کرتے رہے ہیں، میں اس کے خلاف کس طرح کر سکتا ہوں؟ جان لے کہ ہم سیّد البشر (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کرنے پر مامور ہیں، نہ کہ دوسرے مذاہب میں سے کسی مذہب کی پیروی کرنے پر۔ پس جو مسئلہ بھی حدیث

کے مطابق ہے، اس پر عمل ہونا چاہیے اور جو حدیث کے مخالف ہے اس کی پیروی نہیں ہونی چاہیے اور جزئی مسائل میں مذہب حنفی کی پیروی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کا قرأت فاتحہ سے رکنا

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ ایک روز الحمد پڑھ رہے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کوفی (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: "ہمارے مذہب میں اکابر اولیاء اور بڑی پیشوائی والے اصفیاء بہت زیادہ ہیں۔" حضرت (خواجہ باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) نے فاتحہ پڑھنا بند کر دیا۔

حنفی مذہب کے بہتر ہونے کی دلیل

راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ احادیث پر عمل کرنا اس وقت ہے جب آدمی حدیث میں کامل مہارت رکھتا ہو، ورنہ مذہب کی پیروی ضروری ہے۔ مذہب حنفیہ کی اتباع اختیار کرنا بہتر ہے کہ ایک جم غفیر اس پر (عمل پیرا) ہے۔ امت کے تین حصے اس مذہب پر ہیں اور ایک حصہ (دوسرے) تین مذاہب (حنبلی، مالکی، شافعی) پر ہے، جیسا کہ ثقہ لوگ دوسرے ممالک مثلاً روم وغیرہ سے یہاں آتے ہیں، ان سے پوچھا گیا۔ اس مذہب کے بہتر ہونے کی دلیل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرتین (حضرت خواجہ محمد سعید قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اور حضرت خواجہ محمد معصوم قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کا اس مذہب کی پیروی کرنا ہے۔ نیز حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد نے حدیث شریف میں ممتاز سند رکھنے کے باوجود خود کو حنفی مذہب لکھا ہے۔

وجود کی سمجھ

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ وجود بعینہٖ اس شعر کے معنی کی طرح غلط سمجھا گیا ہے:

ہر چہ پیشِ تو پیش ازین راہ
غایت فہم تست اللہ نیست

یعنی: یہ جو کچھ تیرے سامنے ہے، اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ تیری سمجھ کی انتہا

ہے، اللہ نہیں ہے۔

کیونکہ کہتے ہیں جو کچھ تیرے سامنے ہے اور عقل کی آنکھ میں آتا ہے، مقصودِ حقیقی یہی ہے، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ تیری سمجھ میں ہے کہ مقصود ہے، وہ اللہ نہیں ہے۔ بلکہ شعر کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ تو نے سمجھا کہ اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں ہے، وہ تیری سمجھ کی انتہا ہے، اللہ نہیں ہے، بلکہ اللہ سبحانہٗ سمجھ اور عقل سے زیادہ بالاتر ہے۔ پھر بہت ہی زیادہ بالاتر ہے۔

(حضرت عالی نے) فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ الْقُرْآنَ فَلَیْسَ مِنَّا. '' (مجمع الزوائد، ج۲: ۲۶۷)۔ یعنی: جس شخص نے قرآن مجید کو اچھی آواز سے نہ پڑھا، پس وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہاں غنا سے مراد ہے قلبی غنا۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کے ذریعے دنیا کی گھٹیا چیزیں طلب کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

کھانے پینے کے بعد کی مسنون دعا

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد اس دعا کا پڑھنا حدیث شریف میں آیا ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ اَسْقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. '' (دیکھئے: سنن ابن ماجہ، نمبر ۳۲۸۳، ص ۴۷۶)۔ یعنی: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

جیسا کہ مسند احمد، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں (یہ حدیث شریف) وارد ہے۔ ہمیں مسلمان بنانے میں یہ اشارہ ہے کہ اسلام اللہ جل شانہٗ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ پس اس نعمت عظمیٰ کا شکر بہتر طریقہ سے کرنا چاہیے۔

صوفیہ کا قول

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ صوفیہ کا قول ہے: ''اَلدَّھْرُ یَوْمٌ وَلَنَا فِیْ ھٰذَا صَوْمٌ. '' یعنی: زمانہ ایک دن (کی مانند) ہے اور ہمارا اس میں روزہ ہے۔

مقاماتِ صوفیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے کمال کی نہایت

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ مقامات صوفیہ کے کمال کی نہایت ذوق وشوق اور توحید وجودی کے انکشافات ہیں اور کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے، شعر:

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

یعنی: تو دیدار دکھاتا ہے اور پرہیز کرتا ہے (اس طرح) اپنا بازار اور ہماری آگ تیز کرتا ہے۔

اس عالیشان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا کمال تجلی ذاتی دائمی ہے کہ جو سالک کے کمالات میں شاملِ حال ہو جاتی ہے۔

کام کر کام، باتوں کو چھوڑ

نیز حضرت عالی یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کار کن کار بگذار از گفتار
کہ بجز کار ہیچ نیاید کار

یعنی: تو کام کر کام، باتوں کو چھوڑ، کیونکہ کام کے سوا کوئی چیز کام نہیں آتی۔

خرقہ کی اقسام

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ خرقہ کی تین قسمیں ہیں؛ پہلی (قسم): خرقہ بیعت، جو مرید بناتے وقت شیخ عنایت فرماتا ہے۔ مرید کے لیے یہ خرقہ کسی دوسری جگہ سے جائز نہیں ہے۔ دوسری (قسم): خرقہ تبرک ہے، اور یہ خرقہ کئی جگہ سے اخذ کرنا روا ہے۔ اور تیسری (قسم): خرقہ اجازت ہے، اور یہ بھی کئی شیوخ سے حاصل کرنا جائز ہے۔

تیرے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا!

نیز حضرت عالی نے یہ رُباعی پڑھی:

آنی تو کہ بے تو زیستن نتوانم دانی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

فی الجملہ اگر نہ بینمت مے میرم　　جانی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

یعنی: تو وہ ہے جس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا، تو جانتا ہے کہ تیرے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

۞ مختصر یہ کہ اگر تجھے نہ دیکھوں تو میں مر جاؤں، تو وہ پیارا ہے کہ تیرے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

آرزوئیں خدا نصیب کرے

نیز حضرت اقدس یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ناقص است از مددے کشتہ بقاتل نہ رسد　　سینہ بر خنجر او زن کہ شہادت اینست

من وشوخی کہ استیلاء حسنش در صفِ محشر　　شکایت شکر سازد بر زبانہا داد خواہان را

بخفی دل چہا نمے خواہد　　آرزو ھا خدا نصیب کند

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی　　مگر تو زندہ کنی خلق را و باز کشی

از قتل من مترس کہ دیوانیان حشر　　مجرم کنند بہر تو صد بے گناہ را

یعنی: عیب ہے اگر قاتل کے مارے ہوئے کو مدد نہ ملے، سینہ کو اس کے خنجر پر مار کہ شہادت یہ ہے۔

۞ میں اور شوخی کہ اس کے حسن کا غلبہ محشر کی صف میں، مدعیوں کی زبانوں پر شکایت کو شکر بنائے گا۔

۞ خفیہ طور پر دل کیا کچھ نہیں چاہتا، آرزوئیں خدا نصیب کرے۔

۞ جس طرح تو ناز کی تلوار سے قتل کرتا ہے کوئی آدمی بھی زندہ نہ رہے، مگر تو خلقت کو زندہ کرتا ہے اور پھر قتل کرتا ہے۔

۞ میرے قتل سے مت ڈر کہ حشر کے اہلِ عدالت تیری وجہ سے سیکڑوں بے گناہوں کو مجرم بنائیں گے۔

قطب مدار و قطب ارشاد

ایک روز (حضرت عالی کی) مجلس شریف میں اقطاب کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے

فرمایا کہ حق سبحانہ، کارخانہ ہستی اور توابع ہستی کا جاری کرنا قطب مدار کو عطا فرماتا ہے اور ہدایت وارشاد اور گمراہوں کی رہنمائی قطب ارشاد کے سپرد کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار قَدَّسَ سِرَّہٗ قطب مدار تھے اور ایک عظیم شان رکھتے ہیں۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ الٰہی! مجھے بھوک نہ لگے اور میرا لباس پرانا نہ ہو۔ اسی طرح ہوا کہ دعا کے بعد انہوں نے عمر بھر کھانا نہیں کھایا اور ان کا لباس پرانا نہ ہوا۔ موت تک وہی لباس کافی رہا۔

شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت

نیز ایک روز حضرت عالی نے فرمایا کہ بعض اکابر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال شریعت اور احوال طریقت ہیں اور حقیقت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقصود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت کا مقام دونوں آخری مقامات (طریقت وحقیقت) سے اعلیٰ ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ طریقت وحقیقت دونوں پرواز کے لمبے پَر اور بال ہیں شریعت کی جانب اڑان کے لیے۔ طریقت وحقیقت دونوں تجلی صفاتی کا نتیجہ ہیں اور شریعت تجلی ذاتی کا نتیجہ ہے۔

مکتوبات امام ربانی کی انفرادیت

ایک روز حضرت عالی کے حضور حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے مکتوبات قدسی آیات کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ امت کے تمام اولیاء کے معارف آپ کے کلام میں درج ہیں اور آپ کے مخصوص معارف اولیائے کرام کے کسی کلام میں نہیں پائے جاتے۔

روحانی اور دینی کتابوں کا فیض

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز میں مکتوبات شریف کا مطالعہ کر کے متوجہ ہوا۔ فوق الفوق سے ایک فیض جاری ہوا۔ اس کے بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطالعہ کر کے متوجہ ہوا۔ ملکوت کے اسرار دل پر وارد ہوئے۔ بعد ازاں میں نے احیاء العلوم کا مطالعہ کیا۔ ملکوت کا فیض دل پر آیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ زمین کے تمام اولیاء کے قابل

ایک روز ایک شخص نے (حضرت عالی کے) حضور میں کہا کہ حضرت مجدد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) ہندوستان کے تمام اولیاء کے قابل ہیں۔ حضرت عالی نے تبسّم کرتے ہوئے (ارشاد) فرمایا کہ زمین کے تمام اولیاء (کے قابل ہیں)۔

بوعلی سینا کی کتاب کا مطالعہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک روز میں نے بوعلی سینا کی کتاب سے ایک صفحہ کی مقدار مطالعہ کیا تو دل پر ایک ظلمت آ گئی، میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کا ازالہ کیا۔

حضرت مجدد قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ قلمِ ربانی

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ مجدد (قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) قلمِ ربانی ہیں۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ نقشبندیہ

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ابوسعید (مجددی) اپنے پہلے پیر سے اتنی سی نسبتِ چشتیہ لائے تھے اور (پھر) آپ نے اپنی تین انگلیوں کا اشارہ کیا۔ پھر فرمایا کہ شاید رؤف (احمد مجددی) میں اس سے زیادہ ہو۔

خلافت میں پگڑی باندھنے اور خرقہ پہنانے کا ثبوت

ایک روز خلافت کے وقت پگڑی باندھنے اور خرقہ پہنانے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ پگڑی عنایت کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ طبرانی میں آیا ہے:

۞ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوَلِّيْ وَالِيًا حَتّٰى يُعَمِّمَهٗ وَ يُرْخِيْ سَدْلَهَا مِنْ جَانِبِ الْاَيْمَنِ نَحْوَ الْاُذُنِ. (طبرانی)

یعنی: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی شخص کو کسی علاقے کا والی نہیں بناتے تھے، یہاں تک کہ اس کو عمامہ بندھاتے اور دائیں جانب سے کان کے ساتھ شملہ چھوڑتے تھے۔

۞ نیز ابن ابی شیبہ کی روایت سے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے: قَالَ

عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍ بِعَمَالَۃِ سُدُلِھَا خَلْفِیْ.

یعنی: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ غدیر خم کے روز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے عمامہ باندھا۔ اس کا شملہ میرے پیچھے تھا۔

* حضرت ابی یعلیٰ موصلیؒ کی روایت سے بزاز میں وارد ہے: عَمَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْف وَاَرْخِیْ خَلْفَہٗ اَرْبَعَ اَصَابِعَ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ شِبْرٍ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا فَاعْتَمَّ الْعَرَبُ وَاَحْسَنُ.

یعنی: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کو عمامہ باندھا اور چار اُنگل یا ایک بالشت کے قریب اس کا شملہ اس کے پیچھے چھوڑا۔ پھر فرمایا کہ عربوں نے ایسے ہی عمامہ باندھا ہے اور یہی بہترین ہے۔

ظاہر اور باطن کو فنا حاصل ہونا

ایک روز ان سطروں کے لکھنے والے (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) نے (حضرت عالی کے) حضور پُرنور میں عرض کیا کہ رامپور سے خط آیا ہے، جس سے واضح ہوا کہ بارش کے شدید سیلاب سے بندہ کے مکان کی دیوار گرگئی ہے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ الحمدللہ! تمہارا ظاہر اور باطن فنا ہوگیا۔ یہاں تمہارے وجود کو فنا حاصل اور وہاں تمہارے مکان کو۔

لقمے کی احتیاط

ایک روز (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں لقمے کی احتیاط کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ہم کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے۔ اتفاق سے ایک روز میں نے چند لقمے کھائے تھے۔ میں نے عالم مشاہدہ میں حضرت (جان جاناں مظہر) شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ الْمَجِیْد کی روح پاک کو دیکھا کہ تے فرمارہے ہیں اور اِس بندہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ ہر کس و ناکس کا کھانا نہیں کھانا چاہیے اور لقمے میں احتیاط کی ضرورت ہے جو درویشی کے لوازمات میں سے ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا معانقہ فرمانا

ایک روز حضرت عالی نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا تھا۔ (حضرت) خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی قبر شریف سے باہر آکر ایک دو قدم میری طرف تشریف لاکر مجھ سے معانقہ کیا اور بہت زیادہ لطف فرمایا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا توجہ فرمانا

ایک روز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا تھا۔ حضرت نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) مزار سے باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ میرے بدن پر توجہ فرمائیں۔ ابھی میں نے لفظ بدن کو تمام نہیں کیا تھا، صرف حرف ''با'' اور ''دال'' منہ سے نکلا تھا کہ آپ نے کامل قوت کے ساتھ توجہ فرمائی۔

سلسلہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں

ایک روز ایک شخص نے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ خواجہ خواجگان، امام طریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ میں مجاہدہ نہیں ہے، میں ذکر جہر نہیں کرتا، میں اربعین (چالیس روزہ ریاضت) کے لیے نہیں بیٹھتا اور سماع نہیں سنتا جو بدعات ہیں۔

اربعین (چالیس روزہ ریاضت) کا ثبوت

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ چالیس روزہ ریاضت حضرت موسیٰ کلیم اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی سنت ہے اور ہمارے پیغمبر عَلَیْهِ مِنَ الصَّلَوَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا نے چالیس روزہ ریاضت ادا نہیں فرمائی، لیکن ایک حدیث شریف سے اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے (جو یہ ہے):

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ مِنْ قَلْبِهٖ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ.

(کشف الخفا، ج ۲: ۲۱، ۲۱۱۳)۔ یعنی: جو شخص چالیس صبح (روز) تک اللہ کے لیے خالص ہو گیا، اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہو گئے۔

راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ فتوح الاوراد کے مصنف نے ایک اور حدیث نقل کی ہے، اور وہ یہ ہے:

مَنْ اِنْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا مُخْلِصًا مُتَعَاھِدًا لِنَفْسِہٖ لِخِفَّةِ الْمِعْدَةِ یَفْتَحُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الْعُلُوْمَ الدِّیْنِیَّةَ. (اتحاف السادۃ المتقین، ج۹: ۳۲۹)

یعنی: جو شخص چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے (لوگوں سے) جدا ہو کر خالی معدہ کے ساتھ اپنے نفس کی اصلاح کرے، اللہ تعالیٰ اس پر دینی علوم کھول دیتے ہیں۔

لفظ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اور اِنْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وصول (الی اللہ) کے لیے اخلاص اور (لوگوں سے) جدائی کی ضرورت ہے۔ حضرت عالی نے اس حدیث کو بیان نہیں فرمایا، شاید کہ ضعیف ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ. (اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ اہلِ چشت (بزرگوں) کی وصیتوں میں اربعین (چالیس روزہ ریاضت) کی پابندی آئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر سال میں ایک ایک اربعین (چالیس روزہ ریاضت) کے لیے بیٹھنا ضروری ہے اور تو ہر گھر کا کھانا نہ کھا۔ ہر آدمی کو اپنا کھانا کھلا اور شب فاقہ کو معراج سمجھ۔ قرض نہ لے اور اپنے مشائخ کا عرس کر، اور اپنے ان مشائخ کے قریبی لوگوں کے احترام واکرام کا لحاظ رکھ۔

جنت میں رؤیت باری تعالیٰ

(حضرت عالی کے) پُرنور حضور میں ایک روز حق (تعالیٰ) جَلَّ وَ عَلَا کی رؤیت کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں مومنوں کو ہر ہفتہ میں ایک بار اللہ تعالیٰ کی رؤیت (زیارت) ہوگی۔ جو لوگ صبح اور شام حلقۂ مراقبہ کرتے ہیں اور حضور مع اللہ اُن کے شاملِ حال ہو چکا ہے، ان کو ہر روز دو بار شام اور سحر کو بخشنے والے بادشاہ (اللہ سبحانہٗ) کا دیدار (نصیب) ہوگا۔

اس کے بعد حضرت عالی نے فرمایا کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کو اس جہان میں قلب کا دائمی حضور وآگاہی حاصل ہو گیا ہے، امید ہے کہ اسے بہشت میں (باری تعالیٰ کی) دائمی رؤیت عطا فرمائیں گے۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے عناصرِ ثلاثہ پر توجہ فرمانا

نیز حضرت عالی نے بروز سوموار ۲۱/ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ کو اس غلام (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کے عناصر ثلاثہ پر توجہ فرمائی اور مراقبہ مسمّٰی الباطن تلقین فرمایا۔

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری و فصاحت بیانی کا کمال

ایک روز (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا: آپ ایک (ایسا) کمال رکھتے ہیں کہ امت میں کوئی آدمی بھی اس طرح کے کمال والا نظر نہیں آتا۔ ایک روز آپ کو حضرت خضر علیہ السّلام ملے۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السّلام سے فصاحت بیانی، سخن طرازی، نکتہ سنجی اور شعر گوئی کے کمال کے لیے درخواست کی۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ کمال مجھ سے سعدی (شیرازیؒ) لے گئے ہیں۔ (حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ) غمگین ہو کر اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں آئے۔ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے غمگینی کا سبب پوچھا۔ آپ نے پوری طرح (مذکورہ بالا) حالات عرض کیے۔ حضرت نظام الدین نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے ایک عنایت فرمائی اور اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی۔ آپ نے زبان مبارک کا پانی چکھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو شاعری کے شکرستان کا فصیح بیان طوطا اور نکتہ شناسی کے گلستان کی خوش الحان بلبل بنا ڈالا۔ اس کے بعد حضرت عالی نے یہ شعر پڑھا:

مشکین سلاسل زلفہ نما بر لسنہ الصبا
فتراک دستہ سنبل وا کردہ فی دامانہ

یعنی: (محبوب کی) زلف نما سیاہ زنجیروں کا تذکرہ بادِ صبا کی زبان پر ہے، جو اس نے دستہ سنبل کے تسموں کی طرح اپنے دامن میں کھول رکھی ہیں۔

نفسِ رحمانی

ایک روز (حضرت عالی کے) حضور میں نفسِ رحمانی کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے

ارشاد فرمایا کہ جو نفحاتِ الٰہیہ سالک کے دل پر وارد ہوتے ہیں، ان کو نفسِ رحمانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ پہلے باہر آتے ہیں اور پھر دل میں سرایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد مستہلک (نابود) اور مضمحل (فنا) بناتے ہیں۔

یقین کی ٹھنڈک

نیز ایک شخص نے حضرت عالی سے عرض کیا کہ یقین کی ٹھنڈک کیا ہے؟ (حضرت عالی نے) ارشاد فرمایا کہ یہ ایک مقام ہے جو کمالاتِ نبوت میں حاصل ہوتا ہے۔ یقین کی ٹھنڈک وہ ٹھنڈک ہے جہاں یقین کو رُسوخ اور راحت حاصل ہو جاتی ہے اور استدلالی (شے) کشفی ہو جاتی ہے، جیسا کہ حق جل شانہٗ کی وحدانیت، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت، قیامت کے آنے، منکر و نکیر کے سوال، (پل) صراط، ترازو، جنت اور جہنم وغیرہ کے اعتقادات جو دلائل سے ثابت ہیں، (ان کے لیے) حجت اور برہان کی ضرورت نہیں رہتی اور دلائل و براہین درجۂ یقین سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس کو اس عالیشان سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں یقین کی ٹھنڈک کا نام دیا گیا ہے۔

کتے اور تصویر والے گھر اور دل میں رحمت الٰہی کا نزول نہ ہونا

ایک روز (حضرت عالی کے) پُرفیض حضور میں ذکر ہوا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس گھر میں کتا ہو یا تصویریں ہوں، وہاں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ علم کا اعتبار کرتے ہیں اور ہر آیت اور حدیث سے عبرت حاصل کر کے اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور اس کو اپنے مدعا کی دلیل بناتے ہیں۔ پس میں بھی اس حدیث کا معنی اپنے طور پر کہتا ہوں کہ ہر گھر (اور) دل جس میں حرص کا کتا اور ماسویٰ اللہ کی صورت میں تصاویر ہوں، اس پر رحمت الٰہی کا فیض جاری نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ و تقدس کے انوار کا ورود نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

اوّل بروب خانہ دگر میہمان طلب
آئینہ شو وصال پری طلعتان طلب

یعنی: پہلے گھر کو صاف کر پھر مہمان کو بلا، (پہلے) آئینہ بن (پھر) پری چہرہ محبوب کا

وصال طلب کر۔

خانقاہ میں دفن ہونے والوں کے لیے دعائے بخشش کرنا

ایک روز مخلصین میں سے ایک شخص فوت ہو گیا تھا۔ اس کو خانقاہ میں دفن کر رہے تھے۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جو شخص یہاں دفن ہوتا ہے، میں اس کی بخشش کے لیے درگاہ الٰہی میں متوجہ ہوں، یہاں تک کہ وہ بخش دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد (حضرت عالی نے) فرمایا کہ اس سے پہلے ایک خاتون کو یہاں دفن کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ آگ کے شعلے اس کی قبر سے باہر آ رہے ہیں۔ میں نے اس کے سر کی طرف کھڑے ہو کر توجہ اور ہمت کی اور ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی روح کو بخشا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ اس کے سر کی طرف رحمت الٰہی کے پانی نے قبر میں چڑھائی کی۔ اس نے تمام قبر کو سرد اور خنک کر دیا اور قبر نورانی ہو گئی۔

حل مشکل اور قبولیتِ دعا کا وظیفہ

ایک روز حضرت عالی نے فرمایا کہ جو شخص آدھی رات کے بعد ہزار مرتبہ یَا رَبّ، یَا رَبّ پڑھے، جو مشکل بھی رکھتا ہو وہ آسان ہو جائے گی، جو چیز بھی مانگے وہ مل جائے گی، اور جو دعا بھی کرے وہ قبول ہو جائے گی۔

بشاراتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک رات میں نے کہا: ''یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)!'' میں نے لبیک کی آواز سنی۔ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے عبداللہ فرمایا۔ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے خوشخبری دی کہ تو عبدالمہیمن ہے حق تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔

مناقب حضرت شاہ سراج احمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

ایک روز (حضرت عالی کے) بلند حضور میں حضرت ماموں صاحب، خاندان مجددیہ کے سراج، قبیلہ احمدیہ کے چراغ، بے نیاز اللہ کی بارگاہ کے مقبول حضرت شاہ سراج احمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت عالی نے آپ کی شان میں فرمایا کہ سبحان اللہ!

آپ کی ذات شریف عجیب تھی، ہمارا فخر تھے۔ اگرچہ آپ صرف قلب میں نسبت رکھتے تھے، لیکن حق (تعالیٰ) کے مقربین میں سے تھے۔ قرب کے راستہ کا انحصار صرف اس چیز پر نہیں کہ طالبین کو سلوک اور تسلیک کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے راستے لاتعداد اور بیشمار ہیں۔

قربِ الٰہی کے لاتعداد راستے ہیں

اس کے بعد (حضرت عالی نے) ایک حکایت (بیان) فرمائی کہ ایک عارف تھے۔ اپنے استاد کی وفات کے بعد وہ اس کی قبر پر بیٹھ کر توجہ اور القائے انوار میں مشغول ہوئے، تا کہ اپنے استاد کی وفات کے بعد شاگردی کا حق ادا کروں اور میت کو قبر میں نسبت سے منور کروں۔ ان کے استاد مزار سے باہر آ گئے اور بہت زیادہ ڈانٹتے ہوئے بولے کہ اے مرد! تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا صرف یہی راستہ ہے جو میں نے حاصل کیا ہے۔ جا خدا بے نہایت ہے اور اللہ سبحانہٗ کے قرب کے بے انتہا راستے ہیں، جس راستے سے میں درگاہ الٰہی کا مقرب بنا ہوں تو اس سے کیا آگاہی رکھتا ہے؟

نماز کا خشوع

ایک روز (حضرت عالی کے) حضور میں نماز کے خشوع کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ علماء کے نزدیک نماز میں خشوع قیام میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا، رکوع میں دونوں قدم پر، سجدہ میں ناک کے سرے پر نگاہ رکھنا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک (خشوع) یہ ہے کہ نمازی پروردگار کے دیدار کے شوق میں اس طرح نیست (نابود) ہو جائے کہ نہ پہچانے کہ اس کے دائیں اور بائیں کون ہے۔ جس طرح کہ نقل ہے کہ نماز کے دوران امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بدن پر سانپ لپٹ گیا اور آپ کو اُس کی خبر نہ ہوئی۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز میں تھے کہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور سارا گھر جل گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے جائے نماز تک آگ آ پہنچی اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اگرچہ لوگوں نے آوازیں دیں کہ یَا اِمَامُ! اَلنَّارَ، اَلنَّارَ. یعنی: اے امام! آگ سے بچیں! آگ سے بچیں! نماز کے بعد آپ سے پوچھا گیا۔ امام (زین العابدین رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے (اس وقت) آخرت کی آگ کا خیال آ گیا تھا۔

گوش (کان) سے آغوش تک پہنچنا

ایک روز حضرت عالی خانقاہ کے صوفیہ پر کثرت ذکر، نوافل اور تہجد و اشراق کی پابندی لگا رہے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے کہ ایسی کوشش کی جائے کہ معاملہ گوش (کان) سے آغوش تک پہنچ جائے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس نے (اپنا) سرِ نیاز آستانہ محبت پر رکھا ہو۔

خدمتِ شیخ باطنی ترقیوں کا سبب اور آخرت کے ثواب کا وسیلہ

ایک روز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ پہلے اکابرین طالبین کو خدمت کا بھی فرماتے تھے، کیونکہ خدمت باطنی ترقیوں کا سبب ہے اور آخرت کے ثواب کا وسیلہ بھی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک شخص (اپنے) شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کوئی خدمت فرمائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ سب خدمات طالبین کے لیے معین اور مقرر ہو گئی ہیں، اب کوئی خدمت نہیں ہے جو تجھے کہی جائے، مگر (یہ کہ) صحرا سے سبزی وغیرہ لے آ اور اس کام پر ہمیشہ کاربند رہ۔ وہ شخص ہر روز صحرا سے اپنے سر پر اس سبزی کی گٹھڑی لے آتا تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ جزا کا دن ہے اور آگ کا ایک سمندر ہے جس کو لوگ عبور کر رہے ہیں اور میں نے وہی گٹھڑی جو سر پر اُٹھا کر لاتا تھا، اس تاریک نہر پر ڈال رکھی ہے اور بہت خوبی کے ساتھ اس پر بیٹھ کر اس (آگ) کو عبور کر لیا ہے۔

مجاہدات کا راستہ

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ یہ مجاہدات کا راستہ ہے۔ بہت زیادہ زہد اور کمال کی کوشش کی ضرورت ہے۔ حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار قَدَّسَ سِرَّہٗ نے تیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ پھر آپ ایک (ایسے) مرتبہ پر پہنچے کہ جہان کے پیشوا بن گئے۔ ولایت کا کمال حاصل کیا۔ بغیر جانبازیوں کے (اس کا پانا) محال ہے۔ ناصر الدین، ماسویٰ اللہ سے منہ موڑنے والے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ رات کو زندہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! رات کو کیا ہوا کہ اس جلدی سے گزر گئی۔

افسوس! اس نے ذرّہ بھر دیر نہ کی اور توقف نہیں کیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی دہلی آمد اور قطعہ تاریخ ولادت

حضرت عالی نے فرمایا کہ میں وطن سے دہلی شریف میں ۱۱۷۴ھ میں آیا تھا۔ اس زمانے میں سترہ یا اٹھارہ سال کا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عالی کی ولادت باسعادت ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔ اس بندہ راقم سطور (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ قطعہ تاریخ ولادت نظم کر کے لکھا ہے، تا کہ مریدوں کو آپ کی عمر شریف میں غلطی واقع نہ ہو، نظم:

چو نجم چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی	شدہ ظہور فگن در جہان جہان بشگفت
سن ولادشریفش چو جست رافت دل	"مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع" بگفت

۱۱۵۶ھ

یعنی: جب ہدایت کے آسماں کے ستارے حضرت غلام علی (رحمۃ اللہ علیہ) ظاہر ہوئے، جہان میں آئے تو جہاں کِھل گیا۔

۞ آپ کی ولادت شریف کا سال "رافت" جب دل نے ڈھونڈا تو اس نے کہا کہ "ہدایت کے آسمان کا چاند طلوع ہو گیا۔"

نسبت کے کمالات نایافت ومحرومی اور جہالت ونکارت

ایک روز (حضرت عالی) نسبت کے کمالات کا بیان کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ نسبت کمال لطافت اور بے رنگی کی وجہ سے ادراک میں نہیں آتی۔ اس کمال کے پانے والوں کا حال نایافت اور محرومی ہے۔ اور ان احوال تک پہنچنے والوں کا مآل (لوٹ کر پہنچنے کی جگہ) جہالت ونکارت ہے۔ حضرت مرزا (جان جاناں مظہر) صاحب قبلہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرماتے تھے کہ وَاللّٰہ! ثُمَّ وَاللہ! یعنی: اللہ کی قسم! پھر اللہ کی قسم! میں خود کو ٹھیکری کی مانند خالی پاتا ہوں، جو لوگ میرے پاس آتے ہیں اور توجہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو توجہ سے بہت زیادہ فائدے ہوتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان جھوٹ نہیں کہتے، شاید مجھ میں نسبت سے کوئی چیز ہو۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی چند دُعائیں

نیز حضرت عالی دعا میں چند کلمات شامل کر کے الحمد پڑھتے تھے، اس طریقہ سے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. اِیَّاکَ نَعْبُدُ بِھِدَایَتِکَ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بِعِنَایَتِکَ. اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بِکَمَالِ فَضْلِکَ. صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ لا وَھُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. آمِیْن.

یعنی: سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا، انصاف کے دن کا حاکم۔ اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیری ہدایت کے ساتھ، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں تیری عنایت کے ساتھ۔ ہم کو سیدھے رستے چلا اپنے فضل کے ساتھ۔ اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا اور وہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم وآلہٖ واصحابہٖ کی ذات اقدس ہے۔ نہ ان کے (راستہ پر) جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے (راستہ پر)۔

نیز (حضرت عالی) یہ دعائیں پڑھتے تھے:

۞ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ.

یعنی: اللہ پاک ہے اور بہت تعریفیں اس کے لیے ہیں۔ اللہ پاک ہے عظمت والا اور بہت تعریفیں اس کے لیے ہیں۔

۞ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰیءَ نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ.

یعنی: میں اپنے رب سے تمام گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تمام آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر رحمت (درود) ہو، اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اپنی خوشنودی کے مطابق اور عرش کے وزن کے مطابق اور اپنے کلمات کی سیاہی کے

مطابق۔

- سُبۡحَانَ اللّٰہِ اَضۡعَافَ مَا سَبَّحَ لَکَ الۡمُسَبِّحُوۡنَ اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ اَضۡعَافَ مَا حَمِدَلَکَ الۡحَامِدُوۡنَ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَضۡعَافَ مَا کَبَّرَلَکَ الۡمُکَبِّرُوۡنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَضۡعَافَ مَا ھَلَّلَ لَکَ الۡمُھَلِّکُوۡنَ لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَضۡعَافَ مَا مَجَّدَلَکَ الۡمُجِدُّوۡنَ وَالشُّکۡرُلِلّٰہِ اَضۡعَافَ مَا شَکَرَلَکَ الشَّاکِرُوۡنَ.

یعنی: اللہ پاک ہے، جو تسبیح بیان کرنے والوں نے تیری تسبیح بیان کی ہے اس کو دُگنا کردے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تعریف کی تیری حمد کرنے والوں نے اس کو تو دُگنا کرے۔ اللہ بہت بڑا ہے، دُگنا کردے اس بڑائی کو جو بڑائی بیان کرنے والوں نے تیرے لیے کی ہے، نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا، دُگنا کردے اس کو جو تیرے لیے پکارنے والوں نے اونچی آواز سے پکارا ہے، گناہوں سے بچنے اور عبادت کرنے کی قوت نہیں ملتی، مگر اس بلند و بزرگ خدا کی توفیق سے۔ اور دُگنا کر اس کو جو تیرے لیے بزرگی بیان کرنے والوں نے بیان کی اور سب شکر اللہ کا ہے جو شکر کرنے والوں نے تیرا شکر ادا کیا۔

- اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ عَافَانِیۡ مِمَّا ابۡتَلَی الۡحَقُّ بَعۡضَھُمۡ بِالۡاَمۡرَاضِ الۡبَاطِنَۃِ کَالشِّرۡکِ وَالنِّفَاقِ وَالۡحَسَدِ وَالۡکِبۡرِ وَالۡبُغۡضِ وَالۡغِیۡبَۃِ وَالۡبِدۡعَۃِ وَبَعۡضُھُمۡ بِالۡاَمۡرَاضِ الظَّاھِرَۃِ کَالۡبَرَصِ وَالۡجُذَامِ وَالۡحُمّٰی وَالصُّدَاعِ.

یعنی: تمام تعریفیں اللہ کے ہیں جس نے مجھے عافیت بخشی جس میں مجھے حق نے مبتلا کیا، اس میں سے بعض باطنی بیماریاں ہیں، جیسے شرک، نفاق، حسد، تکبر، بغض، اور ان میں سے بعض ظاہری بیماریاں ہیں (جیسے) برص، کوڑھ، بخار، کھانسی۔

- اَللّٰھُمَّ کُنۡ لِیۡ کَمَا کُنۡتَ لِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ.

یعنی: اے اللہ! میرے لیے تو ایسے ہی بن جا جیسے تو اپنے نبی (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ہے۔

۞ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنْ قُلُوْبِنَا الْحُجُبَ وَالْاَسْتَارُ السَّاتِرَةَ الْحَاجِبَةَ عَنْ مُشَاهِدَةِ جَمَالِکَ الْمُبَارَکِ یَا اَللّٰہ!

یعنی: اے اللہ! ہمارے دلوں سے تمام حجاب اور پردے ہٹا دے، وہ پردے جو تیرے بابرکت جمال کے مشاہدہ میں آڑ ہیں۔ اے اللہ!

۞ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ لَکَ وَاَمِتْنِیْ لَکَ وَاحْشُرْنِیْ لَکَ وَاجْعَلْنِیْ لَکَ کَمَا جَعَلْتَ مُحَمَّدًا لَکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی: اے اللہ! مجھے اپنے لیے زندہ رکھ اور اپنے لیے قوت دے اور اپنے لیے ہی میرا حشر فرما اور مجھے اپنے لیے یوں ہی بنالے جیسے تو نے اپنے لیے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بنالیا۔

(مذکورہ بالا سب دعاؤں کے لیے دیکھیے: **مجمع الزوائد**، ۷: ۱۸۳، ۱۰: ۱۰۳؛ کنز العمال، نمبر ۳۴۹۶، ج ۲: ۱۳۹)

لوگوں کو اذیت پہنچانے کی خفگی و نقصان

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت مولانا و مرشدنا مرزا (جان جاناں مظہر) صاحب قبلہ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ فرماتے تھے کہ صوفی کو چاہیے کہ خیال کرے کہ لوگوں کو اذیت پہنچانے کی خفگی کس قدر دل میں رہتی ہے؟ اگر گھڑی دو گھڑی رہے تو خیر ہے، اور اگر رات بھر رہے تو چاہیے کہ نئے سرے سے توبہ کرے، کیونکہ ابھی تک نورِ نسبت نے اس کے باطن میں ہرگز اثر نہیں کیا۔

کمالاتِ نبوت کی نسبت اور اس بلند مقام کی بے رنگیاں

ایک روز حضرت عالی نے کمالاتِ نبوت کی نسبت اور اس بلند درجہ مقام کی بے رنگیوں، جن کے ادراک کا ہاتھ ان کے دامن سے کوتاہ ہے اور سوائے جہالت و نکارت کے اس راستے کی کوئی منزل گاہ نہیں ہے، کے ذکر کے دوران یہ شعر پڑھے:

بس بے رنگست یار دل خواہ اے دل   قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل
اصل ہمہ رنگہا ازاں بے رنگ است   مَنْ اَحْسَنَ صِبْغَةً مِّنَ اللّٰہِ اے دل

یعنی: اے دل! بس پسندیدہ محبوب بے رنگ ہے۔ اے دل! تو رنگ سے اچانک مطمئن نہ ہوگا۔

۞ تمام رنگوں کی اصل اس بے رنگ سے ہے۔ اے دل! کون ہے جس کا رنگ اللہ سے زیادہ بہتر ہو؟

ایک روز حضرت عالی یہ مسنون دعا پڑھ رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ. یعنی: اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت عطا فرما جو تیری محبت کے قریب کردے۔

مسنون دعا میں مراقبہ، رابطہ اور ذکر کا اشارہ

اور آپ نے فرمایا کہ پہلے جملہ یعنی اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ میں ''مراقبہ'' کی طرف کا اشارہ سمجھ آتا ہے اور دوسرے جملہ سے ''رابطہ'' کی جانب کا کنایہ معلوم ہوتا ہے اور تیسرے جملہ سے ''ذکر'' کی جانب کا اشارہ سمجھ آتا ہے جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امت کی تعلیم کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔

خیال سے خانہ کعبہ، بیت المقدس، بیت المعمور، عرش اعظم اور اس کے اوپر کی سیر کرنا

ایک روز حضرت عالی نے فرمایا کہ میں خیال سے خانہ کعبہ میں جاتا ہوں اور وہاں صاحب خانہ کو تلاش کرتا ہوں۔ اس کے بعد بیت المقدس میں جاتا ہوں اور صاحب خانہ کو ڈھونڈتا ہوں۔ پھر بیت المعمور میں جا کر بھی ڈھونڈتا ہوں۔ عرشِ اعظم پر جاتا ہوں اور صاحبِ عرش کو ڈھونڈتا ہوں۔ پھر اُس سے بھی اوپر جاتا ہوں، اس حد تک کہ اپنے محبوب کو پا لیتا ہوں اور سب کچھ اپنی آنکھ بنا کر اس کے پاؤں پر مَلتا ہوں اور پیشانی کو اللہ سبحانہٗ کے سجدوں میں اس قدر رگڑتا ہوں کہ خود فانی ہو جاتا ہوں۔ پھر باقی ہو جاتا ہوں۔ پھر فانی ہو جاتا ہوں۔ اسی طرح فراق زدہ دل کو تسلی دیتا ہوں۔

ناتوانی

نیز حضرت عالی نے یہ شعر (زبان سے ادا) فرمایا:

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
کہ از رخش نتوانم کہ دیدہ بردارم

یعنی: میں اپنی ناتوانی سے اس قدر آگاہ ہوں کہ اس کے چہرے سے آنکھ نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت شاہ اشرف جہانگیر (سمنانی) قَدَّسَ سِرَّہٗ کے مناقب

ایک روز (حضرت عالی کے) حضور پُرنور حضرت شاہ اشرف جہانگیر قَدَّسَ سِرَّہٗ کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک شخص نے آپ سے بطور مذاق کہا: ''آپ کا نام جہانگیر ہے۔'' آپ نے ناراض ہوکر فرمایا کہ میں جانگیر (جان لینے والا) ہوں، جہانگیر نہیں ہوں۔ وہ شخص اسی وقت مر گیا۔ ایک روز راستے کے دوران ایک سانپ نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ آپ کے عصا نے حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے عصا کی مانند ایک سانپ بن کر اس کو ہلاک کر دیا۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو مراقبہ کمالات نبوت اور عنصر خاک کی تلقین

نیز حضرت عالی نے مورّخہ ۱۴؍محرم الحرام ۱۲۳۱ھ (۱۶؍دسمبر ۱۸۱۵ء) کو اس راقم السّطور (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو مراقبہ کمالاتِ نبوت تلقین فرمایا اور اس سے پہلے عنصر خاک کی توجہات فرما رہے تھے اور فقیر اس مقام کا اثر خود میں پا رہا تھا۔ جس طرح کہ عرضی میں حضور والا میں عرض کیا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کی بیماری وصحت

محرم کے آخر میں حضرت عالی کی طبیعت بخار اور کپکپی کی وجہ سے علیل ہوگئی۔ ہر باری پر بخار اور کپکپی شدت سے آتی تھی اور یہ راقم السّطور ہر بار حاضر ہوتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ عین مرض کی شدت میں آپ اللہ جل شانہٗ کے ذوق وشوق میں مصروف ہو جاتے۔ جس قدر بخار اور کپکپی کی شدت سے بہت زیادہ پریشان ہوتے تھے، اتنی ہی زیادہ لذت اور بلند نعمت چکھتے تھے۔ کبھی شوق کی زیادتی کی وجہ سے دونوں ہاتھ کھول کر خیال سے محبوب حقیقی کو آغوش میں کھینچتے اور کبھی خود کو حضور میں حاضر دیکھ کر ''لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ فَقَدْ طَالَ

مَـا قَضَیْـتَ ‘‘(یعنی: میں حاضر ہوں اور تیری ذات بابرکت ہے۔ پس تو نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ طویل ہوگیا) کی صدا زبان سے ادا کرکے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ کبھی اس بیماری میں یہ شعر پڑھتے تھے:

لَوْلَاکَ لَمَا قُتِلْتُ وَاللّٰہ
وَاللّٰـہِ لَمَا قُتِلْتُ لَوْلَاکَ

یعنی: اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ کی قسم میں مارا نہ جاتا اور اللہ کی قسم! میں مارا نہ جاتا اگر آپ نہ ہوتے۔

ایک روز اس بیماری میں فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں ارشاد فرمائے گا: ’’مَرِضْتُ فَلَمْ تَعِدْنِیْ. ‘‘یعنی: ’’میں بیمار ہوا، تو نے میری عیادت نہ کی۔‘‘ سننے والا حیران ہو کر عرض کرے گا کہ الٰہی! تو مرض اور بیماری سے پاک ہے۔ حق جَلَّ وَ عَلَا فرمائے گا کہ فلاں شخص بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے پاتا کہ میں اس کے ساتھ تھا۔ پھر حضرت عالی نے فرمایا کہ بیماری ایک عجیب نعمت ہے کہ حق سبحانہٗ بیمار کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر پورے شوق اور ذوق سے آپ نے یہ شعر زبان سے ادا فرمایا:

دمے کہ یار گذارد قدم بخانہ ما
سزد کہ کعبہ شود سنگ آستانہ ما

یعنی: جس لمحے محبوب ہمارے گھر میں قدم رکھے، شائستہ ہے کہ (اس وقت) ہمارے آستانے کا پتھر کعبہ بن جائے۔

افسوس ہے کہ بیمار بیماری سے شفا چاہتا ہے اور اس سبب سے ملامت کرتا ہے اور اپنے محبوب کی ہم نشینی کو چھوڑتا ہے، لیکن صحت کی دعا (کرنا) سنت کی پیروی ہے۔ آپ نے تمام بیماری میں صحبت کی دعا نہ فرمائی، (اور) نہ ہی کسی کو دعا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اگرچہ لوگ ’’ختم صحیح بخاری‘‘ اور ’’ختم حضرات خواجگان قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھُمْ‘‘ کی اجازت مانگ رہے تھے، مگر آپ نے آخری بار، جو پانچویں باری تھی، فرمایا کہ آج دل میں آ رہا ہے کہ میں جناب کبریا میں شفا کے لیے دعا کروں۔ پس دعا کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ پھر بخار اور

کپکپی نہ ہوئی۔

زیارت وبشارت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ایک روز (حضرت عالی) ان دنوں میں فرما رہے تھے کہ ۸؍صفر (۱۲۳۱ھ) کو اس بیماری سے صحت کے بعد ایک روز یا دو روز میرے دل میں دوزخ کی آگ کا بہت زیادہ خوف طاری ہوا۔ بس میں اس سے غمگین ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تشریف لاکر فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے مت ڈر، جس شخص کو ہم سے محبت ہے، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

حضرت مولوی بشارت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ''رضا کی پگڑی'' ملنا

اس بیماری کے شروع میں جب بخار اور کپکپی کی ایک باری آ چکی تھی، جامع علوم عقلی و نقلی، معارف آگاہ (حضرت) مولوی بشارت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت عالی کے بڑے خلفاء میں سے ہیں، آپ کے بلند حضور میں حاضر ہوئے۔ حضرت عالی ان کے آنے پر بہت زیادہ خوش و مسرور ہوئے اور اپنے مکان سے حضرت مرزا صاحب قبلہ (جان جاناں مظہر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ) کے مزارِ پُر انوار تک ان کا استقبال کیا۔ پھر ان کو اپنے مکان پر لے گئے اور بہت نوازشیں فرمائیں اور فرمایا کہ الحمدللہ کہ تم جو نسبت یہاں سے لے کر گئے تھے، اس سے زیادہ لائے ہو اور میں تم سے راضی ہوں اور نیز (تمہیں) ''رضا کی پگڑی'' دوں گا۔ اس سے پہلے آپ نے کسی کو ''رضا کی پگڑی'' نہیں دی تھی۔

حضرت مولوی محمد عظیمؒ، حضرت مولوی شیر محمدؒ اور حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ کو مراقبہ کمالات اولوالعزم کی تلقین

مورخہ ۱۰؍صفر ۱۲۳۱ھ کو حضرت عالی نے مولوی محمد عظیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مولوی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ''مراقبات کمالات اولوالعزم'' تلقین فرمائے اور نیز اس نالائق کار گنہگار بندہ راقم (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی ''مراقبہ کمالات اولوالعزم'' تلقین فرمایا۔

بروز بدھ ۱۹ر صفر (۱۲۳۱ھ)

زیارات رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

غلام (حضرت عالی کے) پُر فیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی **صحیح بخاری** کا درس فرما رہے تھے۔ اس کے بعد فرماتے تھے کہ میں تسبیح اور تحمید وغیرہ پڑھتا تھا اور اس کا ثواب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روح پُر فتوح کو بھیجتا تھا۔ ایک روز بھول جانے سے ترک ہو گیا۔ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ہدیہ کیوں نہیں بھیجا؟ میں نے وہی شکل اور صورت (مبارک) مشاہدہ کی جسے **ترمذی** نے روایت کیا ہے۔

حضرت عالی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کھڑے ہونے کی جگہ بیان فرمائی۔ چبوترہ دالانی، جس میں حضرت عالی استقامت رکھتے ہیں، مغربی سیڑھی سے متصل، دو اُنگلی کے فاصلہ پر اور بالشت بھر مغرب کی جانب۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ دوسرے روز میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے پیچھے سے عرض کیا، ''حدیث **مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ**'' (یعنی: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے صحیح دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا) صحیح ہے؟ میرا کلام ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اسی طرح ہے۔ پھر عارف آگاہ مولوی بشارت اللہ بہڑائچی **سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی** نے اس حدیث شریف کی اجازت مانگی۔ حضرت عالی نے عطا فرمادی۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے شوق سے میں نے گریہ زاری کی، یہاں تک میری حالت پاؤں کے نیچے روندی ہوئی خاک کی مانند ہوگئی۔ اور اس عمل، جو ظاہری طور پر سنت کی رُو سے ممنوع ہے، کی وجہ سے ایک ظلمت دل میں آئی۔ آخر کار مجھ پر نیند طاری ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ میر روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت مرزا صاحب قبلہ (جان جاناں مظہر) **قَدَّسَ سِرَّہٗ** کے دوستوں میں سے

تھے، آئے اور کہا کہ جناب محبوب رب العالمین (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ میں بصد شوق دوڑتا ہوا حضور میں پہنچا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل (مبارک) تھی۔ معانقہ کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عالی نے یہ شعر پڑھا:

شویم گرد و بدنبال توسنش افتم
وگر برائے چہ روز ست خاکساری ما

یعنی: ہم خاک بنیں اور اس کے گھوڑے کے پیچھے لگ جائیں، وگرنہ ہماری خاکساری کس روز کے لیے ہے۔

نیز (حضرت عالی نے) فرمایا کہ ایک روز نمازِ عشاء سے پہلے میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے اور مجھے عشاء سے پہلے سونے سے منع فرمایا، بلکہ اس عمل کے کرنے والے پر وعید فرمائی۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایات اور نوازشات

پس حضرت عالی نے ماہِ صفر (۱۲۳۲ھ) کے آخر میں بروز جمعہ (۲۸ر صفر ۱۲۳۲ھ/ ۱۷ر جنوری ۱۸۱۷ء) کو اس راقم السّطور (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو رام پور رخصت فرمایا اور پیرانِ عظام نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے ارواح (مبارک) کو الگ الگ فاتحہ پڑھ کر مجھے دوبارہ چاروں طریقوں کی تعلیم کی اجازت (عنایت) فرما کر رخصت کیا اور اس وقت تک آپ نے اس ناچیز کو حقیقت قرآنی تک توجہ فرمائی تھی۔ جب میں رام پور میں آیا تو سات ماہ تک گھر میں مقیم رہا۔ اور اوقات کو ذکر و مراقبہ سے معمور رکھ کر صبح اور عصر کے بعد طالبین کو حلقہ اور توجہ کا فیض پہنچایا۔ اس مدت میں حضرت عالی کے عنایت نامے درویشوں کے ذریعے اس کمترین کے نام، جن میں بندہ اور طریقہ کے دوستوں کے باطن کے حالات کے بارے میں پوچھا گیا، ورود فرماتے رہے۔

پھر اسی سال (۱۲۳۲ھ) کے شوال کے مہینے میں کاغذ کا ایک پرزہ اس راقم السّطور

بندہ کی طلب میں وارد ہوا۔ میں اس پروانے کو سر پر رکھ کر دہلی شریف کی طرف روانہ ہوا اور حضرت عالی کے حضور میں پہنچا۔ حضرت عالی کمال خوش ہوئے اور فرمایا: ''تیرے باطن کی ترمیم کروں گا۔'' چند روز کے بعد (حضرت عالی نے) اخوت پناہ، عرفان دستگاہ مولوی بشارت اللہ بہڑائچی، سراپا نور مرزا عبدالغفور، معرفت نشان شیخ خلیل الرحمٰن سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اور اس خاکسار راقم السطور سمیت سب کو لطیفہ قلب سے توجہات فرمائیں۔ چند ماہ کے عرصہ میں ''حقیقت کعبہ'' تک بندہ کو ان تینوں اکابر کے ساتھ توجہات فرمائیں۔ اس کے بعد آپ نے مولوی بشارت اللہ صاحب کو بہڑائچ رخصت فرمایا، مرزا عبدالغفور صاحب کو خرجہ پر رخصت کیا اور اس ناچیز بندہ کو اکیلے حقیقت کعبہ سے سلوک مجددیہ کے مقامات طرفین، جس کا نام ''لاتعین'' ہے، تک توجہات فرمائیں اور ہر مقام کے مراقبات تلقین فرمائے اور بلند بشارات، جن کی بندہ لیاقت نہیں رکھتا، سے سرفراز فرمایا اور ''رضا کی پگڑی'' سے سرفراز فرمایا۔ نیز برادران طریقہ اور باسلیقہ مریدوں کو حلقہ اور توجہ دینے کا حکم فرمایا۔ میں نے دو ماہ تک حضرت عالی کی خانقاہ کی مسجد میں صبح و شام حلقہ اور توجہ کی۔ نیز ایک رسالہ ''مراتب الوصول'' کے نام سے مراقبات و حالات اور ہر مقام کے خود پر ظاہر ہونے والے اسرار اور اپنی فہمائش کے بیان میں تحریر کیا اور اسے حضرت عالی کے حضور میں پیش کیا۔ حضرت عالی نے بہت زیادہ خوش وقت ہو کر اپنی زبان مبارک سے اپنی بشارتوں میں سے کچھ ارشاد فرمایا، لیکن اپنے بارے میں وہ بلند الفاظ لکھنا شرم کا مقام ہے، کیونکہ میں اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔

پھر حضرت عالی نے ماہ جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ میں بندہ کو شہر کوٹہ اور سرونج میں وہاں کے طالبین کو طریقہ کی تلقین کے لیے رخصت فرمایا۔ پس میں نے حضرت عالی کی قدم بوسی کر کے کوٹہ کا راستہ پکڑا۔ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا

وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۶)

یعنی: اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے بہت پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سروں پر نہ ڈالنا۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور بخشش فرما اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَارْزُقْنَا وَاصْبِرْنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى وَآلِهٖ بَدُوْرِ التُّقٰى وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

یعنی: اے اللہ! ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں رزق عطا فرما اور ہمیں صبر دے اور ہمارے والدین، تمام مومنوں، مومنات، مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھی (یہ نعمتیں نصیب فرما)۔ اور اپنے نبی (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل (اطہارؓ) پر، جو تقویٰ کے کامل چاند ہیں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ (کرامؓ) پر، جو ہدایت کے ستارے ہیں، بہت زیادہ اپنی رحمت نازل فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

خاتمۃ الطبع

سخن کے بادشاہ اور سخن کو، زبان پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی تعریف میں لگاتا ہوں، جس نے فکر کے خلوت خانہ کو پسندیدہ موتیوں کے فخر کا مضمون بنایا اور فکر کی دلہن کو یاقوت سے جڑے ہوئے زیور اور بیان کے ہیروں سے نوازا، (اور) موتیوں سے بنے ہوئے قلم، برگزیدہ پیروں اور نامور شاعروں کو موتی بکھیرنے کا ولولہ دیا اور نکتہ شناسوں اور

نازک خیالوں کو رنگ برنگے مضمون عطا فرما کر حسنِ قبولیت سے نوازا، البسمل:

اے وحید و یگانہ و یکتا خارج از حد فہم قاصر ما
تو خدائی کسی خدائے تو نیست صمدا مثل تو سوائے تو نیست
لم یلد ای توئی و لم یولد وے منزہ توئی ز ام و ولد
در دل ما قریب از رگ جان شرح این نیست کار کام و زبان
لب کشاید مجال انسان نیست جز تحیر نصیب خاصان نیست
ذات پاک تو نزد اہل عقول ہست پاک از جہات ونقص وحلول
من و یزدان کہ ایزد متعال ہست پاک از حلول وہم از حال
شبہ و تمثال را عیان کردی خویشتن را بخود نہاں کردی
آنچہ ظاہر شود بکشف و شہود ہست تمثال او نہ ذات ودود
و در بنیان بارگاہ الست غیر ازین پے نبردہ اند کہ ہست
ہستی و در نظر نہ آئی وائے چون نگیریم ما بہ ہایا ہائے
ہمہ ازان تو حجاب چرا اے فدایت شوم نقاب چرا
آتش ہجر استخوانم سوخت حسرت وصل جسم و جانم سوخت
سوختم سوختم تعال تعال آتشم را نشان بآب وصال
فرض کردم کہ نیست تاب جمال ہمچو موسیٰ بہ شبہ و تمثال
شادمان شاد کن دل محزون تا بکے دیدہ را کنم جیحون

یعنی: اے واحد، یگانہ اور یکتا! ہماری ناقص سمجھ کی حد سے باہر۔

- تو خدا ہے، (اور) کوئی تیرا خدا نہیں ہے۔ تو بے نیاز برتر ہے، تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔
- تو نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا ہے، تو ماں اور باپ سے پاک ہے۔
- تو ہمارے دل میں رگِ جان سے بھی قریب ہے۔ اس کی تشریح منہ اور زبان نہیں کر سکتے۔

- عقلمند لوگوں کے ہاں تیری ذات پاک جہات، نقص اور حلول سے پاک ہے۔
- اہرمن اور یزدان کہاں؟ بزرگ و برتر خدا حلول اور حال سے پاک ہے۔
- تو نے تشبیہ اور مثال کو ظاہر کیا اور خود کو خود سے نہاں کیا۔
- جو کچھ کشف اور شہود سے ظاہر ہوتا ہے، وہ اس کی تمثیل ہے، ودود (اللہ تعالیٰ) کی ذات نہیں ہے۔
- بارگاہ الست کی بنیاد میں اس سے زیادہ (کچھ) نہیں سمجھ پائے کہ وہ ہے۔
- تو (موجود) ہے اور نظر نہیں آتا، وائے! ہم داد و فریاد کیوں نہ کریں۔
- ان سب سے تیرا احجاب کیوں؟ اے (وہ ذات کہ) میں تیرے قربان ہو جاؤں، پردہ کیوں؟
- جدائی کی آگ نے میری ہڈیاں جلا دیں، وصال کی آرزو نے میرے جسم و جان کو جلا دیا۔
- میں جل گیا، میں جل گیا (اے) برتر ذات، (اے) برتر ذات! میری آگ کو آبِ وصال سے بجھا۔
- فرض کیا کہ مجھ میں (تیرے) جمال کی تاب نہیں ہے، (تو حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح (مجھے) تشبیہ و تمثیل سے ہی (نظر) آ۔
- خوشحال غمگین دل کو خوش کر، میں کب تک (اپنی) آنکھ کو (دریائے) جیحون (کے مانند رواں) بناؤں۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور اللہ سبحانہٗ کے مقبول اور محبوب (حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شکرگزاری میں کچھ کہنے کی انسان کی زبان مجال نہیں رکھتی اور کمزور بنیاد انسان کی ہمت کہاں کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کے ممدوح کی تعریف میں لب کھولے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تعریف، تعریف کرنے والوں کی طاقت کی حد سے باہر ہے، اور ان بلند قدر والی (ہستی صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شکرگزاری امکان کے احاطہ سے افزوں ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمام کائنات کا باعث ہیں اور سب موجودات کے اظہار کا سبب ہیں۔

صراطِ مستقیم کا چراغ، امید وخوف کے دن (حشر) کے شفیع، خلقت کے خیر خواہ، لوگوں کے ملجا و ماویٰ، سب سے بڑے حاکم کے خاص بھیجے ہوئے، پروردگار عالمین کے حکموں کو پہنچانے والے، دنیا اور سارے جہانوں کی جائے امید اور عاشقوں کے مہربان، بسمل:

حبیب خدا قبلۂ دو سرا — مرا او را بزرگی است بعد از خدا
نبوده نباشد کسے مثل او — بزرگی از و یافت ہم آبرو
خروشید بیساختہ ہر کہ دید — کہ بے مثل بے مثل را آفرید
کرم پیشہ نے نے سراپا کرم — رحیم و کریم و شفیع امم
بکونین پشت و پناہ ہمہ — بدارین امیدگاہ ہمہ

یعنی: آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) حبیب خدا اور دو جہان کے قبلہ، خدا کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی بزرگ ہیں۔

- آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مانند نہ کوئی تھا (اور) نہ ہوگا، بزرگی کو بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے آبرو ملی ہے۔
- جس شخص نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دیکھا وہ چلّایا کہ بے مثل نے بے مثل کو پیدا فرمایا ہے۔
- آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کرم پیشہ ہیں، نہیں نہیں! سراپائے کرم ہیں، رحیم، کریم اور اُمتوں کے شفیع ہیں۔
- آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کونین میں سب کی پشت و پناہ ہیں، دونوں جہان میں سب کی جائے امید ہیں۔

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی ثناء کا دعویٰ کرنا ناشکر گزاری ہے، اور اس کے حبیب (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شکر گزاری کو قلم کے سپرد کرنا بھی ناشکر گزاری ہے۔ خدائے برتر کی شکر گزاری اور تمام مخلوقات میں اشرف، افضل اور بہتر (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ثناء سے عاجز و قاصر ہونے کا اقرار واعتراف کرنے کے بعد (بندہ) روئے سخن صدق وصفا کے ارباب کی طرف کرتا ہے اور جان فزا مژدہ اور روح افزا نویدان کی جناب میں پہنچاتا ہے کہ

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملکوتی اسرار کے واقف، جبروتی پردوں کے کاشف، رموز حقیقت کے کشاف، بحر طریقت کے غوطہ زن تجلیاتِ الٰہی کے مظہر، بے انتہا فیوض و برکات کے مورد جہاں کے قابلِ فخر، بنی نوع انسان کے افتخار، فضل و افضال کے ملک کے تخت نشین، تکمیل و اکمال کی بزم کے صدر نشین، وحی آسمانی کے دقائق ونکات کے ترجمان، قرآن مجید کے حروف مقطعات کے حقیقت شناس، آسمان طریقت کے چاند، اوج معرفت کے قمر، رہنمائی حقیقت کے خضر، دار القضائے شریعت کے قاضی، بساطِ سبحانی کے مقرب، راز نہانی کے محرم، اللہ سبحانہٗ کے محبوب، اللہ تعالیٰ کے مقبول، خفی وجلی اسرار کے واقف، مولانا ومرشدنا وہادینا (حضرت) شاہ غلام علی حنفی نقشبندی مجددی مظہری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے ملفوظات قدسی آیات کو نہ ہی میں دل سے چاہتا تھا کہ قالب طبع میں آئیں، کیونکہ یہ عجیب وغریب نسخہ کمیاب ہے اور اگر مبالغہ کو دل میں جگہ دوں تو کہوں گا کہ نایاب نظر۔ خدا کا کرنا کہ میں اس کی تلاش میں لگا۔ ایک بار ہزار تجسس اور کوشش سے اس کی دو کاپیاں دستیاب ہوئیں اور انہوں نے افسردہ بدن میں جان ڈالی۔ پھر دل میں یہ فکر پیدا ہوا کہ غیب سے ایک دوست پیدا ہو، تاکہ وہ اس عظیم فہم میں مدد کرے اور اس مشکل کام کے کرنے کی ذمہ داری لے۔ چشم خیال سے دیکھا کہ اچانک سلطان العلماء، سیّد الفضلا، وحید زمان، یگانہ دوران، حامی شریعت، ہادی طریقت، صوری ومعنوی علوم کے قدردان مولانا ومخدومنا مولوی ہدایت علی صاحب بریلوی مدظلہ پر نظر پڑی، ہسمل:

از مسرّت چنان ببالیدم کہ بارض و سما نگنجیدم
پیش رفتم و کوزش بجا آوردم بوسہ بر دامن پاکش دادم
و اظہار خواہش درونی کردم

یعنی: میں خوشی سے یوں اچھلا کہ زمین وآسمان میں نہ سمایا۔

- اس کے پاس گیا اور اس کے پیالہ کو درست رکھا اور اس کے دامن پاک کو بوسہ دیا۔
- دل کی خواہش کا اظہار کیا۔

انہوں نے بڑی دلیری سے تسلیم فرمایا اور قبولیت کی انگلی آنکھ پر رکھی اور اسی وقت

مقابلہ کرنے، صحیح کرنے اور کتاب مسطور کے طبع کرنے میں ہزار جان سے مشغول ہو گئے۔ آدھے سے زیادہ (کتاب) کو مقابلہ کر چکے تھے کہ ابد قرار سرکار والی مصطفیٰ آباد عرف رام پور کے طلب کرنے کا فیض والا حکم پہنچا، فوراً روانہ ہو گئے اور مدرسہ عربی میں درجہ اوّل کے مدرّس کے منصب پر مامور ہوئے۔ انہوں نے اپنی اس عدم موجودگی میں طباعت کی عمدہ تدبیر اس طرح فرمائی کہ ان کی موجودگی کی حاجت نہ رہی اور حاضر و غیب ہونے کی کسی صورت کی اس کی طبع کی ذمہ داری میں کوئی مداخلت نہ رکھی۔ ساری تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہیں کہ دل کی مراد کا محبوب کرسی شہود پر آ بیٹھا، دل کی غرض کی دلہن طبع کا زیور پہن کر منصۂ ظہور پر جلوہ نما ہوئی۔ اے خداوند! اے کارساز! اے مسکین نواز! ہم اس طرح کی خدمت کے بدلے میں یہ نہیں کہتے کہ تو یہ دے یا وہ دے، تو دانا اور ہمارا مہربان ہے، وہ عطا فرما جو بہتر ہو۔ اگر اس التماس کے بعد از راہِ بندہ نوازی اس طالبِ وصال سے سوال کیا گیا کہ تیرا خاص مقصود کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ اے دانائے راز! اور اے عاشق نواز! میں اس سے پہلے صد ہزار مرتبہ جس کی التماس کر چکا ہوں، وہی کہتا ہوں۔

مؤلف کے (اشعار):

نے حور و قصور نے جنان میخواہم　　نے میوہ و گل ز گلستان میخواہم

دردے کہ دوائے آن بجز وصل تو نیست　　آن میخواہم ہمیشہ آن میخواہم

یعنی: نہ حور و قصور (اور) نہ جنت چاہتا ہوں، نہ گلستان کا میوہ اور گل چاہتا ہوں۔

۞ ایک درد جس کی دوا تیرے وصال کے سوا (کوئی شے) نہیں ہے۔ میں وہ چاہتا ہوں، ہمیشہ وہ چاہتا ہوں۔

مصنف کتاب کے مختصر حالات

آپ کا نامِ نامی حضرت شاہ رؤف احمد (مجددی رحمۃ اللہ علیہ) ہے اور آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ تک اس طرح پہنچتا ہے:

حضرت شاہ رؤف احمد ابن حضرت شعور احمد ابن حضرت محمد شرف ابن حضرت شیخ رضی الدین ابن حضرت شیخ زین العابدین ابن حضرت شیخ محمد یحییٰ ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رمحرم الحرام ۱۲۰۱ھ کو شہر مصطفیٰ آباد، عرف رام پور میں ہوئی۔ آپ کے جدّ بزرگوار نے آپ کا تاریخی نام رحمان بخش (۱۲۰۱ھ) رکھا۔ جب سنِ بلوغت کو پہنچے اور علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں راہِ فقیر اور عشق مولیٰ کا شوق پیدا ہوا۔

عنایتِ ازلی نے آپ کی دستگیری فرمائی اور قطب زمان، شیخ دوران، محبوب الٰہی، شاہ فیض بخش الملقب بہ حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ (جو مادر زاد ولی تھے) کے فیض نشان آستانہ پر پہنچا دیا۔ حضرت شاہ (درگاہی) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سیّد حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین ہیں اور حضرت سیّد (جمال اللہ) صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ حضرت سیّد شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین بن عنایت اللہ نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ کے کامل ترین خلفاء میں سے ہیں اور حضرت موصوف (سیّد قطب الدین محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ) قبلہ عالم حضرت قیوم زماں خواجہ محمد زبیر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت (شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) نے آنجناب (حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ) کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور پندرہ برس تک اپنے پیرو

مرشد سے فیوض و برکات کسب کر کے تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف ہوئے، بلکہ چھ سلاسل ؛ یعنی: قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، کیا صابریہ اور کیا نظامیہ، سہروردیہ، کبرویہ (اور) مداریہ میں مجاز بنے۔

حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد القائے ربانی سے ارباب تحقیق کے زبدہ، اصحاب تدقیق کے قدوہ، خیر البشر (حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شریعت کو جاری کرنے والے، تیرہویں صدی (ہجری) کے مجرد، خفی وجلی اسرار کے واقف، ہر متقی اور ولی کے افتخار حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی (دہلوی) نَوَّرَ اللّٰہُ جِسْمَہُ وَ قَبْرَہُ الْقُدُسِیُ کی خدمت شریف میں آپہنچے۔ان کے حال کے مطابق، شعر:

از برائے سجدہ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

یعنی: سجدہ عشق کے لیے مجھے ایک آستانہ مل گیا، ایک سرزمین منظور تھی (لیکن) ایک آسمان مل گیا۔

آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام مقامات کو شروع سے آخر تک حضرت عالی (شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) کی خدمت میں طے فرمایا اور سات عالیشان سلسلوں، یعنی چھ جو اوپر بیان ہوئے ہیں اور اُن کے ساتھ سلسلہ قلندریہ کی اجازتِ مطلقہ سے سرفراز ہوگئے۔

اپنے برحق پیرومرشد (حضرت شاہ غلام علی دہلوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ) کی وفات کے بعد ان کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع (و مرتّب) کیا۔ کتاب جواہر علویہ اپنے شیخ کے حالات میں لکھی۔ ایک تفسیر اُردو زبان میں موسوم بہ تفسیر رؤفی اور مشہور بہ تفسیر مجددی رسالہ درمقامات طریقہ مجددیہ اور اس کے علاوہ فن فقہ وغیرہ میں کتابیں تصنیف فرمائیں۔

آپ بے نظیر شاعر تھے۔ آپ کے اشعار فارسی اور اُردو میں کامل شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کا تخلص ''رافت'' تھا۔ آپ کی طبع کی برتری آپ کے تخلص سے سمجھنی چاہیے۔

خلافت کے حصول کے بعد شہرِ بھوپال میں تشریف لے جا کر آپ نے مسندِ ارشاد کو

زیب و زینت بخشی۔ ان حدود میں کامل رواج پایا۔ امرا اور فقرا آپ کے حلقہ شریفہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے وہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر فرمائی۔

آخری عمر میں حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما کی زیارت کا شوق پیدا ہوا (اور) بیت اللہ (شریف) کے سفر کا ارادہ کیا۔ اثنائے سفر میں ملک یمن کی بندرگاہ "لیث" کے مقابل سمندر میں ۲۷ / ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ کو اس پُر ملال جہاں سے قربِ الٰہی کی طرف سفر فرمایا۔ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ وَالرِّضْوَان. (آپ پر اللہ کی رحمت اور رضا نازل ہو)۔

فرہنگِ اصطلاحات

آدمی المشرب — تجلی فعلی (ر۔ک: بآن) اور فنائے قلب کا عمل۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیہ السّلام کے زیرِ قدم ہے۔ (حضرت مظہر ۲۴)

ابراہیمی المشرب — اس میں سالک اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ اس حالت کو تجلیٔ صفات کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کی ولایت زیرِ قدمِ حضرت ابراہیم ہے۔ (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

اتصالِ بے کیف — محبوب اور محبّ کے وصال اور فنائے محبّ کے بعد مشاہدہ۔ یہاں اتصالِ شہودی مراد ہے۔ (شرح منازل السائرین ۲۰۶)

اثباتِ غیریت — نفیِ حق و اثباتِ غیر۔ (رسالۂ قدسیہ، طبع ملک اقبال ۱۴۹)

اثر — اسماء و صفات کے جمال و کمال کے مظاہر۔ (سرِ دلبراں ۴۲)

احسان — وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسماء و صفات کے آثار دیکھتا ہے۔ (سرِ دلبراں ۴۲)

احوالِ تازہ — مواہب فائضہ بندے پر رب کی طرف سے یا بہ جزائے اعمال نیک بہ سبب تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب یا محضِ امتنان۔

اذواق — وہ حالت جو کلام محبوب سن کر طالب میں پیدا ہوتی ہے۔ مشاہدۂ حق کا پہلا اثر ذوق ہے۔ صوفیہ نے درجۂ اوّل کے شہود کو ذوق کا نام دیا ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۷۰، سجادی ۲۲۳)

اربابِ کشف — وہ اصحاب جو مشاہدۂ حق اور اس کی تجلی میں تکرار نہیں کرتے۔ (سجادی ۳۳)

ارباب جہل — طالبوں کی وہ قسم جو طلب میں مردہ دل اور ادراک حقائق سے عاری ہو۔ (ر۔ک: جہل)

استغراق — ذکرِ حق میں حصول فنا کا نام۔ (سجادی ۳۷-۳۸)

استہلاک — ہر وقت مشاہدۂ جمال الٰہی میں ڈوبے رہنا، اپنی ذات کو ذاتِ حق میں مستہلک پانا۔ (لسان العرب ۳/۸۲۱)

استیلائی غیب—(ر۔ک: غیبت)

اسرارِ توحید—وحدانیت کا علم مع اقسام توحید۔ (سجادی ۱۴۱، لسان العرب ۳/ ۸۸۹)

اسماء وصفات—اسم اس لفظ کو کہتے ہیں، جس سے حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا جائے اور وہ اشارہ اس کی ذات سے ہو یا صفت سے۔ (سجادی ۱۴۱، سرِ دلبراں ۴۷)

اسماع نفس—ذکر قلبی مع ذکر لسانی کی قسم اوّل یعنی ذکر خفی۔

اسم الباطن—بطونِ حق کو اسم الباطن کہتے ہیں، از اسم ذات۔ (سجادی ۱۴۱)

اسم صغیر—انسان کا خلق اور امر کا جامع ہو کر اس اسم کا مستحق ہونا۔

اسم الظاہر—ظہور حق کو اسم الظاہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ (از اسم ذات)

اشرف خواطر—دلوں کے بھید جاننا، کشف قلوب۔ (سجادی ۳۹۱)

اصطفاء—ایک مقام سے دفعتاً دوسرے مقام پر فائز ہونا، منتخب کر لینا۔ (سجادی ۴۷)

اضمحلال—فنا ہونا، نیستی، وارفتگی۔ (لسان العرب ۲/ ۵۴۶)

اعدام—اعیانِ ثابتہ جو علم حق تعالیٰ میں تو موجود ہیں لیکن خارجاً معدوم ہیں۔ (سرِ دلبراں ۲۵۳، سٹینگاس، فارسی ۴۷)

اعدام اضافیہ—جن پر آثار واحکام کا تحقق ہو۔ جو فیضانِ وجود کے بعد وجود کا صالح ہو۔ (اجمیری ۱۹۹)

اعیان ثابتہ فی العلم—حقائق ممکنات جو علم حق تعالیٰ میں ہیں۔ (قول سیّد شریف، دستور ۱/ ۱۳۸)

اعیانِ خارجیہ—موجودات ذہنی کے مقابلے میں موجودات خارجی مراد ہیں اور صور علمیہ جو کہ اعیان ثابتہ ہیں، ر۔ک: اعیان ثابتہ۔ (فرہنگ معارف اسلامی از سجادی ۲۵۰)

افاضۂ کمالات—متابعت کا ایک درجہ جو صرف محبت سے متعلق ہے۔

افاقہ—حالتِ صحو

القاء—وارداتِ ربانی سے عبارت ہے۔ (سجادی ۵۶)

امر التزامی—وجود بمعنی کون اور حصول بھی ہے جسے امر انتزاعی کہتے ہیں۔ (دستور ۱/ ۱۷۳-۱۷۷، سرِ دلبراں ۷۶)

امکان—موصوف کے لیے کسی صفت کی نسبت کا غیر ضروری ہونا۔ (اجمیری ۵۹-۶۰، دستور ۱/ ۱۶۴)

انا—اشارہ ہے مرتبۂ وحدت اور حقیقتِ محمدی کی طرف کہ برزخ اور جامع ہے۔ اس کو علم مجمل اور

تعین اوّل بھی کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۷۸)

اناالشّمس— صوفی کی نظر میں اپنی جہت اور اپنے انوار مستعار پر پڑے تو وہ اناالشّمس کا دعویٰ کرتا ہے۔

انوار جمعیت— ہمت کو مجتمع کرنا اور اپنی توجہ سوئے حق کرنے سے جو انوار حاصل ہوں۔ (سجادی ۱۵۷،۷۱)

اوّل الاوائل— مفہوماً لاہوت ہی اوّل الاوائل ہے۔ (عبقات)

اولیائے عزلت— ایسے افراد جنہوں نے انقطاع از ماسوا کر لیا ہو۔ (اولیائے مستور، سرِ دلبراں ۱۷۳)

اولیائے عشرت— اولیائے ظاہر۔ حالت شعور میں لذتِ حق حاصل ہونا۔ (سرِ دلبراں ۱۷۳،۲۵۴)

اوتاد— رجال اللہ کی بارہ اقسام میں سے ایک قسم۔ اوتاد چار ہوتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۱۷۵)

بازگشت— طالب بوقت ذکر اپنے دل میں یہ دعا کرے، ''الٰہی! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے......'' مشائخ نقشبندیہ کی شرائط میں سے چھٹی شرط ہے۔ (رسالہ قدسیہ، طبع عراقی)

باطنِ وجود— ''ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے۔'' اس مرتبہ کو صوفیہ کی اصطلاح میں باطنِ وجود کہتے ہیں۔

بسط— وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ (نفائس ۲۱۹)

بسیط حقیقی— وجود خداوندی۔ (اجمیری ۷۷، دستور ۱/ ۴۴۸)

بعد الجمع— نفس کو حقیقتِ فنا ملنے کے بعد اُسے دعوت و ارشاد کا حق مل جاتا ہے، اس مقام کو بعد الجمع کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۱۲۸، سجادی ۱۵۸)

بے خطرگی— خطرہ، ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔ بے خطرگی ایسا مقام ہے جب طالب کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو جائے تو وہ ان خطرات شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(سرِ دلبراں ۱۵۶، سجادی ۱۹۴، دفعایت ۹۰)

بے خودی— مرحلۂ فنا، حالتِ سکر۔ (سجادی ۱۵۸)

بے رنگی— وحدانیت کا ظہور۔ (مقامات مظہری)

بیعت مع اقسام— اپنی جان و مال کو خدا یعنی مالکِ حقیقی کے حوالے کر دینا۔ احکامِ شرع کی پیروی کے لیے کسی رہنما کے ساتھ پابندی احکام کا عہد کرنا۔

تجلی— ذات و اسماء و صفات و افعال الٰہی کا کسی پر پڑنے کا نام تجلی ہے۔ اس کی بہت سی اقسام

ہیں۔(نفائس۶۴)

تجلی افعال——اللہ تعالیٰ صفات افعالی اور صفات ربوبیت سے سالک پر ظاہر ہوتا ہے۔تجلی افعالی کے وقت بندہ افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا۔

تجلی ذات——جب ذات کی تجلی سالک پر ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم وشعور سے بے تعلق ہو جاتا ہے، تجلی ذاتی میں اس فنائیت عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقاباللہ کہتے ہیں۔

تجلی ذات بحت——بحت کہتے ہیں خالص کو تجلی ذات (ر۔ک: بآن) کی تعریف کے پیشِ نظر اسے فنائیت خاصا کہتے ہیں۔

تجلی صفاتی——اس میں سالک حق تعالیٰ کو اُمہاتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔

تجلی صوری——رویت الٰہی۔

تجلی فعلی——اس میں سالک صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو متجلی پاتا ہے۔اس میں بندے سے قول وفعل وارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کو دیکھتا ہے۔(سجادی ۱۱۸،نفائس ۶۴،اجمیری ۸۶)

تنزلات——وجود نے مرتبہ وراء الوراء سے جن منازل سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں گلشن آرائی کی انہیں تنزلات سے موسوم کرتے ہیں۔ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے ہیں۔(سرِ دلبراں ۲۴۲،اجمیری ۱۰۴) مقامات مظہری میں کئی مقامات پر تنزلی وجوبی، روحی، مثالی اور جسدی استعمال ہوا ہے۔

تنزیہ——ذاتِ حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہونا۔(اجمیری ۱۰۴،سجادی ۱۳۶)

تعدد وتکثر——دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے۔ملاحظہ ہو ''شیونات''۔

تعین——حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔(سرِ دلبراں ۱۲۰،سجادی ۱۳۰،نفائس ۷۳، دستور ا/۳۲۵)

تعین امر——وہ عالم جو کہ موجدِ امر سے دفعتاً بے مادہ ومدت کے موجود ہو گیا، عالمِ امر ہے۔ (سرِ دلبراں ۲۵۱)

تمکن وثبات——وہ مقام ہے جس میں سالک مغلوب الحال نہیں ہوتا تلوین کا متضاد ہے۔(نفائس ۷۹)

توجہ——تمام ماسویٰ اللہ سے روگرداں ہو کر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔(سرِ دلبراں ۱۲۲،سجادی ۱۴۱)

جمعیت قلبی۔۔۔ ہمت کو مجتمع کر کے اپنی توجہ سوئے حق کرنا اور دل کو ماسوٰی سے کندن کرنا۔ (سجادی ۱۵۷)

جہل۔۔۔ ''مرگِ دل'' کو صوفیہ کنایتاً جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواہ سالک نے سالہا سال تک علم حاصل کیا ہو۔ (سجادی ۱۶۱، اجمیری ۱۱۷)

حبس نفس۔۔۔ ذکر کے دوران سانس روکنا۔ (مقامات مظہری)

حبل المتین۔۔۔ احکام الٰہی کی پیروی۔ (قرآن وحدیث)

حسن۔۔۔ کمالات ذات احدیت۔ (سجادی ۱۷۲)

حسن محض۔۔۔ حسن کامل، حسن لازوال، خالص کمالاتِ ذاتِ احدیت۔ (ر۔ک: حسن)

حصولِ جمعیت۔۔۔ ر۔ک: جمعیت۔

حضور۔۔۔ قلب کا خلق سے غافل ہو کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ مقامِ وحدت، صاحب لمع کہتے ہیں کہ حضور سے مراد حضورِ قلب ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۴۴، ۱۷۲، سجادی ۱۷۳)

حق۔۔۔ صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ''حقِ بسیط'' اسی طرح اصطلاحاً مستعمل ہے۔ (سجادی ۱۷۵)

حقِ نفس۔۔۔ فرائض کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھانا۔ (مقامات مظہری)

حقائق۔۔۔ وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، حقائق کی کئی اقسام ہیں جن میں حقائقِ سبعہ کا ذکر مقاماتِ مظہری میں شامل ضمیمۂ شاہ عبدالغنی میں کیا گیا ہے۔

حقائق ممکنات یا حقائق کونی۔۔۔ اعیانِ ممکنات اور کثرت حقیقی کو کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں)

حقیقت الحقائق۔۔۔ مراد ذات احدیت ہے۔ ''حقیقة کل شی ھو الحق''۔ (سجادی، سرِ دلبراں)

حقیقت محمدی۔۔۔ حقیقتِ انسانی کی اصل حقیقتِ محمدی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے **مکتوبات** (۳/۱۲۴) میں اس موضوع پر مفصّل بحث کی ہے۔

حقیقتِ حال۔۔۔ طالب کے احوال وواردات (ر۔ک: بآن) میں بعض اوقات خاص لمحات میں ''غلبۂ احوال'' سے افاقہ ہوتا ہے۔ خصوصاً نماز کے اوقات میں ایسی حالت کو جو غیر استقرار ہو، حقیقتِ حال کہتے ہیں۔ (مقامات مظہری)

خُلت۔۔۔ دوستی، مراد ہے حق تعالیٰ کا بندہ کا دوست بننا، خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرف

اشارہ۔ (مکتوباتِ حضرت مجدد میں کئی مقامات پر تشریح)

خیرِ محض — فلاسفہ وجود کو "خیرِ محض" تصور کرتے ہیں، اور وہ وجود صوفیہ کے نزدیک ذاتِ مطلق اور مقام جمع الجمع احدیت مطلقہ ہے۔ (سجادی)

دائرۂ صفات کبریٰ، دائرۂ ظلال و ولایت صغریٰ، دائرۂ ظلال اسماء و صفات، دائرۂ ولایت، دائرۂ ولایت علیاء — ان دوائر کی تفصیل سے صوفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو: سرِ دلبراں ۳۰۰

دائمی حضور — ر۔ک: حضور۔ حضور میں دوام حاصل ہونا۔

دائمی حضوری — ایضاً

ذکر — اللہ کی یاد۔ یادِ الٰہی میں جمع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیّت حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ صوفیہ نے اس کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ شامل مقاماتِ مظہری)
چنانچہ ذکر خفی، ذکر جلی، ذکر رابطہ، ذکر قلبی، ذکر لسانی کے معانی اس کتاب میں متعدد مرتبہ بیان ہوئے ہیں۔

ربط ظلیت — صوفیہ اضافی موجودات کو ظل قرار دیتے ہیں۔ یہ اضافہ موجودات اعیانِ ممکنہ ہیں۔ جو درحقیقت معدومات ہیں۔ لیکن وجود حقیقی کے نور اور فیضان کے طفیل ان کی ظلیت عدمیت، ظلی وجود اختیار کر گئی ہے۔ (دستور ۲/ ۲۸۷، اجمیری ۱۹۲)

ربودگی — شیفتگی۔ (مقامات مظہری)

رضا — محبت خدا میں کسی حالت میں بھی فرق نہ ڈالنا، خوشی، غم اور تکلیف میں رضائے الٰہی پر شاکر رہنا۔ (متین، سرِ دلبراں ۱۷۸)

رؤیت — کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا، نہ کہ بصیرت سے معلوم کرنا۔ رؤیتِ حق ولقاء خدا۔ (نفائس ۱۴۶، سجادی ۲۳۹)

رؤیت الٰہی — ر۔ک: تجلی صوری۔

زوال عین — عین سے مراد عین ثابت ہے جو کہ عالم کے اس آئینہ کو کہتے ہیں جو علم حق تعالیٰ میں قبلِ تخلیق عالم موجود تھا اور اب بھی ہے۔ اسے مقام واحدیت بھی کہتے ہیں۔ (سجادی

۳۴۷، نفائس ۲۰۵)

سکر—بے خودی، تعطل عقل جو مشاہدۂ جمال معشوق حقیقی کا نتیجہ ہو۔ یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۹۸، نفائس ۱۶۰، سجادی ۲۶۷)

سیر علمی—سیر کا مطلب ہے سالک کا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک فعل سے دوسرے فعل، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا۔ ر۔ک: علم۔ (متن مکتوب ۴)

شرط محاذات—مقاماتِ سلوک کے لیے مرشد کی موجودگی لازم ہے۔ (متن)

شہود—رؤیتِ حق بحق شہود۔ حق تعالیٰ کا اس طرح مشاہدہ کہ سالک مراتب تعینات عبور کر کے توحید عیانی کے مقام میں پہنچ جائے۔ غیریت کو دور کرے۔ (سرِ دلبراں ۲۳۸، مکتوبات حضرت مجدد، نفائس ۱۷۶)

شہودیہ—نظریۂ وحدت الشہود (ر۔ک: بآن) کو ماننے والے۔

شیونات—مرتبہ علم میں تعیناتِ وجود حق۔ شیونات الٰہی خاص کی قسم ہیں۔ اور صفات الٰہی ان شیونات کی فرع ہیں...... (معارف لدنیہ از حضرت مجدد)

صانع—افعالِ الٰہی کے مراتب میں سے تیسرا مرتبہ صنعت ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اسمِ صانع، بندے اور خدا کے درمیان مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ جب بندہ کوئی چیز بنائے گا تو اُسے خالق نہیں کہا جائے گا بلکہ صانع ہوگا۔ (سرِ دلبراں ۶۲)

صادر اوّل—وجود منبسط۔ (ر۔ک: بآن)

صحو—سکر (ر۔ک: بآن) کا متضاد ہے۔ عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا۔

صفا—پاکیزگی، خلوص، دل کو خطراتِ اغیار سے پاک کرنا۔ (سرِ دلبراں ۱۳۹)

صفاتِ حقیقیہ، صفاتِ سلبیہ، صفت مرثیہ—واجب تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں: اوّل صفت سلبی، دوّم صفت ثبوتی حقیقی محض، سوّم صفتِ حقیقی مضاف، چہارم صفت اضافی محض۔ صفت سلبی جیسے کہیں کہ اللہ تعالیٰ بشر نہیں، شجر نہیں، جسم نہیں۔ صفتِ ثبوتی حقیقی محض، جیسے واجب تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، پائندہ ہے، ذات کا عالم ہے۔ صفت حقیقی مضاف جیسے خدا موجودات کی پیدائش پر قادر ہے۔ صفت اضافی محض، مانند وصف علیت جو معلومیت کے مقابل ہے۔ اللہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ صفت اصطلاح میں ظہور ذات حق کو کہتے ہیں۔

(صوفیہ کے ہاں صفات کی مختلف اقسام ہیں)۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: سجادی ۳۰۵، نفائس ۱۸۱، سرِ دلبراں ۱۱۴)

صورِعلمیہ—— اسماءِالٰہی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، انہیں مظاہر اسماء کہتے ہیں۔ وہ صورتیں جن میں اسمائے الٰہی علمِ الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں، اعیان ثابتہ اور صور علمی کے نام سے موسوم ہیں۔ (سرِ دلبراں ۵۱)

طریقۂ احمدیہ—— سلاسلِ تصوف میں سے سلسلۂ نقشبندیہ کی وہ شاخ جس کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ترقی دی اور انہی کے نام سے طریقہ یا سلسلۂ احمدیہ کہلاتا ہے، اسے سلسلۂ مجددیہ بھی کہتے ہیں۔ (مقامات مظہری)

طفرہ—— ادنیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا۔ (صراح)

طمانیت—— سالک کے قلب ونفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون وقرار پانا۔ (سرِ دلبراں ۲۴۵)

ظل—— جملہ ظہورات وتعینات۔ وجودِ اضافی جو اعیان ممکنات وتعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ (سرِ دلبراں ۲۴۷، سجادی ۳۲۲)

ظلمانی عقل—— وہ عقل جو رہنما کی مدد سے راہِ راست پر آئے۔ (مقامات مظہری)

ظلمانی ونورانی حجاب—— حجاب کا مطلب ہے ہر وہ چیز جو بندہ کو حق سے محتجب کرے۔ سالک کو سب سے پہلے حجاب ظلمانی کو دور کرنا ہوتا ہے، جو گناہ اور لذاتِ طبعی سے عبارت ہیں۔ پھر اُسے حجاب نورانی کو دفع کرنا پڑتا ہے جو علوم رسمیہ سے مکلّف ہوتے ہیں۔ [سجادی ۱۶۶، (ر۔ک: حجاب)]

عالم ارواح—— اس سے مراد عالم ملکوت ہے، عالم ملکوت کی فرع عالم محسوس ہے، عالمِ ارواح بمقابلہ عالم محسوس، ذوق شہود میں ظاہر تر اور زیادہ قوی ہے۔ اس میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۱۴۴، سجادی ۳۲۷، نفائس ۱۹۱)

عالم امر—— وہ عالم جو بلا مدت و مادہ حق تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا۔ (سرِ دلبراں ۲۵۱، اس کا نام عالم امر بھی ہے۔ سجادی ۳۲۷)

عالم خلق—— عالم شہادت، وہ عالم جو مادہ سے پیدا کیا گیا۔ (سجادی ۳۲۷)

عالم مثال—— یہ عالمِ برزخ ہے۔ درمیان عالمِ ملکوت اور عالم ناسوت کے۔ اس کا نام عالم مثال

اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ عالمِ جسمانی کی صورتوں پر مشتمل ہے۔ (سجادی ۳۲۸)

عبودیت—— خروج از اختیار۔ عبودیت کی نہایت حریت ہے۔ (سجادی ۳۲۹)

عدم—— معدوم، ناپید، سلب محض، نفی محض۔ (اجمیری ۱۹۸)

عدم اضافی—— یہ وجود کی ضد نہیں ہے۔ (سجادی ۳۳۰)

عدم القدرت—— عجز۔ ر۔ک: عدم۔

عدم العلم—— جہل۔ ر۔ک: عدم۔

عدم محض—— وجود کا نقیض ہے۔ جیسے کہ شریک باری تعالیٰ۔ (مقامات مظہری)

عروج—— اجسام سے احدیت تک پہنچنا۔ سالک اپنے جسم کو محو کر کے عالم مثال میں اور عالم مثال کو کم کرنے کے بعد عالمِ ارواح میں، اسی طرح عالم اعیان میں اور وہاں سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں۔ (سرِ دلبراں ۲۰۰-۲۰۱)

علم—— کسی چیز کا کماحقہٗ جاننا، حیات جس طرح ذات کے اقرب اوصاف میں سے ہے اسی طرح علم بھی حیات کے اقرب اوصاف سے ہے۔ صوفیہ نے اس کی (باطنی علوم) بہت سی اقسام بتائی ہیں۔ ان میں سے بعض قسموں پر حضرت مظہر نے اپنے مکتوب (نمبر ۴ شامل مقاماتِ مظہری) میں بحث کی ہے۔ جیسے علم حصولی، علم حضور، علم ازلی وغیرہ۔

عناصر اربعہ—— صوفیہ نے چار عناصر کو ''چہار نفس'' سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی آتش کو نفسِ امّارہ، ہوا کو نفسِ لوامہ، پانی کو نفسِ ملہمہ اور خاک کو نفسِ مطمئنہ سے۔ (سجادی)

عیسوی المشرب—— لطیفۂ خفی کا شغل، جس کی ولایت حضرت عیسیٰ کے زیرِ قدم ہے۔ اس لطیفہ کا سالک عیسوی المشرب ہوگا۔ (مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

عین—— ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد، ہستیِ حق میں گم ہونا، سالک کا ذات حق میں محو ہو جانا۔ (سجادی)

عینیت و اتحاد—— وصال پانا، مقام بقا میں پہنچنا۔ (ر۔ک: عین)

غلبہ—— وہ حالتِ مغلوبی جس میں سالک کے لیے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔ (سرِ دلبراں ۲۷۱، سجادی ۳۵۰)

غیبت—— اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقام

کثرت کو اور کبھی اللہ سے مجوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غیبت کہتے ہیں۔
(سجادی ۳۵۲)

غیرت — شرم کرنا۔ یہ دو طرح سے ہے، ایک خلق سے اور دوسری حق سے۔ (سجادی ۳۵۳، سرِ دلبراں ۲۶۵، ۲۷۳)

غیرت از خلق — غیرت از خلق سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (سرِ دلبراں ۲۷۳)

فنا — فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں۔ ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ ہے۔ اس کے کئی مدارج بیان کیے گئے ہیں۔

فنائے افعالی — اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعالِ حق میں فنا کر دینا۔ اسی طرح دیگر اقسام فنائے صفاتی، فنائے ذاتی، فنائے قلب (ر۔ک: بہ قلب)، فنا و بقا (ر۔ک: بہ بقا)۔
(سرِ دلبراں ۲۷۷، سجادی ۳۶۶، نفائس ۲۱۶)

قبض — وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ (نیز ر۔ک: بہ بسط)

قلب — قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح اور نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے۔ (سرِ دلبراں، سجادی نے اس سے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ص ۳۸۰-۳۸۲)

قلب صنوبری — گوشت کا لوتھڑا، صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے، اس کا نور زرد ہے۔ سرسوں کے پھول جیسا۔ (مقامات مظہری)

قناعت — مالوفاتِ طبع کے معدوم ہونے کی صورت میں سکونِ قلب کا ہونا۔ (سرِ دلبراں ۲۸۳، سجادی ۳۸۳)

کثرت ظلی — مخلوقات اور کثرتِ ظہور اسماء۔

کسب — بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کے تعلق سے عبارت ہے جس کے کرنے کی اُسے قدرت حاصل ہو۔ اس میں عموماً کسب خیر اور کسبِ شر کی انواع کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ (سجادی ۳۹۰)

کشف — امورِ غیبی اور معانیِ حقیقی پر سے حجابات (ر۔ک: بآن) کا اُٹھنا اور حقیقت ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں، کشف صوری اور

کشف معنوی۔ (سجادی ۳۹۰، سرِ دلبراں)

کشف کونی— کشفِ صوری میں وہ معاملات جو خواب میں پیش آتے ہیں، وہ بیداری میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ کشف صوری کی وہ قسم جس سے مغیباتِ دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔ اُسے کشف کونی کہتے ہیں۔ (ر۔ک: بہ کشف)

کمال— صفات اور آثار مادہ سے منزہ ہونے کا نام کمال ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اوّل کمالِ ذاتی جس کا تعلق ظہور حق تعالیٰ سے ہے۔ دوّم کمالِ اسمائی ظہور حق کا بنفسِ خود اور شہود ذات خود سے تعلق ہے۔ (کشاف تھانوی، سجادی)۔ چنانچہ صوفیہ کے ہاں کمالاتِ الٰہیہ، کمالاتِ اولوالعزم، کمالاتِ ثالثہ وغیرہ کا استعمال اسی ضمن میں آیا ہے۔

لطائف— جسم انسانی کے مختلف مواضع، جن پر فیوض وانوار وبرکاتِ الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس کی صوفیہ نے عموماً چھ اقسام گنوائی ہیں، لیکن حضرات مجددیہ نے بتایا ہے کہ انسان دس لطائف سے مرکّب ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: مکتوب حضرتِ مظہر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

لطیفہ— اشارۂ دقیق جو باآسانی سمجھ نہ آسکے۔ مختلف واردات کا نزول اس کی مختلف اقسام جیسے لطیفۂ دماغی، لطیفہ روح، سر، خفی، اخفی، نفس، سر کی تشریحات مذکورہ بالا مکتوب میں درج ہیں۔ (ر۔ک: لطائف)

مبداء— جائے ظہور، سالک کی ابتداء چونکہ اسمائے کلی کونی (ر۔ک: بآن) کی راہ سے ہوتی ہے، اس لیے اسے مبداء کہتے ہیں۔ صوفیہ نے مبداء ومعاد کے موضوع پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔ چنانچہ مقاماتِ مظہری میں مبداء فیاض اور مبداء المبادی کا استعمال بھی ہوا ہے۔

محمدی المشرب— لطیفۂ اخفی (ر۔ک: بآن) کا شغل، جس کی ولایت حضرت نبی آخر الزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زیرِ قدم ہے۔ اس لیے ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

محویت— منتہی کا وہ مقام محویت کہلاتا ہے جہاں پہنچ کر کشف وکرامات بند ہو جاتے ہیں اور لذت حضوری سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ (سرِ دلبراں)

مرأت— علم الٰہی کو کہتے ہیں۔

مرأتِ کونی — وجود (ر۔ک: بآن) مضاف وحدانی سے عبارت ہے، کیونکہ تمام اکوان، اوصاف، مظاہر اور احکام کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔ (سجادی ۴۲۳)

مرأت الوجود — تعینات شیون (ر۔ک: بآن) باطنی سے عبارت ہے۔ (ر۔ک: بہ وجود)

مراقبہ — دل کی ماسویٰ سے نگہبانی، مراقبہ، لفظ ترقب سے لیا گیا ہے، جس کے معنی انتظار کے ہیں۔ یعنی انتظار فیضِ الٰہی۔ مراقبہ میں دو شرائط ہیں، اوّل ملاحظۂ ذاتِ احدیت، دوّم اپنا دل۔ (شاہ غلام علی: ملفوظاتِ شریفہ، ص ۳۷، سجادی ۴۲۴)

مرتبہ — جس پر اشیاء کا ترتب ہو سکے۔

مراتب — جمع مرتبہ کی۔

مرج البحرین یلتقیان — وجوب (ر۔ک: بآن) اور امکان کے دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر یہ برزخ ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔

مستی — حیرت اور ولولہ جو سالکِ صاحبِ شہود کو جمال دوست میں پیدا ہو۔ (سرِ دلبراں ۳۰۵، سجادی ۴۳۲)

مشہود — ر۔ک: بہ شہود۔

مصنوع — ر۔ک: بہ صانع۔

مقام رضا — ر۔ک: بہ رضا۔

مقام — جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملکہ واضح ہو جائے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔ (سجادی ۴۴۴)

ملکہ — اعمال کا پختہ ہونا، نیک اعمال کا عادی ہونا۔ (سرِ دلبراں ۳۰۷)

ملکۂ حضوری — ر۔ک: بہ حضور اور حضوری۔

مواجید — وہ حالات جو صوفہ پر بطریق کشف و وجد ظاہر ہوں۔ (سجادی ۴۵۵)

موسیٰ المشرب — لطیفۂ سر کا شغل۔ جس کی ولایت زیرِ قدم حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہے، اس لیے ایسے سالک کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

نسبت — وہ تعلق جو خدا اور بندہ کے درمیان ہوتا ہے۔ صوفیہ نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔

چنانچہ نسبت بقائی، نسبت محاذات اور نسبت فنا کی تفصیلات حضرتِ مظہر کے مکتوب نمبر ۳ (شامل مقاماتِ مظہری) میں ملاحظہ کریں۔

نفس— بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۳۲۳، سجادی ۴۶۷)

نفسِ امّارہ— جب نفسِ حیوانی کا قوتِ روحانی پر غلبہ ہو جائے تو اُسے نفسِ امّارہ کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں، سجادی، مقاماتِ مذکور)

نفس الامر— بعض صوفیہ کے نزدیک عقل اوّل یہی ہے۔ (سجادی) محلِ اعیانِ ثابتہ (ر۔ک: بآن) اور صور علمیہ (ر۔ک: بآن) سے بھی اس کی تعبیر کی گئی ہے۔

نفسِ مطمئنہ— نفس کا خود کو بُرے اعمال پر ملامت کرتے رہنے کے عمل کو نفسِ لوامہ کہتے ہیں۔ جب قلبی انوار نفس میں قوتِ حیوانی پر غالب آ جاتے ہیں تو اس سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے جسے نفسِ مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ (سجادی ۴۷۱)

نفی و اثبات— توحید کی دو جہتیں ہیں، نفی اور اثبات۔ کلمۂ طیّبہ ان کا مرکّب ہے۔ نفی سے ذات باری تعالیٰ ان اوصافِ ناقص سے منزہ ہے، ان ہی اوصافِ ناقصہ سے اس کی نفی کی جاتی ہے۔ اور ان اسمائے حسنہ سے جن کو اس نے خود اپنی شان میں بیان کیا ہے، اس کا اثبات کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت خداوند تعالیٰ نفی اور اثبات دونوں سے منزہ ہے۔ (سرِ دلبراں ۳۲۷، سجادی ۴۷۱)

نورانی عقل— جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے۔ (نیز ر۔ک: بہ ظلمانی عقل)

نور منبسط— وہ نور جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو۔ (مقاماتِ مظہری)

نیستی— نیستی کے مقابلہ میں ہستی، ہستی کی تعبیر تحقق اور یافت سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہستی ہی پائی جاتی ہے، نیستی کے لیے نہ یافت ہے نہ تحقق۔ (سجادی ۴۷۵)

واردات— قسم معانی میں سے جو چیز بلا کوشش دل پر صادر ہو، خواطرِ محمودہ۔ وہ بات جو بندہ بغیر آواز کے ہی سمجھ جائے۔ (واحد، وارد، سرِ دلبراں ۳۳۱)

وجوب— ذات واجب تعالیٰ کا اپنے وجود کا مقتضی ہونا۔ کبھی وجوب سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۳۵۳)

وجود—— ہستی، ذاتِ بحت (ر۔ک: بآن) ہستیِ مطلق، واحدیت، ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں۔ صوفیہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس اصطلاح کی تعبیرات کی ہیں۔ (سرِ دلبراں ۳۳۱، سجادی ۴۸۱)

وجود منبسط عام—— یہ ظل وسایۂ وجود ہے۔ رحمت واسعۂ حق وجود خارجی اور وجود ذہنی ظل اسی سایہ کا ظل ہیں۔ (سجادی ۴۸۲ بحوالہ شرح فصوصِ داؤد قیصری)

وجود خارجی—— احکام ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں اسم نور سے ظاہر ہوئے۔ اس لیے اس ظہور کو وجودِ اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں۔ (اجمیری ۲۸۳، سرِ دلبراں ۳۴۱)

وحدت الوجود—— ر۔ک: بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۲ (شامل مقاماتِ مظہری)۔

وحدت الشہود—— ر۔ک: مکتوب حضرتِ مظہر ۲۴ (شامل مقاماتِ مظہری)۔

وصل—— محبوب سے ملنا جو ہجر کے بعد کی لذت ہے۔ وداغ اور وصل صوفیہ کے نزدیک دونوں ہی لذیذ ہیں۔ (سجادی ۴۸۷، سرِ دلبراں ۳۴۴)

وقوف قلبی—— ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف وآگاہ رہنا۔ (دستور ۳/۴۶۳، سجادی ۴۹۲)

ولایت—— وہ مقام ہے جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الٰہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکانِ طریقت کو مقاماتِ قرب تک پہنچایا جاتا ہے۔ ولایت کی مختلف اقسام کے لیے ملاحظہ ہو: سرِ دلبراں ۳۱۶-۳۱۷۔

ولایت علیا—— ملائکہ کی ولایت۔

ولایت صغریٰ—— جب ذکر کثیر انتہا کو پہنچتا ہے تو ولایت صغریٰ یعنی وحدت الوجود کی ابتداء ہوتی ہے۔ (معیار السلوک ۱۰۸)

ولایت کبریٰ—— سالک کو انانیت کبریٰ میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنا ہی ولایتِ کبریٰ ہے۔

ہُبا—— تنزلاتِ وجود (ر۔ک: بآن) کا وہ مرتبہ جس میں اجسامِ عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ عینی نہیں بلکہ عنقا ہے۔ یہ عقلِ اوّل کے بعد چوتھا مرتبہ ہے۔ (سرِ دلبراں ۳۳۶، سجادی ۴۹۵)

ہجوم—— کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا۔ اس میں کوشش کو دخل نہیں ہوتا۔ (سرِ دلبراں ۳۳۶)

مآخذ ومنابع

مقدمہ اور متن کے حواشی میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ آثار الصنادید (اُردو)
سر سیّد احمد خان، دہلی: ۱۹۶۵ء

۲۔ آئینہ اودھ (اُردو)
ابوالحسن، سیّد، کانپور: مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ

۳۔ اتحاف السادۃ المتقین (عربی)
سیّد مرتضیٰ الزبیدیؒ، قاہرہ: المیمنہ، ۱۳۱۱ھ، جلد ۲، ۳، ۸، ۹

۴۔ احوال العارفین: حالات شاہ سعد اللہ نقشبندی (اُردو)
محمد قطب الدین و محمد خلیل الرحمٰن، حیدر آباد دکن، ۱۳۱۷ھ

۵۔ احیاء العلوم (عربی)
امام محمد غزالیؒ، مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۸ھ، جلد ۴

۶۔ ارشاد المسترشدین (فارسی)
ظہور حسن، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

۷۔ اسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ (عربی)
علامہ نور الدین علی بن محمد سلطان المشہور بالملا علی القاریؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۸۔ الاعلام (عربی)
الزرکلی، خیر الدین، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۷ء، جلد ۲

۹۔ انساب الانجاب (فارسی)
محمد حسن جان، ٹنڈو سائیں داد (سندھ)، ۱۳۴۰ھ

۱۰۔ انوار محی الدین: سوانح غلام محی الدین قصوریؒ (اُردو)
شبیر احمد خان، لائل پور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء

۱۱۔ ایضاح الطریقہ: شامل سبع سیارہ (فارسی)

شاہ غلام علی دہلویؒ، لکھنؤ، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء

۱۲۔ ایضاح المکنون فی الذیل علیٰ کشف الظنون (عربی)
حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، بیروت: دارالعلوم الحدیثیہ، س۔ن، جلد۱

۱۳۔ برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات: عربی فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

۱۴۔ بستان معرفت (اُردو)
سیّد محمد محفوظ، لاہور: ۱۳۰۳ھ

۱۵۔ بوستان (فارسی، اُردو)
شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی/ مولانا قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن (عکسی طباعت از ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)

۱۶۔ البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ (عربی)
محمد بن عبداللہ خانی خالدی، مصر: ۱۳۱۹ھ

۱۷۔ تاریخ دعوت وعزیمت (اُردو)
ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، جلد۴

۱۸۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء

۱۹۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ دہلی (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

۲۰۔ تحفہ رسولیہ (فارسی)
غلام محی الدین قصوریؒ، لاہور: مطبع محمدی، ۱۳۰۸ھ

۲۱۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان (اُردو)
انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء

۲۲۔ تذکرہ علمائے پنجاب (اُردو)
اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد۲

۲۳۔ تذکرہ علمائے ہند (اُردو)
رحمٰن علی، مولانا/ محمد ایوب قادری (مترجم)، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۲۴۔ تذکرہ کاملان رام پور (اُردو)
احمد علی شوق رام پوری، دہلی: ۱۹۲۹ء

۲۵۔ ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی (فارسی)
اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۲۶۔ الترغیب والترہیب (عربی)
حافظ زکی الدین عبدالعظیم ابن عبدالقوی المنذریؒ/ مصطفیٰ محمد عمارۃ (تحقیق)، دمشق: دارالایمان، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء جلد ۱، ۲

۲۷۔ تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند (اُردو)
محمد ظفر الدین، دیوبند: ۱۹۷۳ء، جلد ۱

۲۸۔ تکملہ مقامات مظہری: ضمیمہ مقامات مظہری (اُردو)
عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ، دہلی: مطبع احمدی، ۱۲۶۹ھ

۲۹۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (عربی)
شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ، سانگلہ ہل: المکتبۃ الاثریہ، س۔ن

۳۰۔ جامع الترمذی (عربی)
امام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابن موسیٰ الترمذیؒ/ شیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم (اشرف ومراجعہ)، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

۳۱۔ جامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر (عربی)
جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ، بیروت: ۱۴۰۱ھ، جلد ۱، ۲

۳۲۔ الجامع الکبیر (عربی)
شیخ جلال الدین سیوطیؒ، مصر: الھیئۃ المصریہ، س۔ن، جلد ۱-۲

۳۳۔ جواہر العلویہ (اُردو)
رؤف احمد رافت مجددیؒ، لاہور: ۱۹۱۹ء

۳۴۔ حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری (اُردو)
عبدالغنیؒ، مولانا شاہ، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء

۳۵۔ حدائق حنفیہ (اُردو)
فقیر محمد جہلمی، مولوی، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن، (عکسی طباعت از طبع ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

۳۶۔ حدیقۃ الاولیاء (اُردو)
غلام سرور لاہوریؒ، مفتی، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء

۳۷۔ حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم (اُردو)
نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ شریف، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

۳۸۔ حیات جاوید (اُردو)
حالی، الطاف حسین، کانپور: ۱۹۰۱ء

۳۹۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی)
غلام سرور لاہوریؒ، مفتی، لکھنؤ: ثمر ہند، ۱۸۷۳، جلد ۱، ۲

۴۰۔ درالمعارف (فارسی)
رؤف احمد رافت مجددیؒ، (ترکی): مکتبۃ الحقیقۃ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

۴۱۔ دیوان (عربی)
محمد خالد رومیؒ، مولانا، استنبول (ترکی): ۱۹۵۵ء

۴۲۔ دیوان خواجہ حافظ شیرازیؒ (فارسی)
خواجہ حافظ شیرازیؒ/ سیّد ابوالقاسم انجوی شیرازی (بہ اہتمام)، تہران: سازمان انتشارات جاویدان، ۱۳۶۱ھ ش

۴۳۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین (اُردو)
محمد معصوم رام پوری، رام پور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ

۴۴۔ رباعیات ابوسعید ابوالخیر (فارسی، اُردو)
ابوسعید ابوالخیر شیخ فضل اللہؒ/ رازی جالندھری (مترجم وشارح)، لاہور: ملک نذیر احمد، تاج بک ڈپو، س۔ن

۴۵۔ رشحات عنبریہ (عربی)
محمد مظہر مجددیؒ/ محمد اقبال مجددی، استنبول (ترکی): ۱۹۷۹ء

۴۶۔ رودکوثر (اُردو)
محمد اکرام، شیخ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

۴۷۔ سنن ابی داؤد (عربی)
امام حافظ ابی داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق الازدی السجستانیؒ، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

۴۸۔ سخن شعرا (اُردو)
عبدالغفور نساخ، لکھنؤ: نول کشور، ۱۲۹۱ھ

۴۹۔ سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی، مشمولہ رسائل ابن عابدین (عربی)
شامی، علامہ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء

۵۰۔ سلسلۃ الاولیاء (فارسی)

محمد صالح کنجاہی، مخطوطہ بخط مصنف، مملوکہ محترم ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، نور پور پڈہ روڈ، گجرات

۵۱۔ سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ (اُردو)
شوکت محمود، راولپنڈی: محلّہ قطب الدین، س۔ن

۵۲۔ الشفافی شمائل صاحب الاصطفا صلّی اللہ علیہ وسلّم (عربی)
امام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ غرناطیؒ، مصر: مصطفیٰ البابی الحطمی، س۔ن، جلد ا

۵۳۔ صحیح البخاری (عربی)
امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ، ریاض: دارالسّلام، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

۵۴۔ صحیح مسلم (عربی)
امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوریؒ/محمد فواد عبدالبقای (تحقیق)، بیروت

۵۵۔ طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ شریف (عربی، اُردو)
محمد احمد قادری، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء

۵۶۔ عہد بنگش (اُردو)
ولی اللہ فرخ آبادی/ شریف الزان شریف (مترجم)/ محمد ایوب قادریؒ (مرتب)، کراچی: ۱۹۵۵ء

۵۷۔ فتح الباری بشرح البخاری (عربی)
حافظ شہاب الدین ابی الفضل العسقلانی، المعروف با بن حجرؒ، مصر: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلمی، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء، جلد ۱-۳

۵۸۔ فہرست مخطوطات شفیع (اُردو)
محمد بشیر ڈاکٹر، لاہور: دانشگاہ پنجاب، س۔ن

۵۹۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف (عربی)
شہاب الدین احمد بن علی عسقلانیؒ، بیروت: دارالمعرفۃ، س۔ن

۶۰۔ کتاب خانہ ہائے پاکستان (فارسی)
محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر)، اسلام آباد: مصنف، ۱۹۷۷ء، جلد ا

۶۱۔ کشف الخفاء (عربی)
عجلونی، بیروت: مکتبہ دارالتراث، س۔ن، جلد ۲

۶۲۔ گلستان (فارسی، اُردو)
شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازیؒ/ مولانا قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔

ن (عکسی طباعت از ۱۳۷۹ھ/ ۱۹٦۰ء)
٦۳۔ مثنوی مولوی معنوی (فارسی، اُردو)
مولانا جلال الدین رومیؒ/ قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: الفیصل، س۔ن
٦۴۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (عربی)
حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمیؒ، بیروت: مؤسسہ المعارف، ۱۴۰٦ھ/ ۱۹۸٦ء، جلد ۱، ۲، ۷
٦۵۔ مجموعہ فوائد عثمانیہ، ملفوظات ومکتوبات ومعمولات حضرت محمد عثمان دامانیؒ (فارسی)
علی اکبر نقشبندیؒ، ملتان، ۱۳۸۳ھ
٦٦۔ مزارات اولیائے دہلی (اُردو)
فریدی، محمد عالم، دہلی: ۱۳۴٦ھ (طبع دوّم)
٦۷۔ مسند احمد بن حنبلؒ (عربی)
امام احمد بن حنبلؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن، جلد ۱-۴، ٦
٦۸۔ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (اُردو)
محمد حسن نقشبندی مجددی، مولانا/ علامہ اقبال احمد فاروقی (ترتیب وتہذیب)، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء
٦۹۔ مشکاۃ المصابیح (عربی)
محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ/ محمد ناصر الدین الالبانیؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، جلد ۳
۷۰۔ المعجم الکبیر (عربی)
حافظ ابی قاسم سلیمان ابن احمد الطبرانیؒ، طبع عراق، س۔ن
۷۱۔ معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ (عربی)
سرکیس، یوسف الیان، سرکیس، ۱۳۴٦ھ/ ۱۹۲۸ء، جلد ۱-۲
۷۲۔ معجم المؤلفین (عربی)
عمر رضا کحالہ، بیروت: داراحیاء التراث لعربی، س۔ن، جلد ۴
۷۳۔ المغنی حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار (عربی)
حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین عراقیؒ، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۹ء، جلد ۲
۷۴۔ مقامات خیر (اُردو)
زید، ابوالحسن فاروقی، دہلی: ۱۳۹۲ھ
۷۵۔ مقامات طیبین (فارسی)

امام الدین کھوتکی، مخطوطہ مکتوبہ ۱۳۰۸ھ، مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولانا نبی للّٰہی، لِلّٰہ شریف، ضلع جہلم

۷۶۔ مقامات مظہری (اُردو)
شاہ غلام علی دہلویؒ/ محمد اقبال مجددی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء

۷۷۔ مکاتیب شریفہ (فارسی)
شاہ غلام علی دہلویؒ/ شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ، لاہور، بیڈن روڈ: حکیم عبدالمجید سیفیؒ (مصحح و طابع وناشر)، ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء

۷۸۔ ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلویؒ (اُردو)
غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال (مقدمہ وحواشی)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۷۹۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ (فارسی)
محمد مظہر مجددیؒ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ

۸۰۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال (عربی)
ابی عبداللہ محمد بن احمد ذہبیؒ، سانگلہ ہل: المکتبۃ الاثریہ، س۔ن

۸۱۔ نزھۃ الخواطر (عربی)
عبدالحی حسنیؒ، حیدرآباد دکن: دائرۂ معارف عثمانیہ، ۱۹۶۲-۱۹۷۰ء، جلد ۷

۸۲۔ نفائس السانحات فی تذئیل الباقیات الصالحات، معروف بہ تکملہ رشحات (عربی)
محمد مراد مکی قزانی، بکر، ترکی، س۔ن

۸۳۔ ہدیہ احمدیہ (فارسی)
احمد مکی، ابوالخیر، کانپور: مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

84. The Encyclopaeidia of Islam (English)
E.J. Brill, Leiden: E.J. Brill, 1995 A.D, vol. 7

اشاریہ

اشخاص

کتب

یہ کتاب

"درالمعارف" حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر مرتّب کیا تھا۔ اس میں منگل ۱۲/ ربیع الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۱۱/ فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل اتوار عید الفطر (یکم شوال) ۱۲۳۱ھ/ ۲۵/ اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔ آخر میں کچھ ملفوظات بغیر تاریخ جمع کیے گئے ہیں، جن میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/ اپریل ۱۸۱۸ء کے بعض ارشادات بھی محفوظ ہیں۔

کتاب کے شروع میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار درج کیے گئے ہیں۔ تحقیق میں آسانی کے لیے کتاب کے آخر میں اشاریہ بھی موجود ہے۔

Al-Fath Publications

Rawalpindi, Pakistan

alfathpublications@gmail.com + 92 322 517 741 3

US $ 45.

Rs. 500.

9789699400070

www.vprint.com.pk